صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ننانوے نام

القول الانیق فی اسماء ابی بکر الصدیق





مؤلف

پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی نوری

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ننانوے نام

اَلقَولُ الاَنِیق
فِی
اَسمَاءِ اَبِی بَکرِ الصِّدِّیق

مؤلف

پروفیسر غلام مصطفٰے مجددی نوری

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ، لاہور

Ph:042-37213575

Cell:0333-4383766

فیضانِ رحمت

حضور امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ

نام کتاب	....	القول الانیق فی اسماء ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ
نام مولف	....	غلام مصطفےٰ مجددی نوری سرپرست اعلیٰ: ادارہ تعلیمات مجددیہ وسہ ماہی مجلہ پیغام نور شکر گڑھ
کمپوزنگ	....	حافظ محمد بلال مصطفےٰ مجددی
پروف ریڈنگ	....	علامہ غلام دستگیر احمد مجددی
ناشر	....	عبدالمجید چوہدری

ملنے کا پتا

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

انتساب

☆ ☆ ☆

بنام اقدس

حضرت والا درجت، ناشر زہد طریقت، وارث عرفان حقیقت

حضرت مولانا محمد نور الدین سرکار نقشبندی قدس سرہ

بانی خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ

شکر گڑھ

جنہوں نے ہمارے علاقہ شکر گڑھ (ضلع نارووال) میں دین حق کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا، مولا کریم آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کا فیضان نظر عام کرے

☆ ☆ ☆

غلام مصطفیٰ مجددی نوری

فہرست

..........☆☆☆..........

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث قلب سوزاں

⭐⭐⭐

عجیب زمانہ گزر رہا ہے، وطن عزیز میں اہل اسلام کی غالب ترین اکثریت، سواد اعظم، سبیل المومنین، علم برداران سنت و جماعت باہمی سر پھٹول، ذاتی اختلاف اور گروہی مناقشت کا شکار ہیں، پھر الاماشاء اللہ! بہت سے علما ناصبیت اور خارجیت کا نشانہ بن رہے ہیں جبکہ بہت سے مشائخ تفضیلیت اور رافضلیت کی دلدل میں اتر رہے ہیں، عوام بیچارے ان لوگوں کی حرکات وسکنات سے شدید پریشان ہیں ؎

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

عوام نے عشق رسول ﷺ کے جذبوں اور ولولوں سے جن "شیروں" کو پالا، پوسا اور جوان کیا، وہ انہی کے گلے پڑ گئے، آج وہ تفضیلی اور رافضی فضاؤں میں سانس لے کر خوش ہیں اور اپنے مسلک برحق سے بے وفائی کر کے اترا رہے ہیں، واقعی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان برحق ہے:

☆......ایک دور ایسا آئے گا کہ لوگ صبح کو مسلمان ہوں گے تو شام کو کافر ہو جائیں گے، شام کو مسلمان ہوں گے تو صبح کو کافر ہو جائیں گے اور اپنے دین کو اپنی دنیا پر قربان کر دیں گے۔ (ترمذی، کتاب الفتن)

جو "پیر طریقت" اور "شاہ خطابت" اپنے مریدوں اور پرستاروں سے تیس چالیس ہزار کے کرائے اور نذرانے کی ڈیمانڈ کرتا ہے کیا وہ ایرانی اور نجدستانی طاقتوں سے تیس چالیس لاکھ وصول کر کے دین وملت کا سودا نہیں کر سکتا، جب حرص وہوس کی بیماری تیز ہوتی ہے تو عزت وناموس اور اعتقاد وعمل کے جنازے اٹھتے نظر آتے ہیں، اس پر آشوب ماحول میں بہت سے افراد علم اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں، الحمد للہ! ان کی جوابی کارروائی دیکھ کر دل بہت خوش ہوتا ہے، اس سلسلے میں راقم عاجز اور اس کے چند ساتھیوں نے بھی اپنے حصے کی کچھ ذمہ داری پوری کرنے کے لیے جگہ جگہ آل واصحاب کے نام کی محافل نور کا انعقاد کیا اور لوگوں کو پیغام دیا کہ اپنی اولادوں کے نام آل واصحاب کے نام پر رکھیں، اپنے والدین کے ختمات اور پیروں کے اعراس سے زیادہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایام کا اہتمام کریں کیونکہ ان کا زیادہ حق ہے، جن کا آوارہ گرد لوگ ہر نماز، خطبے، اذان اور کلمے میں انکار کر رہے ہیں، پھر اپنے دیہاتوں، قصبوں، کالونیوں، ٹاؤنوں، گلیوں، بازاروں، چوکوں، مدرسوں، مسجدوں اور چھوٹی بڑی تحریکوں کے نام ان کے مقدس ناموں پر رکھیں، ہم پچاس سالہ تاریخ سے آگے نہیں جا رہے ہے، گمراہ لوگوں نے آل واصحاب کے مقدس ناموں کو استعمال کر کے کیسے کیسے جال پھیلا رکھے ہیں اور جو ان کے اصل وارث ہیں وہ ان کے مقدس ناموں سے ناآشنا ہیں اور ان کے فیضان سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، ہمیں چھوٹے چھوٹے "پیران طریقت" اور "رہبران شریعت" ہی نے اس قدر الجھا رکھا ہے کہ بزرگان دین کے لیے نہ ہمارا سرمایہ بچا ہے اور نہ ہمارا وقت محفوظ ہے، پھر اندھی عقیدت کی ماری ہوئی قوم کوئی حق د

صداقت کی بات سننے سنانے کے لیے تیار نہیں، آخر اس دور میں ہمارے ان "روحانیوں" کو کیا خطرات لاحق ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو اس حد تک مخالفت شروع ہو چکی ہے اور یہ مخالفت ہمارے معاشرے میں نچلی سطح تک پہنچ رہی ہے کہ ہمارے ایک عزیز محترم نے بتایا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام "محمد ابو بکر" رکھا ہوا تھا، وہ کافی بیمار ہو گیا تو ایک شخص نے آ کر مشورہ دیا کہ تم اپنے بیٹے کا نام (ابو بکر) تبدیل کر دو، وہ شفایاب ہو جائے گا، میں نے کہا: جو کچھ مرضی ہو جائے، یہ مبارک نام نہیں بدلوں گا، اس واقعہ سے اندازہ لگا لیجیے کہ اگر "نام ابو بکر" سے اتنی نفرت ہے تو "نام معاویہ" سے کتنی نفرت ہو گی، اگر کوئی شخص برا نہ منائے تو گزارش ہے کہ ہمارے سادات کرام کے کتنے خاندانوں اور آستانوں میں "سید محمد ابو بکر شاہ، سید محمد عمر شاہ، سید محمد عثمان شاہ، سید محمد طلحہ شاہ وغیرہ" نام کے شہزادے اور ماہ پارے موجود ہیں، ان میں یہ اسماء کس قدر مروج ہیں، ذرا تصور تو کیا جائے، پھر اس کی آخر کیا وجہ ہے؟ ان کے مقدس آباء و اجداد تو اپنے شہزادوں کے نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھا کرتے تھے، اب کیا مسئلہ ہے؟ اگر کوئی ایک آدھ مثال نظر آ بھی جائے تو "النادر کالمعدوم" کے زمرے میں داخل ہو گی، دراصل تفضیلی اور رافضی عناصر اسلام اور اہل اسلام کے خلاف بہت بڑی سازش تیار کر رہے ہیں، ان کا پروگرام ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات وصفات کو مشکوک ثابت کر دیا جائے اور ان سے اہل اسلام کو برگشتہ اور متنفر کر دیا جائے تاکہ ان سے مروی سارا دین ہی مشکوک ہو جائے، قرآن وحدیث نے تاریخ اسلام کے ان عظیم کرداروں کی عظمت و حرمت کے تحفظ کے لیے سب سے زیادہ زور اسی لیے لگایا ہے کہ وہ محفوظ و مامون رہیں گے تو سارا دین محفوظ و مامون رہے گا، خدارا! رفض وخروج کے ان مکروہ عناصر سے اپنی جان چھڑا لو ورنہ ہماری نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی، ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۴۴۲ھ میں ہمارے ادارہ نے ضلع نارووال کے تقریباً پچیس قصبات و دیہات میں بھرپور کانفرنسز کا انعقاد کیا جن

میں آل و اصحاب کے متعلق عقیدہ واضح کیا گیا اور بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بیان کی گئی، عوام و خواص نے بہت زیادہ پذیرائی سے نوازا اور اس کام کو وقت کی آواز قرار دیا، انہی اسفار کے دوران راقم عاجز کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننانوے ناموں کی طرز پر ان کی محبوب ترین شخصیت، کلیم طور نبوت، یار غار رسالت، تاجدار اقلیم صداقت، نازش مسند خلافت، مظہر کردار مصطفےٰ، پیکر انوار مصطفےٰ، محرم اسرار مصطفےٰ، مرکز افکار مصطفےٰ، رونق بازار مصطفےٰ، خلیفہ بلا فصل بالتحقیق، افضل البشر بعد الانبیاء بالتصدیق، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ننانوے نام قرآن و حدیث، اقوال صحابہ، افکار صوفیا اور انوار علماء کی روشنی میں جمع کیے جائیں، راقم عاجز حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حوالے سے بھی یہ کام کر چکا ہے جس کا نام ہے "مواہب رحمانی در اسمائے مجدد الف ثانی"، یہ کام حضرت فخر المشائخ میاں محمد جمیل احمد نقشبندی، مجددی، شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگرانی میں چھپوا کر عام کیا تھا، مولا کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، بہت ہی علم دوست شخصیت کے مالک تھے، اب مولا کریم نے موقع عطا فرمایا ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مبارک ناموں کو "القول الانیق فی اسماء ابی بکر الصدیق" کے عنوان سے جمع کیا جا رہا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا ہر نام اور لقب کسی نہ کسی شان و عظمت کا عکاس دکھائی دیتا ہے، یہ کام ایک حقیر سی کاوش ہے، ایک مختصر سا نذرانہ عقیدت ہے جو محض رضائے الٰہی اور وفائے مصطفوی کے لیے پیش کیا گیا ہے تاکہ اس دور کی تاریکی میں ایک نورانی کرن بن کر نمودار ہو سکے، اس دور کا ایک اور المیہ بھی ہے، وہ یہ کہ کتاب لکھنا بھی آسان ہے، چھپوانا بھی آسان ہے، اس کو تقسیم کرنا بالخصوص قیمتاً مہیا کرنا پھر اس کا مطالعہ کرانا بہت ہی مشکل ہے، بہت سے کرم فرما ہزار روپے کا کھانا کھلا دیں گے، چائے اور پھل وغیرہ پیش کر دیں گے، اچھی مہمان نوازی کریں گے مگر سو روپے کی کتاب خریدتے وقت لیت و لعل سے

کام لیں گے، ان کا یہ رویہ دیکھ کر آدمی حیران و پریشان ہو جاتا ہے، بعض دوست فرماتے ہیں کہ جناب کتاب دے جائیں مگر قیمت پچاس، سو روپے بعد میں لے جائیں، اب پچاس، سو روپئے کے لیے دوبارہ ان کے پاس جانا اپنے ضمیر کی موت کے مترادف ہے، اگر کوئی چلا بھی جائے تو ہو سکتا ہے فرمادیں کہ جناب! ہمارے پاس کتابیں پڑھنے کا وقت ہی نہیں، یہ کتاب تو اسی طرح پڑی ہوئی تھی، آپ ایسا کریں کہ یہ واپس لے کر کسی اور صاحب کو عنایت کر دیں، ایسا راقم عاجز کے ساتھ کئی مرتبہ ہو چکا ہے، پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صاحب ذوق کے دو چار الفاظ حوصلہ افزائی کے موصول ہو جاتے ہیں اور بجھتا ہوا دل ایک بار پھر تر و تازہ ہو جاتا ہے، اسی کا نام دنیا ہے، کبھی خوشی اور کبھی غمی، بندہ وہی کامیاب ہے جو اپنے رب تعالیٰ اور اپنے محبوب والا کی رضا جوئی کے لیے محوسفر رہے اور بڑھتا رہے ؎

نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایت زمانہ

اس کتاب کا موضوع بڑا منفرد ہے، امید واثق ہے کہ احباب ضرور توجہ فرمائیں گے اور اس کتاب کو اپنی نوجوان نسلوں کے لیے حاصل کریں گے تاکہ وہ تفضیلی گھٹاؤں سے محفوظ ہو سکیں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے مشائخ کو اتنا سرمایہ دیا ہے کہ وہ اپنے مقدس ہاتھوں سے پورا ایڈیشن خرید کر مفت تقسیم فرما سکتے ہیں لیکن الا ماشاء اللہ ان کا ذوق سلیم ایسے کاموں کی اجازت نہیں دیتا، ان کا خیال مبارک صرف اور صرف کھانوں، لنگروں اور سبیلوں کی طرف مائل رہتا ہے جو کہ اپنی حد تک ایک اچھا کام ہے اور باعث ثواب عمل ہے لیکن انہیں اب سمجھنا چاہیے ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

مولا کریم سے التجا ہے کہ راقم عاجز کی اس عاجزانہ کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے

اوراس راقم عاجز کے لیے، ناشر کے لیے اور جملہ قارئین کے لیے ذریعہ نجات بنائے، مولا کریم ہم سب کو آل و اصحاب اور اولیاء کاملین کے غلاموں میں زندہ رکھے اور ان میں خاتمہ بالخیر عطا فرمائے، قبر وحشر میں ان پاکبازان ملت کی ہمسائیگی سے مشرف ومنور فرمائے، آمین۔

......*****......

بحرمة طٰهٰ و يٰسين فصلى الله على خير خلقه محمد

وعلىٰ اله واصحابه اجمعين

......*****......

01 اَبُوبَکر رضی اللہ عنہ

افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی عالی شان کنیت سے بہت زیادہ مشہور ہیں، یہاں تک کہ لوگ اسی کو آپ رضی اللہ عنہ کا اصلی و ذاتی نام تصور کرتے ہیں ''ابو'' کا معنیٰ ہے والا اور ''بکر'' کا معنیٰ ہے اولیت، گویا ''ابو بکر'' کا معنیٰ و مفہوم ہے ''اولیت والا'' اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جملہ معاملات میں اولیت سے سرفراز فرمایا ہے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ ہی اس شاندار کنیت کے صحیح حقدار ٹھہرے، عربی میں ''بکر'' جوان اونٹ کو بھی کہتے ہیں، اس کی جمع ''ابکر'' اور ''بکار'' ہے، جو شخص اونٹوں کے معاملات میں بہت زیادہ ماہر ہوتا ہے اس کو ''ابو بکر'' کہا جاتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ''بنو تیم'' بہت بڑا تھا، اس کے پاس اونٹوں کی بہتات تھی اور آپ رضی اللہ عنہ ان کے معاملات میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ''ابو بکر'' کی کنیت سے یاد کیا گیا، اس طرح ''بکیرہ'' کا معنیٰ ہے بامراد، ''باکورہ'' کو معنیٰ ہے پہلا پھل ''مبکر'' کا معنیٰ ہے پہلی بارش، یہ تمام معانی اور معارف لفظ ''ابو بکر'' میں پوشیدہ ہیں، گویا آپ رضی اللہ عنہ بامراد ہیں، اسلام کا پہلا پھل ہیں اور ایمان کی پہلی بارش ہیں ''بکرہ'' کا معنیٰ ہے صبح، گویا آپ رضی اللہ عنہ اسلام کی صبح درخشاں ہیں جس کے اجالوں نے کفر و ارتداد کے اندھیروں کو ختم کر دیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ کو عمدہ خصائل اور اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے بھی ''ابو بکر'' کہا جاتا ہے۔ (سیرت حلبیہ: ۱/ ۳۹۰)

02 عَبدُ اللہ رضی اللہ عنہ

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو والدین نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''عبد الکعبہ'' رکھا، بعد ازاں اس کو تبدیل کر کے نام ''عبد اللہ'' رکھا گیا، ''عبد اللہ'' کا معنیٰ ہے ''اللہ کا بندہ''، اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند نام ''عبد اللہ'' اور ''عبد الرحمن'' ہیں، گویا سب سے زیادہ

پسندیدہ نام آپ رضی اللہ عنہ کا مقدر بن گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہر قدم پر اس نام مبارک کی لاج رکھی، یہ آپ رضی اللہ عنہ کا اصلی اور ذاتی نام ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام "عبداللہ بن عثمان" ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۹/۶) آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

"ابو بکر عبداللہ بن ابو قحافہ عثمان، بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب"۔

گویا آپ رضی اللہ عنہ ساتویں پشت "مرہ بن کعب" میں جا کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک میں داخل ہو جاتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ "ام الخیر سلمیٰ" (بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم) کا تعلق بھی بنو تیم سے تھا۔ (الاصابہ: ۴/۱۴۴)

03 عَتِیْق رضی اللہ عنہ

بہت سے مورخین اور محدثین کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم ذاتی "عتیق" ہے، امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی رقم کیا ہے، ایک قول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ عثمان بن عامر نے یہ نام رکھا اور دوسرا قول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ام الخیر سلمیٰ بنت صخر نے یہ نام رکھا۔ (الریاض النضرۃ: ۱/۷۷) ایک قول ہے کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب مبارک ہے اور سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ ہی کو اس سے ملقب کیا گیا ہے۔ (ایضا) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "انت عتیق من النار" تم آگ سے آزاد ہو، اسی وقت آپ رضی اللہ عنہ کا نام یا لقب "عتیق" مشہور ہو گیا۔ (صحیح ابن حبان: ۹/۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے کہ میرے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھتے

ہی فرمایا:"من اراد ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر "جو شخص جہنم کی آگ سے آزاد کسی شخص کو دیکھنا چاہتا ہو تو ابو بکر صدیق کو دیکھ لے،اس کے بعد آپ "عتیق" نام ولقب سے مشہور ہو گئے۔(معجم طبرانی اوسط:۶/ ۴۵۶)حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کی وجہ سے ان کو "عتیق" کہا جاتا ہے۔(اسد الغابہ:۳/۳۱۶)ایک قول ہے کہ حسب اور نسب کی پاکیزگی کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ کو "عتیق" کہا جاتا ہے۔(تاریخ الخلفاء:۲۲)ایک قول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والدین کے گھر اولاد زندہ نہیں رہتی تھی،جب آپ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو والدہ آپ رضی اللہ عنہ کو لے کر کعبہ مشرفہ کے پاس گئیں اور آہ وزاری سے دعا مانگی: یااللہ! یہ میرا بیٹا موت سے آزاد رہا ہے تو مجھے عطا کر دے،اس دن سے آپ رضی اللہ عنہ کو "عتیق"،یعنی موت سے آزاد کہا جانے لگا۔(تاریخ الخلفاء:۲۲) آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید،بدن دبلا،چہرہ شگفتہ،آنکھیں روشن اور پیشانی فراخ تھی،بہترین اخلاق کے مالک تھے۔(حاشیہ حضرات القدس:۱/ ۳۶)ایک قول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے متعدد غلاموں کو خرید کر آزاد کیا،بالخصوص حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو آزاد کروایا اس کار خیر کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ کو "عتیق" کہا جاتا ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ابو بکر آسمان میں بھی عتیق (آزاد) ہے اور زمین میں بھی عتیق (آزاد) ہے۔(مسند الفردوس:۱/ ۲۵۰)حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے تو نام "عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو" رکھا تھا مگر "نام عتیق" اس پر غالب آگیا یعنی زیادہ مشہور ہو گیا۔(الاحاد والمثانی:۱/ ۷۰) راقم عاجز نے رقم کیا ہے ؎

کنز ایماں کے در شہوار صدیق عتیق
جان عرفاں ، پیکر انوار صدیق عتیق
اول من یدخل الجنہ ، شہ صدق و صفا
اور عتیق من عذاب النار صدیق عتیق

04 صِدِّیق رضی اللہ عنہ

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام ابن سدی نے لکھا ہے: "صدیق" وہ لقب ہے جس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت سے ملقب تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ سچ کہا کرتے تھے، بعض نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاعات پر فوراً مہر صداقت ثبت کر دیتے تھے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو "صدیق" کہتے ہیں، امام ابن اسحاق اور امام قتادہ کا بیان ہے کہ شب معراج کی صبح ہی آپ رضی اللہ عنہ صدیق مشہور ہو گئے، امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی لکھا ہے کہ مشرکین عرب نے والد ماجد کے پاس حاضر ہو کر کہا: آپ کو کچھ خبر ہے کہ آپ کے دوست کو یہ زعم ہے کہ گزشتہ شب انہیں بیت المقدس لے جایا گیا، اس پر والد ماجد نے پوچھا: کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ فرمایا ہے؟ مشرکین عرب نے کہا: جی ہاں، والد ماجد نے فرمایا: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچے ہیں، اگر وہ صبح یا شام کو اس سے بھی زیادہ آسمانوں کی اطلاعات دیتے تو میں فوراً ان کی تصدیق کر دیتا، اسی سبب سے آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کہا جاتا ہے، یہی حدیث امام طبرانی نے حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھی ہے، امام سعید بن منصور نے اپنی مسند میں تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں مقام طویٰ پر پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: اس واقعہ کی تصدیق میری امت نہیں کریگی، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کی تصدیق ابو بکر صدیق کریں گے جو صدیق ہیں، امام طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن سبرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات پر روشنی ڈالیے، انہوں نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ برگزیدہ ہستی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ

نے اپنے فرشتے جبریل علیہ السلام اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صدیق کہا ہے، امام دار قطنی اور امام حاکم نے حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بار بار برسر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب عنایت فرمایا ہے، امام طبرانی نے حضرت حکیم بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قسمیہ فرماتے ہوئے سنا ہے: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے نازل فرمایا ہے، حدیث احد میں ہے: فرمایا: اے احد! تسکین و قرار سے کام لو کیونکہ تم پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (تاریخ الخلفا: ۴۲) قرآن مجید میں ہے:

☆......"الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین" جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ (سورۃ النساء: ۶۹)

صدیق وہ ہے جو صدق و صداقت میں آگے نکل جائے، حضرت عکرمہ تابعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "النبیین" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور "صدیقین" سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے اور "شہداء" سے مراد حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی ذوات ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل: ۱/ ۵۵۷) امام قرطبی نے لکھا ہے کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں ہے اور اہل اسلام کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے پر اجماع ہے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اجماع ہے، جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق ہیں اور ثانی رسول ہیں تو کسی اور کا ان سے متقدم ہونا جائز نہیں ہے۔ (تفسیر جامع الاحکام: ۵/ ۲۷۳) امام قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ صدیق ہیں، حبیب نجار جو قوم یٰسین کا مومن تھا پھر قوم فرعون کا مومن اور پھر ابو بکر صدیق، ان تمام

صدیقوں میں ابو بکر افضل ہے۔(ایضاً:۱۵/۳۰۶) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام "صدیق" قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہے، فرمایا:

☆ ......"والذی جاء بالصدق و صدق به اولئك هم المتقون○" اور وہ جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس سچ کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی ہیں۔(سورۃ الزمر:۳۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سچ لانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔(کنز العمال کتاب التفسیر) اس طرح امت کے کثیر مفسرین نے لکھا ہے کہ سچ لے کر آنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس سچ کی تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، یہ تفسیر شیعہ مفسر صاحب مجمع البیان نے بھی رقم کی ہے، حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسکے قول و ایمان کی تصدیق نہیں فرماتا۔(فضائل الصحابہ:۱/۴۱۹) یہ حوالہ شیعہ کتاب "کشف الغمہ:۷ ۱۴" پر بھی ہے، "صدیق" کا کیا معنیٰ و مفہوم ہے، مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"صدیق وہ کہ جیسا وہ کہہ دے بات ویسی ہو جائے، اسی لیے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو دو قیدی تھے ان میں سے شاہی ساقی یعنی بادشاہ کو شراب پلانے والے نے آپ علیہ السلام کو صدیق کہا کیونکہ اس نے دیکھا کہ جو آپ علیہ السلام نے کہا تھا وہ ہی ہوا، عرض کیا: "یوسف ایها الصدیق" اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کہا وہ ہی ہوا کہ وہ شہید ہونے کے بعد زندہ ہو کر آئے"۔(مرآۃ شرح مشکوۃ:۸/۱۶۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "صدیق اکبر" کہا جاتا ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ امت محمدی

کے سردار ہیں، پہلی امتوں میں بھی کوئی آپ رضی اللہ عنہ کا ہم مرتبہ نہیں، پھر جملہ معاملات و واقعات میں جس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے زبان نبوت کی تصدیق فرمائی کسی اور سے ثابت نہیں، اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆......معراج کی رات میں نے ہر آسمان پر اپنا نام مبارک اس طرح لکھا ہوا دیکھا: "محمد رسول اللہ و ابو بکر الصدیق خلفی" محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ابو بکر میرے خلف (یعنی خلیفہ بلا فصل) ہیں۔ (کنز العمال: ۶/۲۵۱)

صدیق اکبر کون ہے:

اہل اسلام میں محدثین اور مورخین کا بہت مقام ہے، انہوں نے دور دراز کے سفر طے کیے اور ہزاروں لاکھوں روایات کو جمع کیا، انہوں نے اپنے آپ کو پنسار اور عطار سے تشبیہ دی ہے، جیسا کہ امام اعمش کا قول ہے: گویا پنسار اور عطار کتنی محنت اور تگ و دو سے بے شمار قیمتی جڑی بوٹیوں کو اکٹھا کرتے ہیں، ان کی دوکان سے ہر طرح کی جڑی بوٹی حاصل ہو جاتی ہے، یہ دیکھنا حکیم حاذق کا کام ہے کہ کس مریض کو کیا مرض ہے اور اس کا علاج کس جڑی بوٹی سے بننے والی دوا میں پوشیدہ ہے، مریض کا فرض ہے کہ وہ سیدھا پنسار اور عطار کی بجائے حکیم حاذق سے رابطہ کرے، ہاں ڈاکٹر کی بجائے میڈیکل سٹور سے دوائیں حاصل کرنے والے لوگ اپنے مرض میں اضافہ کرتے ہیں، بالکل اس طرح محدثین اور مورخین کی کتابوں میں ہر قسم کی روایات منقول ہیں لیکن ہر قاری ان روایات کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون سی روایت ناسخ ہے، کونسی روایت منسوخ ہے، کیا راجح ہے، کیا مرجوح ہے، کیا مرفوع ہے، کیا مقطوع ہے، کیا اصول حدیث اور ضوابط روایت کے مطابق ہے، روایت کیا کہتی ہے اور بنیادی عقیدے کا تقاضا کیا ہے، یہ سارا علم اور شعور ایک عام مسلمان کو حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام

مالک اور حضرت امام احمد، حضرت امام اشعری اور حضرت امام ماتریدی رحمہم اللہ جیسے محققین، متکلمین اور فقہا و مدققین سے حاصل ہوگا، بہت سی روایات کو محدثین اور مورخین نے صحیح، حسن اور مرفوع قرار دیا ہے لیکن محققین اور مجتہدین کے نزدیک وہ منسوخ اور مرجوع ہیں، پھر بہت سی روایات کو عقل و درایت کے پیمانے اور جرح وتعدیل کے زاویے قبول نہیں کرتے، اب اہل اسلام کا ایک اہم عقیدہ ہے "افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" اس اہم عقیدے پر اسلام کے کتنے عقائد و نظریات کی عمارت استوار ہے، خلافت راشدہ اور اس کے دوران ہونے والے اسلامی فیصلوں کا دارومدار ہے، ہزاروں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ساکھ، ثقاہت، عدل اور صدق کا معاملہ ہے لیکن ہر دور کے رافضی اور ان کے سہولت کار تفضیلی ان تمام حقائق کو ٹھکرا کر پوری امت محمدی کے ساتھ گھناؤنا کھیل کھیلتے رہے اور اب پھر پوری کوشش کے ساتھ کھیل رہے ہیں، اس پرآشوب دور میں تو لاکھوں مسلمانوں کا ایمان خطرات سے دو چار ہے، اوپر سے دعویدار ہیں کہ ہم سنی، حنفی اور بریلوی ہیں، نقشبندی، قادری اور چشتی ہیں، ہمیں پنجتن پاک کے ذکر مبارک سے روکا جارہا ہے، بندہ پوچھے کہ تم لوگوں نے جو اس ذکر مبارک کی آڑ میں خلفاء راشدین کا ذکر مبارک نظرانداز کیا ہے اس کا حساب کون دے گا، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، ہم تو تمہیں ہر کام اور ہر ذکر میں اعتدال کو برقرار رکھنے کی گزارش کرتے ہیں، روکتا تمہیں کون ہے؟

اب دیکھنا ہے کہ جملہ اہل اسلام کے نزدیک صدیق اکبر کون ہے، رافضی اور تفضیلی دو تین روایات کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "صدیق اکبر" ہیں بلکہ وہی "فاروق اعظم" ہیں، وہ روایات یہ ہیں:

☆......عباد بن عبد اللہ سے روایت ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں ہی

صدیق اکبر ہوں، میرے بعد یہ بات نہیں کرے گا مگر کذاب، میں نے باقی لوگوں سے سات سال پہلے نماز ادا کی۔ (سنن ابن ماجہ: ۱/ ۴۴، البدایہ: ۳/ ۲۶، المستدرک: ۳/ ۱۱۲، الکامل: ۲/ ۵۷، خصائص نسائی: ۴۶)

اس روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ''منکر'' ہے، اس کا راوی عباد بن عبد اللہ الاسدی، مجروح ہے، اس کو روایات گھڑنے کی عادت تھی، تفصیل کے لیے دیکھئے۔ (منہاج السنہ: ۷/ ۴۴۳، البدایہ: ۳/ ۲۵، الفوائد المجموعہ: ۳۴۳، السلسلۃ الضعیفہ رقم: ۷۹۴) سب نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے، پھر دیکھا جائے تو اس روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے میرے بعد یہ بات نہیں کرے گا مگر کذاب کے الفاظ سے بتادیا کہ ان کا یہ دعویٰ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں اور موجودگی میں نہیں ہے بلکہ ایک روایت ان سے مروی ہے، کسی نے کہا: آپ سب سے بہتر اور افضل ہیں؟ فرمایا: کیا تم نے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو نہیں دیکھا، ہاں اپنے بعد والوں کے مقابلے میں وہ واقعی صدیق اور فاروق ہیں لیکن یہ عقیدہ رافضیوں اور تفضیلیوں کو پسند نہیں، وہ تو کسی نہ کسی طرح ان کو انبیاء کرام علیہم السلام کا آقا اور مولا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ شہر علم کا دروازہ ہیں اور ''سارے نبی تیرے در کے سوالی'' یعنی سارے نبی باب علم مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوالی ہیں، اس عقیدے کے خمار نے ان کو ایک ''منکر اور موضوع'' روایت اور اس کے الفاظ پر غور کرنے سے روک رکھا ہے، اسی طرح دوسری روایت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بنا کر پیش کرتے ہیں:

☆ ...... اے علی! تم سب سے پہلے میرے اوپر ایمان لائے، تم ہی سب سے پہلے قیامت کے روز مجھ سے مصافحہ کرو گے اور تم ہی صدیق اکبر ہو اور تم ہی فاروق اعظم ہو اور تم ہی نے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا ہے، تم ہی

مومنوں کا یعسوب (سردار) ہو۔

مولانا ڈاکٹر فیض احمد چشتی دام ظلہ کی تحقیق کے مطابق مذکورہ حدیث ان چھ راویوں سے مروی ہے، ہر ایک کی روایت پر محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل نے کیا فرمایا ہے، ملاحظہ کیجئے:

① ......عن ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ، امام ابن جوزی نے اس کو موضوع کہا۔ (موضوعات ابن جوزی: ۲/۱۰۲) امام ذہبی نے کہا کہ اس میں محمد بن عبید "واہ" یعنی غلط بیانی کرنے والا ہے، علی بن ہاشم شیعی ہے اور عباد رافضی ہے۔ (ترتیب الموضوعات: ۱۰۰)

② ......عن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ روایت "منکر اجدا" ہے۔ (جامع المسانید رقم: ۴۳۸۶) امام ہیثمی نے کہا کہ اس روایت میں عمرو بن سعید المصری ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد: ۹/۱۰۵) امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا: "اسنادہٗ واھی" اس کی اسناد غلط ہیں، اسکا راوی محمد متھم ہے، عباد بہت بڑا رافضی ہے۔ (مختصر البزار: ۳/۳۰۱) امام شوکانی نے لکھا ہے کہ اس روایت کا راوی عمر بن سعید المصری ضعیف ہے۔ (در السحابہ: ۱۴۰)

③ ......عن ابی لیلیٰ غفاری رضی اللہ عنہ، امام عبد البر نے لکھا ہے کہ اس روایت میں اسحاق بن بشر موجود ہے، وہ اپنے انفرادی ضعف اور منکر روایت کی وجہ سے قابل حجت نہیں۔

④ ......عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: امام عقیلی نے لکھا ہے کہ اس روایت میں داہر بن یحیٰی ہے، وہ روافض میں غلو کرتا تھا، اس کی روایت قابل اتباع نہیں۔ (الضعفاء الکبیر: ۲/۴۷) امام ابن عدی نے لکھا ہے کہ اس روایت میں عبد اللہ بن یحییٰ ہے، وہ عام طور پر فضائل علی کی روایات بیان کرتا تھا اور تہمت زدہ تھا (یعنی جھوٹا تھا)۔ (ایضا: ۵/۳۷۹) امام ابن جوزی نے اس روایت کو موضوع لکھا ہے۔ (موضوعات ابن جوزی: ۲/۱۰۳) امام ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ اس میں عبد اللہ بن داہر قوم کے غلط بیانوں اور ضعیفوں میں شمار ہوتا تھا۔ (ترتیب الموضوعات: ۱۰۰) نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے کہ ان کے مناقب میں جھوٹی اور

باطل روایات بیان کی جائیں۔(میزان الاعتدال:۲/۴۱۶)

⑤......عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ: امام جورقانی نے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔(الاباطیل والمناکیر:۱/۲۹۴) امام ابن عساکر نے کہا کہ اس کے ایک راوی سلیمان بن معاذہ کا سماع معروف نہیں۔(تاریخ دمشق:۴۲/۳۳) امام ابن جوزی نے کہا کہ یہ روایت صحیح نہیں۔(العلل:۲/۹۴۴) اور کہا کہ موضوع ہے۔(موضوعات:۲/۹۹) ابن تیمیہ نے کہا کہ موضوع ہے۔(منہاج السنہ:۲/۳۶۸) امام ذہبی نے کہا کہ یہ مولا علی پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔(میزان الاعتدال:۲/۳۶۸)

⑥......عن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ: مذکورہ حدیث آپ رضی اللہ عنہ سے مروی تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں ملی، واللہ اعلم بالصواب۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ "مذکورہ حدیث" اس قابل نہیں کہ اس کو بیان کیا جائے اور یہی وجہ بنی کہ علمائے اہل سنت نے اس کو اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دی بلکہ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد صحیح اور قابل بیان احادیث خوب نقل کیں جن کو پڑھ کر ان کی فضیلت و عظمت اور رفعت شان کا اعتراف ہر صاحب فہم کرے گا۔(مقالات فیض)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر معاملے میں صداقت کا عملی مظاہرہ فرمایا حتیٰ کہ واقعہ معراج اور آسمانی خبروں وغیرہ کے معاملات کہ جن کو کسی کی عقل نے اس وقت تسلیم نہ کیا، انہوں نے فوراً تصدیق فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معاملات میں جیسی تصدیق انہوں نے کی ویسی کسی نے نہ کی، اس لیے ان ہی کو "صدیق اکبر" کہا جاتا ہے، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ "صدیق اکبر" ہیں اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "صدیق اصغر" ہیں، صدیق اکبر کا مقام اعلیٰ صدیقیت سے بلند و بالا ہے جیسا کہ "نسیم الریاض:۱/۲۴۴" میں بھی

مرقوم ہے۔(ملخصاً فتاوی رضویہ:۵/۶۸۰)خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: سب لوگوں نے کسی نہ کسی تردد کا مظاہرہ کیا سوائے ابو بکر کے، پھر ان کی تصدیق کا ذکر خود قرآن مجید کی عظیم گواہی سے ثابت ہے، بتایئے:" وصدق به" کے کلمات سے کون مراد ہے۔(الزمر:۳۳) امام فخر الدین رازی نے لکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت مفسرین سے منقول ہے کہ یہ تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔(تفسیر کبیر،تفسیر روح البیان وغیرہ)

05 اَتقیٰ رضی اللہ عنہ

"اتقیٰ" کا معنیٰ ہے: سب سے بڑا متقی، پرہیزگار اور سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ نام ولقب بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا، قرآن مجید میں ہے:

☆......"وسیجنبها الاتقی ۝ الذی یوتی ماله یتزکی ۝" اور اس کو دوزخ سے دور رکھا جائے گا جو سب سے زیادہ متقی ہے، جو اپنا خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک رہے۔(سورۃ اللیل:۲۱......)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے جناب بلال رضی اللہ عنہ کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے بدلے خریدا اور آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ اللیل نازل فرمائی، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات غلام آزاد کروائے جن کو ایمان لانے کی وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی، ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اور اس کو دوزخ سے دور رکھا جائے گا جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔(تفسیر ابن ابی حاتم:۱۰/۳۴۰) یہی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔(تفسیر جامع البیان:۳۰/۲۸۰) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے، ایک مصرعے

میں کہا: "خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا" "وہ رسول اللہ ﷺ (اور تمام نبیوں) کے بعد تمام مخلوق سے بہتر ہیں اور سب سے زیادہ متقی اور عادل ہیں۔ (مستدرک: ۴/۷) حضرت محمد بن عبید اللہ بن عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کمزور غلاموں کو خرید کر آزاد فرماتے تو ان کے والد ابو قحافہ کہتے کہ ابو بکر! تم طاقتور غلاموں کو آزاد کرایا کرو تا کہ تمہارے کسی کام آسکیں، انہوں نے جواب دیا: میں یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کرتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں سورۃ اللیل نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن جریر طبری: ۱۲/ ۶۱۴، سیرت ابن ہشام: ۱/ ۱۴۶) امام بغوی نے لکھا ہے کہ "اتقیٰ" (سب سے زیادہ متقی) سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس قول پر اجماع مفسرین ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل: ۴/ ۲۵۵) یہی امام فخر الدین رازی کا فرمان ہے۔ (تفسیر کبیر: ۱۱/ ۱۸۷) علمائے امت نے اس لفظ "الاتقیٰ" سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ "الاتقی" ہیں اور قرآن مجید کی آیت: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" "بے شک تم میں وہی سب سے زیادہ بزرگ اور افضل ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ بزرگ اور افضل ہیں، گویا یہ آیت کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کی بہترین دلیل ہے، یہ استدلال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے اور یہی استدلال امام ابن جوزی، امام ابن حجر مکی، امام سیوطی اور امام ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ سے منقول ہے، امام رازی نے لکھا ہے:

"بعض شیعہ علما نے میرے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ "الاتقیٰ" سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ انہوں نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی تو قرآن نے فرمایا: "ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون" "اور وہ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، میں نے کہا: میں اس پر عقلی دلیل قائم کرتا ہوں کہ اس آیت کے

مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ اس "اتقی" سے مراد وہ ہے جو افضل الخلق ہو اور جب اس طرح ہو تو پھر واجب ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پس اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور باقی نبیوں) کے بعد افضل الخلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس آیت کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ "الاتقیٰ" وہ ہے جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے والد سے لے کر پرورش کی، ان کو کھلایا، پلایا اور پہنایا، اس احسان کی جزا ان پر واجب تھی اور ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرتے تھے، ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پر دین و ہدایت کے احسانات تھے لیکن ان احسانات کا کوئی امتی بدلہ نہیں دے سکتا اور نہ ان کا بدلہ دیا جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے: "قل ما اسئلکم علیہ من اجر" آپ کہیے کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ (الفرقان: ۵۷) پس واضح ہو گیا کہ اس آیت میں احسان سے مراد دنیاوی احسان ہے اور صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ایسے شخص ہیں جن پر کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے، اس کے برخلاف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں اور جب اس آیت میں "الاتقیٰ" سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہیں تو پھر متعین ہو گیا کہ "الاتقیٰ" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور باقی

نبیوں) کے بعد افضل الخلق ہیں"۔ (تفسیر کبیر: ۱۱/۱۸۸، تفسیر تبیان القرآن: ۱۲/۷۹۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زہد و تقویٰ کا عالم دیکھے، ایک مرتبہ مشتبہ لقمہ کھا لیا تو معلوم ہونے پر قے کر دی، پھر فرمایا: اگر یہ لقمہ نکالنے میں میری جان بھی چلی گئی تو کوئی پرواہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پیٹ میں حرام کھانا چلا جائے تو اس سے آگ بہتر ہے۔ (صحیح بخاری: ۲/۵۷۱)

06 اَوَّلُ رضی اللہ عنہ

"اول" کا معنیٰ ہے پہلا، اس پر اتفاق ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، گویا آپ رضی اللہ عنہ "السابقون الاولون" کے سردار ہیں، ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی معاملہ ہو گیا، بات بارگاہ نبوت تک پہنچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت جلال میں فرمایا:

☆......"لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تو تم لوگ بولے: آپ جھوٹ کہتے ہو مگر ابو بکر نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں، پھر ابو بکر نے اپنی جان اور اپنے مال سے میری امداد کی "فھل تارکو نی صاحبی" تو کیا تم لوگ میرے صاحب کو میرے لیے نہیں چھوڑو گے، پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کبھی تکلیف نہیں دی گئی"۔ (صحیح بخاری، کتاب الفضائل)

اس طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے زمین کھولی جائے گی، پھر ابو بکر اور پھر عمر سے کھولی جائے گی، پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ جمع کیے جائیں گے، پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ ہم دونوں حرموں کے درمیان حشر کیے جائیں

گے۔(جامع ترمذی، مشکوٰۃ: ۳/۳۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے ہمراہ ہوتا حتی کہ اسے دیکھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆......"اما انك يا ابابكر اول من يدخل الجنة من امتی" "اے ابو بکر! تم ہی وہ شخص ہو جو میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔(ابوداؤد، مشکوٰۃ: ۳/۳۲۹)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت محمدی میں آپ رضی اللہ عنہ ہر اعتبار سے "اول" ہیں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

الثانی التالی المحمود مشهده
و اول الناس منهم صدق الرسلا

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت میں دوسرے ہیں، محفل میں ان کی حاضری پسند کی جاتی ہے اور رسولوں کی تصدیق کرنے میں وہ "اول الناس" سب لوگوں میں اول ہیں۔(مستدرک: ۳/۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۳۳۶، فضائل الصحابہ: ۱/۱۳۳، معجم طبرانی: ۱۲/۸۹، مجمع الزوائد: ۹/۴۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ محبوب تھے، ہم سب سے بہتر تھے، ہمارے سردار تھے "اول من اسلم من الرجال" "مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔(صحیح ابن حبان: ۱۵/۲۷۹) یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔(مجمع الزوائد: ۹/۴۳) حضرت امام ابراهیم، حضرت ربیعہ، حضرت اروی

الدوسی، امام زہری اور امام محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (فضائل الصحابہ: ۱/ ۲۲۴، طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۷۱، سنن بیہقی: ۶/ ۳۶۹) امام محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا ''فابو بکر اولهما اظهر اسلامه'' ان دونوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام پہلے ظاہر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے خوف سے اپنا ایمان چھپاتے رہے۔ (اخبار مکہ: ۳/ ۲۱۹) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ابتدائے اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ارشادات سنے اور کہا: یہ دین کتنا پیارا ہے لیکن کس نے آپ کی اتباع کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آزاد شخص نے اور ایک غلام شخص نے، یعنی ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما نے۔ (مستدرک: ۳/ ۶۸، مسند احمد: ۴/ ۱۱۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱/ ۱۲۹) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا: ''کنت اول القوم اسلاما'' آپ تمام مسلمانوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ (اسد الغابہ: ۱/ ۲۳۸)

07 سَابِقٌ رضی اللہ عنہ

''سابق'' کا معنیٰ ہے، سبقت لے جانے والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سابق، اسبق اور سباق بھی کہا جاتا ہے، قرآن مجید ہے:

☆...... ''منهم سابق بالخيرات باذن الله ذالك هو الفضل الكبير o'' اور ان میں وہ بھی ہے جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والا ہے اللہ کے حکم سے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔ (سورۃ الفاطر: ۳۲)

اب احادیث اور اقوال و آثار کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امت محمدی میں تمام خیرات و حسنات میں اگر کوئی سابق، اسبق اور سباق ہے تو اس کا نام حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، پھر پوچھا: آج تم میں سے کسی نے جنازہ پڑھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے، پھر پوچھا: آج تم میں سے کسی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ انہوں نے کہا، میں نے، پھر پوچھا: آج تم میں سے کسی نے کسی بیمار کی بیمار پرسی کی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے، پھر فرمایا: جس شخص میں یہ اوصاف جمع ہوں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل) ایک اور طویل حدیث میں اسی طرح کا مضمون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تمہیں جنت کی خوشخبری ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: آہ جنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی خوش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ وہ جس کارِ خیر کا بھی ارادہ کرتے ہیں اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی سابق نکلتے ہیں، اس کو حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما سے امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال: ۱۲/ ۵۱۳) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نمازی ہو اس کو جنت کے باب الصلوٰۃ سے، جو مجاہد ہو اس کو باب الجہاد سے، جو صدقہ ادا کرتا ہو اس کو باب الصدقہ سے اور جو روزہ دار ہو اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ایسا بھی کوئی شخص ہے جس کو تمام دروازوں سے آواز آئے گی، فرمایا: "نعم وارجوان تکون منھم یا ابا بکر" ہاں! مجھے امید ہے کہ تم انہی لوگوں میں شامل ہو، جب خلافت بلافصل کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تو ان کے متعلق شاندار الفاظ ادا کیے:

☆ ......اے گروہ انصار! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا حقدار وہی ہے جس کو قرآن مجید نے "ثانی اثنین اذھما فی الغار" کہا ہے، وہ ابو بکر ہے جو "السباق المبین" ہے، یعنی کھل کر تمام نیکیوں میں آگے بڑھنے والا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/ ۴۳۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لم ارادخیر قط الاسبق الیہ ابو بکر" میں نے کسی نیکی کا ارادہ نہیں کیا مگر اس میں ابو بکر ہی آگے بڑھ گئے۔ (کنز العمال: ۱۲/۲۳۰) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا تو وہ دو مرتبہ فرماتے: کیا تم لوگ "سباق" یعنی سب سے آگے بڑھنے والے کا ذکر کر رہے ہو، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم نے جب بھی کسی نیکی میں آگے بڑھنا چاہا ابو بکر ہم سے آگے بڑھ گئے۔ (مجمع الزوائد: ۹/۴۹) اتنے شواہد کے بعد یہی ثابت ہوتا ہے کہ "منھم سابق بالخیرات" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور جو "سابق بالخیرات" ہے، وہی "الفضل الکبیر" کا حقدار ہے، گویا سب سے بڑی فضیلت یعنی "افضلیت مطلقہ" انہی کے لیے متحقق ہے اور اسی عقیدے پر تمام صحابہ، تابعین، مجتہدین، اولیائے کاملین اور علمائے دین متین کا اجماع ہے۔

08 مولا رضی اللہ عنہ

"مولا" کا معنیٰ ہے محبوب، محب، قریب، غلام، مددگار وغیرہ، بے شک یہ لفظ و لقب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے بہت زیادہ مشہور ہے اور صحیح احادیث میں وارد ہے، جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی مولا ہے، تمام اہل ایمان ان کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مولا مانتے ہیں، اپنا محبوب اور مددگار سمجھتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ شان مولائی کسی اور کو نہیں ملی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم میرے مولا یعنی محبوب و مددگار ہو، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولا یعنی غلام اور مددگار ہوں، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے تو قرآن مجید نے لفظ "مولا" استعمال کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

☆......"فان اللہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المومنین" "تو بے شک اللہ اس (نبی) کا مولا ہے اور جبریل بھی مولا ہے اور نیکو کار مومن بھی مولا ہیں۔ (سورۃ التحریم:۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "صالح المومنین" کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اس کو امام ابو نعیم، امام طبرانی اور امام ابن مردویہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ (تفسیر درمنثور:۷/۲۲۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ "صالح المومنین" کے مصداق حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ (تبیان القرآن:۱۲/۱۱۴) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول یہی ہے:" وصالح المومنین قال ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما "اور نیکو کار مومنین سے مراد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (تفسیر الطبری) حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے:" وصالح المومنین قال خیارالمومنین ابو بکر الصدیق و عمر رضی اللہ عنہما"۔ (ایضا) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ایضا) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:"صالح المومنین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں" حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہما نے اس قول مبارک کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی کی ہے، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری زیر آیت:۴) ان شواہد سے معلوم ہوا کہ صالح المومنین یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "مولا" یعنی ناصر، مددگار اور دوستدار ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بعد اسی کی عطائے بے پایاں سے تمام لوگوں کی نسبت زیادہ مددگار ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆......"اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں اور نقیبوں کے ذریعے میری امداد

فرمائی، ہم نے پوچھا: وہ کون سے وزیر اور نقیب ہیں؟ فرمایا: دو اہل آسمان سے ہیں اور دو اہل زمین سے ہیں، میں نے عرض کیا: اہل آسمان سے دو کون ہیں؟ فرمایا: جبریل و میکائیل (علیہما السلام) میں نے پوچھا: اہل زمین میں سے کون ہیں؟ فرمایا: ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما)"۔ (معجم طبرانی کبیر: ۱۱/۱۷۹، مجمع الزوائد: ۹/۵۱)

09 خَیرٌ رضی اللہ عنہ

"خیر" کا معنیٰ ہے بہتر، نیکی، بھلائی وغیرہ، یہ نام صفاتی بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے بکثرت استعمال ہوا ہے، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (اور باقی نبیوں کے) بعد سب سے بہتر انسان کون ہے، فرمایا: ابو بکر، میں نے پوچھا: پھر ان کے بعد؟ فرمایا: عمر، میں نے ڈرتے ہوئے کہ اب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے، خود ہی بیان کر دیا کہ پھر آپ بہتر ہیں، فرمایا: میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ (صحیح بخاری، سنن ابی داؤد: ۴/۲۰۶، فضائل الصحابہ: ۱/۳۲۱، معجم طبرانی اوسط: ۱/۲۴۷) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "خیر" ابو بکر اور ان کے بعد "خیر" عمر ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱/۳۹، فضائل الصحابہ: ۱/۳۶۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: "یا خیر الناس بعد رسول اللہ "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب انسانوں سے "خیر" یعنی بہتر اور افضل انسان۔ (جامع ترمذی: ۵/۶۱۸، مستدرک: ۳/۹۶) حضرت اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات فرمائی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! ابو بکر! ابھی مجھے حضرت روح القدس (جبریل علیہ السلام) نے خبر دی

ہے: ''ان خیر امتك بعدك ابو بکر الصدیق '' بے شک آپ کی امت میں آپ کے بعد سب سے ''خیر'' یعنی بہتر وافضل ابو بکر صدیق ہے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۴، معجم طبرانی اوسط: ۶/ ۲۹۲)

بعض حضرات نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ سیاسی اور ظاہری طور پر تمام انسانوں سے افضل و بہتر ہیں، روحانی طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل و بہتر ہیں، یہ ''تفضیلیت'' آج کل بہت زیادہ عام ہو رہی ہے، یہ عقیدہ نہ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور نہ دیگر صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین سے موید ہے، آدمی پوچھے کہ بھئی کیا کوئی ایسی ''ولایت و روحانیت'' بھی موجود ہے جس میں تقویٰ نہ ہو؟ جب اجماع مفسرین سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے لفظ ''الاتقی'' کا مصداق ہیں یعنی نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے بڑے متقی ہیں تو وہ کون سی ''ولایت و روحانیت'' ہے جس سے یہ سب سے بڑا متقی بھی محروم رہے، یاد رہے کہ صوفیا اور اولیا کے ہاں یہ حدیث بہت مشہور ہے: ''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا، میں نے وہی کچھ ابو بکر کے سینے میں ڈال دیا'' اور فرمایا: ''ابو بکر زیادہ صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے آگے نہیں بڑھے بلکہ اس چیز کی وجہ سے آگے بڑھے ہیں جو ان کے دل میں ڈال دی گئی ہے''۔ (سبع سنابل: ۶۲) حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی ''منطق الطیر'' میں لکھتے ہیں ؎

ہرچہ حق از بارگاہ کبریا ریخت در صدر شریف مصطفیٰ
آں ہمہ در سینہ صدیق ریخت لاجرم لابداز و تحقیق ریخت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارکہ میں کیا ڈالا گیا ہے، کیا صرف سیاسی اور دنیاوی فیض ڈالا گیا ہے، روحانی فیض نہیں، حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب ثابت ہو گیا کہ قرب الہی میں شیخین کو مزیت وتفوق ہے تو ولایت بھی انہی کی اعلیٰ ہوئی''۔ (فتاوی رضویہ: ۲۹/ ۴۷۳) گویا حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں

افضل و اعلیٰ ہیں اور ان دونوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل و اعلیٰ اور خیر و بہتر ہیں، اسی پر جملہ اہل ہدایت کا اتفاق ہے، حصول برکات کے لیے چند اکابرین امت کی عبارات پیش کی جاتی ہیں:

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "خیر الناس" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد "خیر الناس" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۵۷۴) حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تقریباً اسی (۸۰) اسناد بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: اللہ کی لعنت ہو رافضیوں پر، یہ کیسے جاہل ہیں (ان کو خبر نہیں کہ) یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے متواتر منقول ہے۔ (تاریخ الاسلام: ۱/ ۱۱۵) حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے متواتر منقول ہے کہ انہوں نے منبر کوفہ پر اعلان فرمایا: اس امت کا اس نبی کے بعد بہترین انسان ابو بکر ہے اور ان کے بعد عمر ہے اور اگر میں چاہوں تو تیسرے مرد کامل کا نام بھی ظاہر کر دوں۔ (البدایہ: ۷/ ۳۲۱)

☆......حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "افضل الناس" حضرت ابو بکر ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (فقہ اکبر مع شرح علی القاری: ۶۲) حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر سب سے پہلے جس دلیل سے استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی تکلیف کے دنوں اور راتوں میں امام مقرر فرمایا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کریم کو ہمارے دین کا امام بنایا ہے ہم اس کو اپنی دنیا کا امام کیوں نہ پسند کریں، یاد رہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ماننا روافض اور اکثر معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ (شرح فقہ اکبر: ۶۳)

☆......حضرت شیخ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام نبیوں

کے بعد جمیع خلائق سے مقدم ہیں لہذا کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ ان سے آگے قدم بڑھائے۔ (کشف المحجوب:۶۹) آپ کے اس قول کی تائید اس حدیث مبارک سے بھی ہوتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے چلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لم تمشی امام من هو خیر منك ان ابا بکر خیر من طلعت علیه الشمس او غربت" "تم اس شخص سے آگے کیوں چل رہے ہو جو تم سے بہتر و افضل ہے اور ہر اس شخص سے بہتر و افضل ہے جس پر سورج طلوع ہوا یا غروب ہوا۔ (فضائل الصحابہ:۱/۱۵۴، مجمع الزوائد:۹/۴۴)

☆......حضرت حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "افضل الناس" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (احیاء العلوم:۱/۱۱۹) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا راز اس چیز کی بدولت ہے جو ان کے سینہ مبارکہ میں موجود ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وغیرت کا عظیم جذبہ اور ولایت و روحانیت کا حسین ولولہ جو اپنی مثال آپ ہے۔ (ایضا)

☆......حضرت شیخ الاولیاء عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا فرمان ہے: تمام اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں سے افضل ہے اور امت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ افضل ہیں اور صحابہ میں اہل حدیبیہ افضل ہیں اور ان میں اہل بدر افضل ہیں اور ان میں چالیس افراد افضل ہیں جن کا عدد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر پورا ہوا، پھر ان میں عشرہ مبشرہ افضل ہیں اور ان میں چار خلفا کرام افضل ہیں اور ان چاروں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ (اصول الدین:۲۴۹)

☆......حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: تمام محمدی اولیا میں سے افضل اور

اعلیٰ شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الیواقیت: ۲/۳۲۷)

☆......حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہ کا فرمان ہے: حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت باقی تمام امت پر قطعی ہے، اس کا انکار کوئی جاہل یا متعصب انسان ہی کر سکتا ہے۔ (مکتوبات: ۲/۳۶) اور فرمایا: حضرات خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے کیونکہ اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، خلیفہ اول کی افضلیت اس فقیر کے نزدیک نہ کثرت فضائل ہے اور نہ کثرت مناقب ہے بلکہ ایمان میں اسبقیت، مال خرچ کرنے میں اقدمیت اور تائید دین اور ترویج شرع متین کے لیے اپنی جان خرچ میں اولیت ہے، سابق گویا دین کے معاملے میں لاحق کا استاد ہے اور لاحق کو جو کچھ ملتا ہے وہ سابق کے خوان کرم سے ملتا ہے اور تینوں صفات کاملہ کا مجموعہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات مبارک ہے۔ (مکتوبات: ۳/۱۷)

☆......حضرت شیخ محقق، عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے متعلق کسی ایک صحابی اور تابعی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اسی عقیدے پر تمام اہل سنت کے مشائخ کا قرار داد ہے، اس افضلیت پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے (گویا یہ اجماعی عقیدہ ہے)۔ (تکمیل الایمان: ۱۴۸)

☆......حضرت شیخ محقق، عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: شیعوں کا دوسرا فرقہ ''تفضیلیہ'' ہے جو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ (جن میں شیخین کریمین بھی شامل ہیں) رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھتا ہے، یہ آزاد فرقہ شیطان لعین کا شاگرد ہے جس نے اس کا وسوسہ قبول کیا ہے، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق تہدید فرمائی، اگر میں نے کسی شخص کو یہ کہتے

سن لیا کہ وہ مجھے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے تو میں اس کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزادوں گا۔ (تحفہ اثنا عشریہ:۵)

☆......حضرت امام ابوبکر کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: تمام صوفیا کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب پر تقدیم حاصل ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا مقام ہے۔ (التعرف:٦٢) حضرت میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

محبت بایں ہر چہارت نکو   زتفضیل شیخین کارت نکو
محبت بہر چار گیر استوار   ولے فضل شیخین مفرط شمار
ورت فضل شیخین در دل کم است   بنائے تو در رفض متحکم است

10 اُولُوالفَضلِ رضی اللہ عنہ

"اولوالفضل" سے مراد ہے فضل، فضیلت، بزرگی اور شان و عظمت والے، سورۃ النور میں یہ نام مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے نازل ہوا ہے، فرمایا:

☆......"ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربیٰ والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا......" اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضل والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی اور ان کو چاہیے کہ وہ (ان کو) معاف کر دیں اور (ان سے) درگزر کریں، کیا تم دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کرے اور اللہ ہی بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔ (سورۃ النور:٢٢)

حضرت مسطح رضی اللہ عنہ ایک نادار، مہاجر اور بدری صحابی تھے، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی موافقت کی تھی، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا، پھر جب قرآن مجید نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی عظمت وطہارت کو واضح کر دیا تو کمال مہربانی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "اولوا الفضل منکم والسعہ "یعنی فضل و گنجائش والے کے مبارک نام سے یاد کر کے نصیحت فرمائی کہ حسب دستور ایسے لوگوں کی کفالت کرتے رہیے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کرے اور میں جو مسطح رضی اللہ عنہ سے سلوک کیا کرتا تھا، اس کو کبھی موقوف نہیں کروں گا بلکہ پہلے سے زیادہ خرچ کروں گا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو جاری فرما دیا، اس آیت سے آپ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور علوئے شان و مرتبت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو "اولوا الفضل" فرمایا ہے۔ (خزائن العرفان:۴۵۶) یہ آیت کریمہ حسب ذیل وجوہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے:

☆......تواتر سے ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

☆......"اولوا الفضل" جمع کا صیغہ ہے اور جب واحد شخص پر جمع کا اطلاق کیا جائے تو اس کی تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ نے فضل کو مطلق فرمایا اور اس کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "فاضل علی الاطلاق" تھے اور آپ میں ہر اعتبار اور ہر جہت سے فضیلت تھی۔

☆......اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اولوا الفضل منکم "یعنی جو تم سب میں سے صاحب

فضیلت ہیں، اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت مخصوصہ ہے۔

☆...... فضل کا معنیٰ ہے زیادہ، یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام مومنوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے تھے۔ (تفسیر تبیان القرآن: ۸/ ۱۱۵)

11 اُولُوالسَّعَۃ رضی اللہ عنہ

''اولوالسعۃ'' کا معنیٰ ہے وسعت، فراخی اور گنجائش والے، یہ نام مبارک بھی قرآن مجید کی مذکورہ صدر آیت مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے، گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ صاحب وسعت تھے، سب سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے والے اور احسان کرنے والے تھے، وہ سب سے زیادہ عبادت کرتے اور سب سے زیادہ مسلمانوں پر شفقت فرماتے، سب سے زیادہ جامع تھے، صدیقوں کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اور اس آیت کے مصداق تھے، فرمایا:

☆...... ''ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ○'' بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں اور نیکوں کے ساتھ ہے۔ (سورۃ النحل: ۱۲۸)

صاحب وسعت اسی وقت لائق تعریف ہوتا ہے جب وہ فیاض اور جواد ہو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے، امت میں اور کون ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر لوگوں کو نفع پہنچا کر گیا ہو، اس کا اعلان تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں میں مبعوث فرمایا تو تم نے میری تکذیب کی اور ابو بکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری دل جوئی کی۔ (صحیح بخاری) اور فرمایا: ہم پر کسی شخص کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ دے دیا، سوائے ابو بکر کے کہ ہم پر ان

کا احسان ہے اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عطا کرے گا، مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکر کے مال نے نفع دیا اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، خیال کرو کہ تمارا صاحب اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ: ۳/۳۲۷)

12 صَاحِبٌ رضی اللہ عنہ

"صاحب" کا معنیٰ ہے ساتھی، سنگی، ہمسفر، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ "صاحب الرسول" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ صاحب اور ساتھی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی یہ صحبت وصحابیت تو قرآن مجید سے ثابت ہے، فرمایا:

☆......"اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا....." "جب وہ اپنے ساتھی سے فرماتے تھے کہ غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (سورۃ التوبہ: ۴۰)

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت مبارکہ میں لفظ "صاحبہ" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات مقدس ہے اور ان کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے، حضرت امام حسن بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے وہ نص قرآنی کا منکر ہو کر کافر ہوا۔ (خزائن العرفان: ۲۵۲) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تم میرا غم نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، گویا اللہ تعالیٰ جو میری حفاظت و امداد فرمائے گا تو اس میں تم بھی شامل ہو گے، یہ بھی ان کی بہت بڑی فضیلت ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شان کے "صاحب الرسول" ہیں کہ صورت و سیرت میں مظہر رسول بن چکے تھے، ہجرت مدینہ کے دوران لوگوں نے سمجھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آگے بڑھ کر ان سے ملنے لگے، آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر تان کر بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں ان کا غلام ہوں، پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ (صحیح

بخاری) گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں انوار رسالت اس طرح جذب ہو گئے تھے کہ دیکھنے والے ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان کرتے تھے۔ (تفسیر تبیان القرآن: ۵/ ۱۴۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆......"لو کنت متخذاً من امتی خلیلاً لا تخذت ابا بکر ولکن اخی و صَاحِبِیْ" "اگر میں اپنی امت سے کسی شخص کو خلیل بناتا تو ضرور ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرا بھائی اور میرا صاحب (ساتھی) ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد: ۱/ ۴۳۷)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرا بھائی اور میرا صاحب (ساتھی) ہے اور تمہارے صاحب (نبی) کو اللہ تعالیٰ نے (اپنا) خلیل بنایا ہے۔ (صحیح مسلم، مسند احمد: ۱/ ۴۶۲)

☆......فرمایا: ابو بکر دین میں میرا بھائی اور غار میں میرا صاحب ہے۔ (مسند احمد: ۴/ ۴، حلیۃ الاولیا: ۴/ ۳۰۷)

یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا ہے، جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو، یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "اخی" (یعنی میرا بھائی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے بھی استعمال فرمایا ہے، اب صرف ایک شخصیت کا ذکر کرنا اور دوسری شخصیات کو نظر انداز کر دینا ہی "چشم احول" کا کمال ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے سواد اعظم کو محفوظ رکھا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو ایسے "صاحب الرسول" ہیں کہ بچپن میں بھی ساتھ رہے، شباب میں بھی ساتھ رہے، مکہ میں بھی ساتھ رہے، مدینہ میں بھی ساتھ رہے، ہجرت میں بھی ساتھ رہے، تمام غزوات میں بھی ساتھ رہے، غار میں بھی ساتھ رہے، مزار میں بھی

ساتھ رہے، راقم نے عرض کیا ہے

واہ کیا رتبہ ہے یار غار کا کنز رحمت کے در ضو بار کا
دہر سے لے کر قیام حشر تک جس پہ سایہ ہے سدا سرکار کا

13 ثَانِیْ اثْنَیْن رضی اللہ عنہ

"ثانی اثنین" کا معنیٰ ہے دو میں سے دوسرا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ نام مبارک بھی بہت زیادہ مشہور ہے اور قرآن مجید میں مذکور ہے، فرمایا:

☆...... "الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذهما فى الغار ..... "اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد کی جب کافروں نے اس کو (مکہ سے) نکالا، دو جان کہ غار میں تھے۔ (سورۃ التوبہ:۴۰)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "ثانی اثنین" یعنی دو میں دوسرا فرمایا ہے اور دین کے اکثر مناصب و مدارج میں وہی رسول اللہ ﷺ کے ثانی تھے، پہلے رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی تو پھر انہوں نے بہت سے لوگوں کو دعوت اسلام دی جس پر لبیک کہتے ہوئے حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مسلمان ہو گئے، اس طرح وہ دعوت اسلام دینے میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ثانی تھے، تمام غزوات میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے، گویا غزوات میں بھی ثانی تھے، پہلے رسول اللہ ﷺ نے تمام جزیرہ نمائے عرب کو کفر و شرک سے پاک کیا، ان کے وصال باکمال کے فوراً بعد ہی اکثر قبائل دوبارہ کفر و ارتداد کے اندھیروں میں ڈوب گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محنت شدید کے ساتھ ان کو دامن

اسلام سے وابستہ کیا، گویا وہ اسلام کے نفاذ و استحکام کے جذبوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اپنا مصلیٰ بھی انہی کی سپرد کیا جو دین اسلام کی سب سے اہم عبادت کا نمائندہ ہے، پھر وہی خلافت بلافصل کے مسند نشین ہوئے تو گویا امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ میں بھی وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ نور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس بنایا گیا، دو سال بعد وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہوئے تو گویا اس حجرہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے، اس طرح قیامت کے روز سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور شق ہوگی، پھر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں شق ہوں گی، گویا بارگاہ کبریائی کی حاضری میں بھی وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی ہوں گے، جب جنت الفردوس میں داخلہ ہوگا، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے تو امت محمدی میں سے سب سے پہلے وہی داخل ہوں گے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے، گویا اس اعتبار سے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی ہوں گے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لفظ "ثانی اثنین" سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا بھی استدلال کیا تھا، حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار نے کہا: ایک امیر ہمارا ہو اور ایک امیر تمہارا ہو، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کون سا شخص ہے جس کے متعلق یہ کلمات وارد ہوں، فرمایا: "ثانی اثنین اذھما فی الغار" دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے، یہ دونوں کون تھے، فرمایا: "اذ یقول لصاحبہ" جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا، فرمایا: یہ ساتھی کون تھے، فرمایا: "لاتحزن ان اللہ معنا" نہ غم کھاؤ، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، یہ دونوں کون ہیں، بعد ازاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریک پر) ہاتھ بڑھایا تو تمام لوگ بیعت

کرنے لگے اور یہ بہت ہی اچھی بیعت ہوگئی۔ (سنن کبری: ۶/ ۳۵۵)

یعنی وہ افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

14 اِمَامٌ رضی اللہ عنہ

"امام" کا معنیٰ ہے: پیشوا، ہادی، نماز پڑھانے والا، تسبیح کے دانوں کے اوپر کا لمبا دانہ، اس کی جمع "ائمہ" ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی حیات ظاہری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے بہترین افراد یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امام بنایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے تقریباً سترہ نمازیں لوگوں کو پڑھائیں، پھر آخر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ مقدسہ کا پردہ اٹھا کر یہ روحانی منظر ملاحظہ فرمایا اور بہت زیادہ خوش وخرم ہوئے کہ خدائے واحد کا شکر ہے میرا کوئی امتی اور صحابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وسیادت پر اعتراض نہیں کرتا، سب ان کی قیادت میں یکجان ہیں، کیا شان ہے اس امام برحق کی جس کو حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنا امام برحق تسلیم کرتے ہیں، اگر مقتدی اتنی شان والے ہیں تو امام برحق کتنی شان والا ہوگا، یہ امامت کوئی معمولی منصب نہیں ہے، معراج کی رات اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کے لیے آگے کیا تھا تو اس پر تمام علماء کرام نے استدلال کیا کہ یہ ان کی افضلیت کی دلیل بن گیا ہے، ادھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے کیا تو یہ ان کی بعد الانبیاء کی افضلیت کی دلیل کیوں نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم وعمل کو امت نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کی دلیل قرار دیا ہے اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو بدعتی اور گمراہ لکھا ہے:

☆......حضرت امام ابومنصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم بالترتیب افضل ہیں، پھر اصحاب بدر، پھر اصحاب احد اور پھر اصحاب رضوان سب سے افضل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۴۴)

اب حصول برکت کے لیے چند احادیث مبارکہ کو ملاحظہ کیجئے جن میں امامت صدیق اکبر نکھر کر سامنے آتی ہے اور اہل ایمان کا ایمان جگمگا اٹھتا ہے:

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وصال کے دوران لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے، پیر شریف کا دن آ گیا صحابہ کرام صفیں باندھ کر کھڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کا پردہ اٹھایا اور ہمیں ملاحظہ کرنے لگے، یوں لگتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور قرآن کا ورق ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کی صورت میں ہنسنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی خوشی میں ہم نے نماز توڑنی چاہی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہوئے کہ صف میں نماز پڑھ سکیں اور انہوں نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نماز کے لیے باہر نکلے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اشارہ فرمادیا کہ تم لوگ اپنی نماز مکمل کر لو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ نیچے گرادیا، پھر اسی روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۲۴۰، صحیح مسلم: ۱/ ۳۱۵، مسند احمد: ۳/ ۱۹۶، صحیح ابن حبان: ۱۴/ ۵۸۴)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وصال کے دوران حکم دیا: ابو بکر کو میری طرف سے حکم دو کہ لوگوں کو نماز

پڑھائے، میں نے عرض کیا: اگر وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رقت کی وجہ سے لوگوں کو کچھ نہ سنا سکیں گے، حضرت عمر کو حکم دے دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھالیں، پھر میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی بات کہنے کو کہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی بات کہہ دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو یوسف کی عورتوں کی طرح کر رہی ہو، ابو بکر ہی کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۲۴۰، ترمذی: ۵/ ۶۱۳، مسند احمد: ۶/ ۹۶)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا ینبغی لقوم فیھم ابو بکر ان یومھم غیرہ" "کسی قوم کے لیے جائز نہیں کہ اس میں ابو بکر موجود ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور اس قوم کی امامت کروائے۔ (ترمذی: ۵/ ۶۱۴)

☆...... امام احمد، امام نسائی، امام ابن حبان اور امام ابو یعلیٰ نے بیان کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں پڑھی، اس وقت انہوں نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور اس کی گرہ سینے پر باندھی ہوئی تھی۔ (مسند احمد: ۳/ ۲۴۳، سنن نسائی: ۱/ ۸۰، مسند ابو یعلیٰ: ۴/ ۷۹، زوائد ابن حبان: ۱۰۵) یہ روایت امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخذ کی ہے۔ (جامع ترمذی: ۱/ ۷۹) امام علی القاری نے لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو نماز میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور خود ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ (مرقات: ۳/ ۱۰۲) ایک روایت میں ہے کہ مرض الوفات میں تین مرتبہ نماز ان کی اقتدا میں ادا کی۔ (عمدۃ القاری: ۵/ ۱۹۰) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس امامت کا ذکر شیعہ عالم ابراھیم

امیلی نے بھی کیا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کو ان کی خلافت بلافصل اور افضلیت مطلقہ کی دلیل قرار دیا ہے، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیعت سقیفہ کے دوران انصار سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے مصلے پر کھڑا کیا ہے، وہ بولے: ہاں، فرمایا: تم میں سے کون ابو بکر سے آگے بڑھنا چاہتا ہے؟ وہ بولے: اللہ کی پناہ کہ ہم ابو بکر سے آگے بڑھ جائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/ ۴۳۲) پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیعت عام کے دوران بھی خطبہ دیا کہ لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو اس شخص پر اکٹھا کر دیا ہے جو تم سب سے افضل ہے اور غار میں دو کا دوسرا ہے، اٹھو اور اس کی بیعت کرلو، لوگ اٹھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (البدایہ: ۶/ ۳۰۵) پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بھی فرمان ہے:

☆ ......ہم نے صرف اتنا محسوس کیا ہے کہ ہم کو سقیفہ کے مشورے میں شامل نہیں کیا، اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں کہ بے شک ابو بکر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "احق الناس" یعنی تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں، بے شک وہی صاحب الغار ہیں اور ثانی اثنین ہیں، انا لنعلم شرفه وكبره ولقد امره رسول الله بالصلوة بالناس وهو حي، بے ہم ان کا شرف اور بزرگی جانتے ہیں اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان ہی کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (البدایہ: ۶/ ۳۰۶)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی کہا کہ میرے لیے ہرگز جائز نہیں کہ میں اس شخص سے آگے بڑھوں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا امام قرار دیا ہے۔ (کنز العمال: ۵/ ۶۴۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے: لوگو! تم میں سے کون ہے جو اس شخص کو پیچھے کرے

جس کو رسول اللہ ﷺ نے آگے کیا ہے، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تو وہ بات کی ہے جو کسی نے نہیں کی۔ (کنز العمال: ۶۵۶/۵) پھر جب لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنے بعد کوئی جانشین اور خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کسی کو (صراحت کے ساتھ) خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا، اگر اللہ تعالیٰ لوگوں سے خیر کا ارادہ فرمائے گا تو ان کو کسی بہتر آدمی پر جمع کر دے گا جیسے اس نے رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں کو بہتر شخص (ابو بکر) پر جمع کر دیا تھا۔ (کنز العمال: ۵۱۶/۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل اور بہتر سمجھتے تھے، ان کے نزدیک ان کی امامت اور خلافت خیر و کامیابی کی دلیل ہے اور برحق و بلا فصل ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی بھلائی اور اسلام کی کامرانی کے لیے اپنے محبوب اقدس کا جانشین اور خلیفہ بنایا ہے، ان کی ذات اقدس پر تمام مسلمانوں نے اجماع منعقد کیا ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگو! تم اپنے کسی بہترین آدمی کو اپنا امام بنایا کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے بہترین آدمی (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو ہمارا امام بنایا تھا۔ (الاستیعاب: ۲۵۱/۲) آج کل لوگ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بہت خیر خواہ بنے ہوئے ہیں اور ان کے طریقے کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق و صداقت کی دلیل قرار دیتے ہیں، پھر ان کی آڑ لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا کرتے ہیں اور ان کے گروہ کو باغی سمجھتے ہیں، کاش یہ لوگ انہی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی پڑھ لیتے: ''جو آدمی کسی اور آدمی کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے تو اس نے مہاجرین اور انصار کے بارہ ہزار افراد پر اعتراض کیا ہے''۔ (معجم طبرانی اوسط: ۲۴۲/۱) گویا ان کے نزدیک بھی مہاجرین اور انصار کے اتنے عظیم اور کثیر افراد کا ایک شخص کریم کی امامت و خلافت بلا فصل پر جمع ہونا اسلام کی بہت بڑی کامیابی ہے، ان لوگوں کو صرف اپنی پیٹ پوجا

سے غرض ہے، جدھر سے کچھ حاصل ہوا اور جیسا ماحول دیکھا ویسی بات کر دی، ان کو کسی شخصیت سے کوئی سروکار نہیں، پھر جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''سیاسی خلیفہ'' تسلیم کرتے ہیں تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیاست کا امام بنایا تھا، روحانیت کا امام نہیں بنایا تھا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان سے کوئی تخصیص دکھائی جاسکتی ہے یا محض اپنے مرض باطن کی وجہ سے پورے نظام اسلام کو برباد کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ ایسی شیخ الاسلامی سے امت محمدی کو محفوظ فرمائے۔

''امام'' کا کیا مقام ہے، ذرا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہ کی زبانی سنیئے:

☆......''جاننا چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے کامل متبعین جب تبعیت کے طور پر مقام نبوت کے کمالات کو پوری طرح حاصل کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو ''منصب امامت'' پر فائز کر دیا جاتا ہے اور بعض کو کمالات کے مجرد حصول پر کفایت فرماتے ہیں، یہ دونوں قسم کے بزرگ نفس کمال کے حصول میں برابر ہیں، فرق صرف منصب پر فائز کرنے اور نہ کرنے کا ہے یا ان امور کا ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں (اسطرح) کامل متبعین جب ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو ''منصب خلافت'' سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو ان کمالات کے مجرد حصول پر اکتفا کرتے ہیں جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔۔۔ یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالات ظلیہ میں ''منصب امامت'' کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور ''منصب خلافت'' کے مناسب قطب مدار کا منصب ہے، گویا یہ نیچے والے دونوں مقام اوپر والے

دونوں مقاموں کے ظل ہیں (یعنی مظہر کامل ہیں)"۔ (مکتوبات: ۱/۶۱)

گویا "منصب امامت" ایک مقام جامع ہے جس کا ظہور کامل قطب ارشاد کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک قطب ارشاد کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے، وہ عزیز الوجود اور نایاب ہوتا ہے اور قرنوں اور زمانوں کے بعد ایسا گوہر یکتا ظہور میں آتا ہے، یہ عالم تیرہ و تاریک اس کی نورانیت سے منور ہو جاتا ہے اور جس کو بھی رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت کا حصہ ملتا ہے تو اسی کے ذریعے سے ملتا ہے، جو شخص اسکا منکر ہو جائے وہ ذکر و فکر میں مشغول ہونے کے باوجود رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہے گا۔ (ایضا: ۱/۲۶۰) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے امام اول ہیں، کمالات مقام نبوت سے روشن و منور ہیں، ان کے سینے سے پھوٹنے والی ہدایت و معرفت کی کرنوں نے اولیاء اور علماء کے سینے جگمگا دیئے ہیں، ان کا منکر ہدایت و معرفت کی روشنی سے کبھی روشن نہیں ہو سکتا۔

15 آمِیرٌ رضی اللہ عنہ

"امیر" کا معنیٰ ہے: امر کرنے والا، حکم دینے والا، سردار، حاکم، مالدار، دولت مند، اس کی جمع ہے "امراء" امیر المومنین کا معنیٰ ہے مسلمانوں کا سردار، خلیفہ وقت اور اسلام کا حاکم اعلیٰ، قرآن و حدیث، صحابہ، تابعین اور جمیع مسلمین کی نصوص سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام اور اہل اسلام کے امیر ہیں، سردار ہیں اور حاکم اعلیٰ ہیں، ان کی ریاست اسلامی اور حکومت ایمانی ہے اور بلا فصل ہے، اس پر احادیث کے اشارات موجود اور مذکور ہیں:

☆...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ

حاضر ہونے کا حکم دیا، اس نے عرض کیا: اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاسکوں تو پھر کیا کروں؟ اس کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی طرف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فان لم تجدینی فاتی ابا بکر" "اگر تم مجھے نہ پاسکو تو ابو بکر کے پاس حاضر ہونا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی: ۵/ ۶۱۵، طبقات کبریٰ: ۳/ ۱۷۷)

☆ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے حج میں امیر الحج مقرر کیا تو انہوں نے مجھے نحر کے روز ایک گروہ میں یہ اعلان کرنے کے لیے روانہ کیا کہ خبردار! آج کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کعبہ شریف کا ننگا طواف نہ کرے۔ (صحیح بخاری: ۲/ ۵۸۶، سنن نسائی: ۵/ ۲۳۴، مسند ابو یعلیٰ: ۱/ ۷۷)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی امارت وسیادت میں حج کا قافلہ لے کر روانہ ہوئے تو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سورۃ برائت کے احکام پہنچانے کے لیے بھیج دیا، انہوں نے پوچھا کہ اے علی! کیا آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: امیر آپ ہی ہیں، میں تو صرف یہ احکام پہنچانے کے لیے آیا ہوں، گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اپنا امیر، سردار اور حاکم تسلیم کیا ہے، اسی لیے تو ہم کہتے ہیں اے پیرو! اے نعت خوانو! اے نقیبو! اے قوالو! ساری رات علی علی کیا کرو، ان کا ذکر تو عبادت ہے، صرف ایک بار کہہ دیا کرو کہ اگر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ مقام ہے تو پھر اس صدیق پاک رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہوگا جس کے ہاتھ پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیعت بھی کی ہے اور جس کے پیچھے نماز بھی پڑھی ہے اور جس کی امارت میں حج بھی کیا ہے اور جس کی خلافت کی تائید بھی کی ہے اور جس کے فیصلوں پر لبیک بھی کہا ہے۔

16 خَلِیفَةٌ رضی اللہ عنہ

اسم "خلیفہ" کا معنٰی ہے: قائم مقام ہونا، نائب مناب ہونا، بعد میں آنے والا، جانشین، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "خلیفہ بلا فصل" کے نام ولقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ قرآن وحدیث کے اشارات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے خلیفہ مقرر ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃ الرسول" بھی کہا جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

☆ ......"وعد الله الذين امنوا ----" "اللہ نے ایمان والوں سے وعدہ فرمایا کہ تم میں سے جو اچھے عمل کرے وہ اس کو ضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند کیا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا، میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔ (سورۃ النور:۵۵)

حضرت امام سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اکثر علما کرام نے خلفائے راشدین کی خلافت کے برحق ہونے پر اس آیت کریمہ سے دلیل حاصل کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو مومنوں کو خلافت عطا کرنے، دین میں استحکام بخشنے اور دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہونا ضروری ہے ورنہ وعدے کا خلاف لازم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع ہے، پھر ساری خوشخبری خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے دور میں واقع ہوئی تو اس لحاظ سے ان میں سے ہر ایک برحق خلیفہ ہوگا۔ (روح المعانی:۱۸/۲۰۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد آنے والے دیگر خلفا کرام رضی اللہ عنہم کو ترتیب و تزئین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خلافت سے سرفراز فرمایا ہے، اب کسی ایک کی خلافت کا انکار

دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت وموہبت کا انکار ہوگا،حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر،حضرت عمر،حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم کی خلافت کی ضامن ہے کیونکہ وہی لوگ سب سے پہلے ایمان والے ہیں اور حسن اعمال کے اہل ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میرے بعد خلافت تیس سال ہو گی۔(ترمذی،ابو داود)حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام میں اس قول کو اختیار فرمایا ہے کہ یہ آیت کریمہ خلافت اربعہ کا ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان لوگوں کو اپنی امانت عطا فرمائی،یہ خلفا کرام رضی اللہ عنہم ویسے ہی دین برحق پر گامزن تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا،یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی انسان بھی بزرگی میں ان سے مقدم نہیں۔(تفسیر قرطبی)قرآن مجید میں ہے:

☆......"واذا سر النبی ----- "اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی،پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی کی،پھر جب نبی نے اسے خبر دی تو بولی:آپ کو کس نے بتایا ہے،فرمایا:مجھے علم والے خبردار نے بتایا ہے۔(سورۃ التحریم:۳)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تحریم ماریہ اور اس کو صیغہ راز میں رکھنے کے لیے سرگوشی فرمائی،بعض نے فرمایا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر غیرت کو ملاحظہ کیا تو انہیں خوش کرنے کے لیے دو چیزوں کے بارے میں سرگوشی کی،ایک تحریم ماریہ اور دوسری خلافت ابو بکر اور اس کے بعد خلافت عمر کی بشارت،یہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے۔(تفسیر کبیر:۳۰/۴۳)شیعہ مفسر ابو الحسن علی القمی نے بھی لکھا ہے:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ حفصہ بنت عمر کو فرمایا:تحقیق میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد تمہارے والد عمر خلیفہ ہوں

گے۔(تفسیر قمی:۲/۶۷۳)شیعہ مفسر طبرسی نے بھی یہی لکھا ہے۔(تفسیر مجمع البیان:۱۰/۳۱۴)شیعہ مفسر فیض کاشانی نے بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ سے کہا: میں تمہیں راز کی بات بتاتا ہوں، اگر کسی کو بتاؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی، انہوں نے عرض کیا: ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ابو بکر کو خلافت ملے گی اور ان کے بعد عمر کو خلافت ملے گی، انہوں نے عرض کیا: آپ کو کس نے بتایا، فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ علیم وخبیر نے بتایا ہے۔(تفسیر صافی:۴/۷۱۶)اس طرح اور آیات بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت اور خلافت پر گواہ ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خلفا راشدین رضی اللہ عنہم کا اسی ترتیب اور تزئین کے ساتھ ذکر کیا ہے، خاص طور پر اپنے بعد ہمیشہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑا ہے:

☆......حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو اتری تو آپ اور ابو بکر تولے گئے، آپ بڑھ گئے، پھر ابو بکر وعمر تولے گئے تو ابو بکر بڑھ گئے، پھر عمر وعثمان تولے گئے تو عمر وزنی رہے، پھر ترازو اٹھالی گئی، اس سے رسول اللہ ﷺ غمگین ہو گئے یعنی یہ خواب گراں محسوس ہوئی، پھر فرمایا: یہ نبوت کی خلافت ہے، پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا کردے گا۔(ترمذی،ابوداؤد،مشکوۃ:۳/۳۳۸)

☆......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ترازو کا ایک پلڑا لایا گیا اور مجھے اس میں رکھا گیا اور پھر میری امت کو لا کر دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو میں اپنی امت پر بھاری رہا، پھر مجھے ہٹا کر ابو بکر صدیق کو لایا گیا اور ترازو کے پلڑے میں رکھا

گیا تو وہ بھی میری امت پر بھاری رہا، پھر ابو بکر کو ہٹا کر عمر بن خطاب کو لا کر پلڑے میں رکھا گیا تو وہ بھی میری امت پر بھاری رہا، پھر ترازو کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور میں اسے دیکھتا رہا۔ (فضائل الصحابہ لابی نعیم: ۱/۲۰۶)

☆ ...... حضرت عصمہ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بنو خزاعہ کے ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ! جب آپ دنیا سے چلے گئے تو ہم صدقے کے مال کس کے پاس لایا کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر کے پاس، پوچھا: جب وہ بھی چلے گئے تو پھر؟ فرمایا: عمر کے پاس، پوچھا: جب وہ بھی چلے گئے تو پھر؟ فرمایا: عثمان کے پاس، پوچھا: جب وہ بھی وفات پا جائیں گے تو پھر؟ فرمایا: پھر تم اپنی جانوں کو دیکھنا۔ (معجم طبرانی: ۲/۱۸۰)

☆ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے باپ ابو بکر اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ان کے متعلق مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ میں (خلافت کا زیادہ حقدار ہوں) اور اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان ابو بکر کے سوا (ہر ایک کی خلافت) کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ، مشکوۃ: ۳/۳۲۶)

☆ ...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم (اصحاب نبی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں ابو بکر صدیق کے برابر کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے، پھر عمر فاروق اور پھر عثمان غنی (کے برابر کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے) پھر صحابہ کو رہنے دیتے کہ ان میں کسی کی بزرگی بیان نہ کرتے۔ (صحیح بخاری، مشکوۃ: ۳/۳۲۷)

☆......ایک اور روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق افضل ہیں، پھر عمر فاروق اور پھر عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) افضل ہیں۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: ۳/۳۲۷)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آسمانوں کی جانب معراج کی تو ہر چیز پر یہ عبارت دیکھی: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابو بکر صدیق میرے خلیفہ ہیں۔ (الریاض النضرۃ: ۱/۱۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم نے بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح پورے صدق دل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول تسلیم کیا ہے اور ان کو اپنے اعلیٰ مشوروں سے مضبوط کیا ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

☆......ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا، پس ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا تھا، ہم اپنی دنیا کے معاملے میں اس شخص سے راضی ہو گئے، جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملے میں راضی تھے۔ (طبقات کبریٰ: ۳/۱۸۳)

زیادہ مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فوراً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت فرمائی، حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم نے جو حضرت معمر کے حوالے سے آپ کی بیعت میں چھ ماہ کی تاخیر والی روایت نقل کی ہے تو یہ حضرت زہری کا قول ہے اور غیر متصل ہے، اس لیے حجت نہیں، اس کی نسبت حضرت امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت درج کی ہے، اس میں ہے کہ بیعت عام کے دوران ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا: وہ آئے تو فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو

توڑنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ مجھے ملامت نہ کیجئے، پھر انہوں نے بھی بیعت کر لی، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اگر چہ انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ (المستدرک: ۳/۷۶) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

☆ ...... اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلافت دی ہوتی تو میں ابو بکر صدیق
اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو منبر رسول پر کھڑا نہ ہونے دیتا اور ان سے جنگ شدید کرتا
اگر چہ میرے پاس ایک چادر کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا۔ (تاریخ دمشق: ۴۲/۴۴۲)

گویا اگر وسائل نہ بھی ہوئے اور عساکر نہ بھی ہوتے تو بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے حق خلافت کے لیے ضرور جنگ آزما ہوتے اور خلفا راشدین رضی اللہ عنہم کو منبر رسول پر کھڑا نہ ہونے دیتے، یہ سب کام انہوں نے نہیں کیا بلکہ ان کی خلافت، امامت، امارت اور صداقت کو تسلیم کرتے رہے تو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی خلافت بلا فصل کے لیے منصوص نہیں کیا تھا، ایک شخص نے وصال مصطفےٰ ﷺ کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ باہر نکل کر اعلان کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خلافت عطا کر دی ہے، اس طرح کبھی کسی اور شخص کو خلافت نہیں مل سکے گی، انہوں نے فرمایا: میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط بات منسوب نہیں کی تو کیا اب ان کے جانے کے بعد ایسا کروں گا، اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (الریاض النضرۃ: ۱/۲۳۰) ایک بار انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خلافت نہیں دی، ہم اسے خود طلب کرتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہماری طلب درست تھی یا غلط تھی، یہ طلب اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی تو درست ہو گی، اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی اور دین کو مضبوط کیا، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی اور دین کو ایسا مضبوط کیا کہ وہ اطمینان سے ٹھہر گیا جیسے کوئی اونٹ اطمینان سے گردن ڈال دیتا ہے۔ (مسند احمد: ۱/۹۲۱، تاریخ دمشق: ۳۰/۲۹۱) حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ بیعت عام کے سات روز بعد تک لوگوں کو یہ بیعت توڑنے کا فرماتے رہے (کہ میرے علاوہ کسی اور شخص کو خلیفہ بنالو) آخر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم آپ کی بیعت نہیں توڑیں گے اور نہ ہی کوئی ایسا مطالبہ کریں گے، اگر ہم آپ کو اس کے قابل نہ سمجھتے تو آپ کی بیعت نہ کرتے۔ (الریاض النضرۃ،۱/۲۵۲) اب ذیل میں شیعہ حضرات کے کچھ حوالے نقل کیے جاتے ہیں تاکہ سند مزید رہے:

☆......(۱)......☆

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں یہ آیت پڑھی: "الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم "جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے عمل برباد کیے۔ (سورۃ محمد:۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: اے ابوالحسن! یہ آیت پڑھنے کا کیا مقصد ہے؟ فرمایا: میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے، انہوں نے پوچھا: پھر بھی یہ آیت پڑھنے کی کوئی غرض تو ہوگی؟ فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ "جو کچھ تم کو رسول دے، لے لیا کرو اور جس سے روکے رک جایا کرو" تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہو جاؤ کہ انہوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے۔ (تفسیر صافی:۲/۵۶۱، تفسیر قمی:۲/۳۰۱)

☆......(۲)......☆

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہم ابوبکر کو خلافت کا سب سے زیادہ حقدار جانتے ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہیں اور وہی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے تھے اور بے شک ہم ان کی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں اور انہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہری میں امامتِ نماز کا حکم صادر فرمایا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید:۱/۲۹۳)

⭐ ...... ۳ ...... ⭐

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے جب تک اس کا دوسرے سے حق نہ لے لوں اور ہر قوی میرے لیے کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے مستحق کا حق نہ دلادوں، ہم اللہ کی رضا پر راضی ہوئے اور اس کے امر کو اس کے سپرد کردیا، اے پوچھنے والے! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھوں گا، خدا کی قسم! میں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی تو کیسے ممکن ہے کہ میں ہی سب سے پہلے ان کی تکذیب کروں، میں نے اپنے معاملے میں غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا حضرت ابو بکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لیے بیعت لینے سے بہتر ہے اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۱/۸۸)

⭐ ...... ۴ ...... ⭐

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ اپنے جانشین کی وصیت کیوں نہیں کر رہے، آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وصیت نہیں کی تھی، البتہ فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا تو میرے بعد بہترین آدمی پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے گا۔ (تلخیص الشافی: ۲/ ۳۷۲)

⭐ ...... ۵ ...... ⭐

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو جناب ابو سفیان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: آپ ہاتھ بڑھائیے، میں آپ کی بیعت کرتا ہوں، خدا کی قسم! میں آپ کی حمایت کے لیے اس علاقے کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا اگر آپ کسی خوف کی وجہ سے خلافت کا اعلان نہیں کر رہے، حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسفیان! تیرے لیے افسوس ہے، یہ بھی تیری ایک چال اور مصیبت ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے (کیا میں اس کو توڑ دوں) تو کفر میں بھی اور اسلام میں بھی فتنہ پروروں کا متلاشی رہا ہے، خدا کی قسم! اس سے اسلام کو کوئی گزند نہیں ہوگا مگر تو ہمیشہ فتنہ پرور رہے گا۔ (تلخیص الشافی: ۲/۴۲۸)

☆......⑥......☆

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس خط پہنچا تو وہ واپس مدینہ آگئے اور دیکھا کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر رہے ہیں، انہوں نے جا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا: جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہی بات ہے، انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے بھی بیعت کر لی ہے؟ فرمایا: ہاں! (میں نے بھی بیعت کر لی ہے)۔ (احتجاج طبرسی: ۵۰)

☆......⑦......☆

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر لی، پھر حوادث کے دفع کرنے کے لیے ان کی نصرت وحمایت کے لیے اٹھا، یہاں تک کہ باطل چلا گیا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو گیا اگرچہ یہ کافروں کو ناپسند تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلافت کے متولی ہوئے تو انہوں نے حالات کو درست کیا اور آسانی پیدا کی، وہ حق کے قریب ہوئے اور میانہ روی اختیار کی، میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مصاحب اور ہم نشین رہا اور میں نے ان امور میں پوری کوشش کر کے ان کی اطاعت کی جن امور میں انہوں نے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ (ناسخ التواریخ: ۳/ ۵۳۲)

اس قسم کی عبارات اور حوالہ جات بھی شیعہ کتابوں میں مرقوم ہیں، ان کی تشریح میں

ان لوگوں نے کمال کی چابکدستی سے کام لیتے ہوئے یہی لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیے اور مجبوری کی بنا پر بیعت کرلی اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھ لی تھیں "کتاب الروضہ من الکافی" میں ہے کہ انہوں نے اپنے معاملے کو چھپا کر رکھا اور مجبوراً بیعت کرلی کیونکہ ان کے معاونین نہیں تھے، اسی طرح "کتاب الشافی" میں مذکور ہے کہ انہوں نے شر و فساد کو دفع کرنے اور فتنہ پروری سے گریز کرنے کے لیے بیعت کی، "مجالس المومنین" میں منقول ہے کہ انہوں نے اور جملہ بنو ہاشم نے مجبوراً بیعت کرلی، خالد بن سعید اموی اور ان کے بھائیوں نے بھی ان کی اتباع میں بیعت کرلی، گویا حقائق اتنے واضح ہیں کہ تمام شیعہ مفسرین و مورخین نے بیعت کرنے کا اعتراف کیا ہے اور یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ بیعت اس لیے کی کہ زیادہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طرفدار نہیں تھے، پھر اسلام کی اجتماعیت کا بھی سوال تھا اس لیے مجبوراً اور مصلحتاً بیعت کرلی، ہم عرض گزار ہیں کہ آپ حضرات بھی ذرا اسلام کی اجتماعیت کا خیال فرمالیا کریں، آپ نے تو چودہ سو سال سے ایک ہی مسئلے کو سر پر اٹھا رکھا ہے اور کروڑوں مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹا دیا ہے، جس اسلام کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل میں اتنا لحاظ تھا کہ انہوں نے اپنی خلافت و امامت قربان کردی، آخر آپ حضرات کو اس اسلام کا اتنا لحاظ کیوں نہیں؟ آپ حضرات نے اس مسئلے پر خاموش رہنے اور تقیہ کرنے کی بجائے باقاعدہ ایک مذہب تشکیل دے لیا ہے، اس کی خاطر قتل و غارت کے بازار گرم کیے ہیں، اگر آپ حضرات اتنے پرامن امام کے واقعی قائل ہیں اور عاشق ہیں تو ان کے نقش قدم پر چل کر پورے عالم اسلام میں اور پوری تاریخ اسلام میں امن و امان کے گہرے نقوش ثبت کرتے، افسوس! کتنا فرق ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اخلاص میں اور ان کے ان نام نہاد ماننے والوں کے اعمال میں، اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سچے اور وفادار غلام وہی لوگ ہیں جو ان کے نقش قدم پر چل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل اور نائب حقدار تسلیم کرتے ہیں، راقم نے عرض کیا ہے ؎

شاہ رسل نے اپنا مصلی دیا جسے

بے فصل اس کا دور خلافت ہے بالیقین

مولا علی بھی جس کو "امام الھدیٰ" کہے

کتنی عظیم تر یہ امامت ہے بالیقین

17 سَیِّدٌ رضی اللہ عنہ

اسم "سید" کا معنیٰ ہے: سردار، بزرگ، بادشاہ، تاجور وغیرہ، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف شخصیات کے لیے لفظ "سید" استعمال کیا ہے، مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق" سیداً وحصوراً" کے الفاظ بیان کیے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے فرمایا:" انا سید ولد آدم "میں ساری نسل انسانی کا سردار ہوں" انا سید الاولین والآخرین "میں پہلوں اور پچھلوں کا سردار ہوں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا:" سیدۃ نساء اھل الجنۃ "تمام اہل جنت کی عورتوں کی سردار، یا فرمایا: تمام مومن عورتوں کی سردار ہے، اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا:" سیدا شباب اھل الجنۃ "تمام جنتی نوجوانوں کے سردار، اب اتنے حقائق کو جاننے کے بعد اس حقیقت کا بھی بخوبی علم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے بھی لفظ "سید" استعمال کیا ہے:

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" ابو بکر و عمر سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین "ابو بکر و عمر نبیوں اور رسولوں کے

علاوہ تمام جنتی اگلے اور پچھلے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ: ۳/ ۳۴۷)

☆ ......یہی روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر و عمر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام جنتی اگلے اور پچھلے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں، اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/ ۴۷۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر بہت واضح ہے اور اس کو خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ (ازالۃ الخفاء: ۱/ ۲۱۶) بعض منکرین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جنت میں سب جوان ہوں گے تو پھر بوڑھوں کے سردار ہونے کا کیا مطلب؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنتی بوڑھوں سے مراد وہ جنتی ہیں جو بڑھاپے میں فوت ہوئے اور جوانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو جوانی میں فوت ہوئے، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

☆ ......حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ دونوں جنتی لوگوں کے سردار ہیں جو دنیا میں بڑھاپے کی حالت میں فوت ہوئے اور جس طرح یہ بوڑھوں کے سردار ہیں اسی طرح جوانوں کے بھی سردار ہیں۔ (اشعۃ اللمعات: ۴/ ۶۶۴)

پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جب جنت میں سب نوجوان ہوں گے تو پھر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو نوجوانوں کے سردار کہنے کا کیا مطلب، نوجوانوں کی قید کیوں، پھر اگر یہ تفریق نہ رکھی جائے تو لازم آئے گا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی سردار ہوں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سردار ہوں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھی سردار ہوں۔ (ضرب حیدری: ۱۳۰)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! نبیوں اور رسولوں کے بعد یہ دونوں جنتی بزرگوں اور نوجوانوں کے (سید) سردار ہیں۔ (مسند احمد: ۱/ ۸۰) حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیعت کے موقع پر کہا: اے ابو بکر! ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہمارے سید اور خیر اور احب (محبوب) ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! میں تمام اولاد آدم کا سید ہوں اور تمہارا والد (ابو بکر صدیق) تمام عرب کے عقلمندوں کا سید ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۴۷۴)

خاص اس سابق سیر قرب خدا — اوحد کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایہ مصطفےٰ ، مایہ اصطفاء — عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل — ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین ، سید المتقین — چشم وگوش وزارت پہ لاکھوں سلام

18 وَلِیٌّ رضی اللہ عنہ

"ولی" کا معنیٰ ہے: دوست، قریب، محب اور محبوب، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام محمدی اولیا کے سردار اور بادشاہ ہیں جیسا کہ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

☆ ......"ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء والمرسلین ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم اجمعین وھذا الترتیب بین ھولاء الاربعۃ الخلفاء قطعی عند الشیخ ابی الحسن الاشعری وظنی عند القاضی ابو بکر باقلانی" بے شک نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام محمدی اولیا سے افضل حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں، ان چاروں خلفاء کے درمیان یہ ترتیب حضرت شیخ اشعری کے نزدیک قطعی ہے اور قاضی باقلانی کے نزدیک ظنی ہے۔ (الیواقیت: ۳۲۸)

دیگر بہت سے صوفیا کرام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام اولیا کا سردار قرار دیا ہے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ ولیوں کے ولی ہیں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام لوگوں کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد لوگ پریشان ہوئے کہ کس کو اپنا امام بنائیں تو ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر آسمان کے نیچے کوئی شخص کریم نظر نہ آیا، پس انہوں نے انہی کو اپنی گردنوں کا ولی (یعنی والی وارث) بنالیا۔ (تاریخ الخلفاء:۵۱) حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "وهو افضل الاولياء من الاولين والآخرين وقد حكى الاجماع علىٰ ذالك" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام پہلے اور پچھلے اولیا کرام سے افضل ہیں اور اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے، رافضی اگر اس کی مخالفت کرتے ہیں تو ان کی مخالفت کی کوئی حیثیت نہیں۔ (شرح فقہ اکبر:۶۱) حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی بہترین صوفی اور اعلیٰ ترین ولی تسلیم کیا ہے، فرماتے ہیں: "ان الصفا صفاء الصديق ان اردت صوفياء على التحقيق" (کشف المحجوب:۳۲) حضرت شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بعض اولیاء کو خلافت باطنی کے ساتھ خلافت ظاہری بھی عطا ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن رضی اللہ عنہم اور بعض اولیاء کو صرف خلافت باطنی حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت احمد بن ہارون، حضرت بایزید بسطامی اور اکثر قطب وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ (فتوحات مکیہ:۲/۹) معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ولی اعظم ہیں اور ان کی ولایت اعظمیٰ کی تصدیق اولیا کرام فرما رہے ہیں، اب جس بیچارے کو ولایت کی ہوا بھی نہیں لگی وہ ان کی ولایت اعظمیٰ کا انکار کرتا پھرے اور ان کو سیاسی خلیفہ سمجھتا پھرے تو اس کی گفتگو پر کون صاحب العقل کان دھرے گا اور تسلیم کرے گا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

☆......حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے کمالات تو انبیا کے کمالات کے

مشابہ ہیں اور اہل ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے اور اہل کشف کے کمالات ان کے درجات کی بلندی کے باعث آدھی راہ میں ہیں، ولایت تو ان کے کمالات کے مقابلے میں راستے میں پھینکی ہوئی چیز ہے، ولایت کے کمالات، تو نبوت کے کمالات پر چڑھنے کے لیے ایک سیڑھی کی مانند ہیں، پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے اور مطالب کو مبادی کا کیا شعور ہے، آج یہ بات عہد نبوت (ظاہری) سے دوری کی وجہ سے اکثر لوگوں کو ناگوار اور ناقابل قبول معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے، در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند۔۔۔۔ ہر چہ استاد ازل گفت ہماں می گوئیم، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس گفتگو میں میں علما اہل سنت کے ساتھ موافق ہوں اور ان کے اجماع سے متفق ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے علم استدلالی کو مجھ پر کشفی کیا ہے اور علم اجمالی کو مجھ پر تفصیلی بنایا ہے۔ (مکتوبات: ۱/۲۵۱)

قرآن مجید میں ہے:

☆ ......"انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا۔۔۔" "بے شک تمہارا ولی ہے اللہ اور اس کا رسول اور تمام ایمان والے، جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔ (سورۃ المائدہ: ۵۵)

حضرت امام مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ طبرانی اوسط میں "مجہول راویوں" کی سند سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بار نفل نماز کے رکوع کی حالت میں تھے کہ ایک سائل آ کر کھڑا ہوا، انہوں نے اسی حالت میں اپنی انگشتری اتار کر اس کو دے دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس روایت کے دوسرے شواہد بھی آئے، یہ تفسیر حضرت

علی، حضرت ابن عباس اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت جملہ ایمانداروں کے حق میں نازل ہوئی، دریافت کیا گیا کہ حضرت! لوگ تو کہتے کہ اس کا نزول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہوا: فرمایا: وہ بھی مومنوں میں شامل ہیں، اس کو عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے، حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ہوا۔ (تفسیر مظہری زیر آیت: ۵۵) امام بغوی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان درج کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی، انہوں نے کہا: ہم اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے مددگار ہونے پر راضی ہیں۔ (تفسیر بغوی) امام قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) ایک قول ہے کہ یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

☆ ...... حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اسد، اسید اور ثعلبہ کو یہودیوں نے تکالیف پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ تمہارا محافظ و مددگار اور دوست اللہ تعالیٰ ہے، اس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں جو پانچوں نمازیں باجماعت پڑھتے ہیں اور اپنے اموال کی زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن عباس)

معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ولی ہیں اور چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان تمام کے سردار ہیں اس لیے ولیوں کے ولی ہیں اور ان پر جملہ کمالات ولایت کا دارومدار ہے۔

19 اَرْحَمُ رضی اللہ عنہ

"ارحم" کا معنیٰ ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا،مہربانی فرمانے والا،حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس ساری امت محمدی پر سب سے بڑا مہربان اگر کوئی ہے تو اس کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے،خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆......ابوبکر میری امت میں سب سے بڑا نرم مزاج اور مہربان ہے اور عمر بہترین عادل ہے اور عثمان سب سے زیادہ حیادار ہے اور علی سب سے زیادہ دانا اور بہادر ہے اور عبداللہ بن مسعود سب سے زیادہ نیک اور امن والا ہے اور ابوذر غفاری سب سے زیادہ زہد و صدق والا ہے اور ابو درداء سب سے زیادہ عبادت گزار اور متقی ہے اور معاویہ بن ابی سفیان زیادہ حلم و سخاوت والا ہے۔(تاریخ دمشق:۱۳/ ۳۶۵،الفردوس:۱/ ۴۳۸)

محدثین نے اس روایت کا ضعف بھی بیان کیا ہے مگر فضائل میں مروی ہے اس لیے مقبول ہے اور اس کی تائید دیگر روایت سے ہوتی ہے جو اس کو تقویت پہنچاتی ہے،حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆......ارحم امتی بامتی ابو بکر "میری امت میں میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہے۔(ترمذی،ابن ماجہ،معجم طبرانی صغیر:۱/ ۳۳۵،ابن ابی شیبہ:۷/ ۴۷۴)

☆......فرمایا:بے شک آسمان میں دو فرشتے ہیں،ایک سختی سے حکم دیتا ہے اور دوسرا نرمی سے حکم دیتا ہے اور دونوں حق پر ہیں(پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا) میرے دو ساتھی ہیں،ایک سختی سے اور دوسرا نرمی سے حکم دیتا ہے اور دونوں حق پر ہیں(پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا)۔ (مجمع الزوائد)

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر ایک عالی شان خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان کے لیے "احدبھم علی الاسلام" کے الفاظ استعمال کیے، اس کا معنٰی ہے کہ آپ سب سے زیادہ اسلام پر مہربانی فرمانے والے تھے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷، مسند بزار: ۳/ ۱۳۸، نوادر الاصول: ۳/ ۱۴۲، الاستعیاب: ۱/ ۹۸) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام اور اہل اسلام پر کس قدر مہربانی فرمائی اس کا اندازہ اس دور کے تاریخی احوال سے لگایا جاسکتا ہے، بہت سے قبائل کفر وارتداد کا شکار ہو گئے اور ریاست مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے کمر بستہ ہوئے، اسلام کے بنیادی عقائد و اعمال کو ہلا کر رکھ دیا گیا، اگر اس دور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت مشکل فیصلے نہ کرتے تو آج اسلام کی اور اہل اسلام کی کیا حالت زار ہوتی، آپ رضی اللہ عنہ نے بنیادی اصول وعقائد ایسے قائم فرمادیئے کہ آج تک کسی میں ان کو تبدیل کرنے کی جرات نہیں، اگر کوئی ایسی نازیبا جرات کرتا ہے تو ان کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نظام اسلامی کو قائم کرنے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی ہیں اور تمام امت محمدی کے مقتداء ہیں، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہترین خلیفہ تھے اور لوگوں کے لیے بہت زیادہ مہربان اور رحم دل تھے۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۳۸۶)

20 اَعْلَمْ رضی اللہ عنہ

"اعلم" کا معنٰی ہے سب سے زیادہ علم وفضل والا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ علم وفضل جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا، یہی امت کے کثیر علماء کا فیصلہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے کا وارث بنایا تو اس میں ان کے اعلم الناس ہونے کی دلیل ہے، پھر ان احادیث مبارکہ پر توجہ فرمایئے:

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا میں رہے یا آخرت کو اختیار کر لے، پس اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے پاس والی چیز (آخرت) کو اختیار کر لیا ہے، اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے، ہم لوگوں نے اس پر تعجب کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی ایک بندے کا ذکر کیا ہے جس کو اختیار دیا گیا، پھر (ہمیں معلوم ہوا) وہ عبد مختار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب لوگوں سے زیادہ علم والے تھے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز سے واقف تھے)۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی: ۵/ ۶۰۸، مسند احمد: ۳/ ۱۸، طبقات ابن سعد: ۲/ ۲۲۷)

☆......حضرت ابن ابی معلی رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس میں یہی واقعہ بیان ہوا، انہوں نے بھی فرمایا: " فکان ابو بکر اعلمھم بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والے تھے، چنانچہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر ہمارے والدین اور اموال قربان ہو جائیں۔ (ترمذی: ۵/ ۶۰۷، مسند احمد: ۴/ ۲۱۱)

☆......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ مجھے دودھ سے بھرپور پیالہ دیا گیا، میں نے سیر ہو کر دودھ پیا کہ میری تمام رگوں میں گردش کرنے لگا، پھر باقی دودھ ابو بکر کو عطا کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تعبیر سمجھ گئے اور بولے: یا رسول اللہ! دودھ سے مراد علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا

اور آپ نے وہ علم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے صحیح کہا۔ (صحیح ابن حبان: ۶/ ۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جملہ کمالات و اوصاف کی طرح علوم و معارف میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر کامل تھے، آپ رضی اللہ عنہ علم القرآن، علم الحدیث، علم التعبیر اور علم الانساب میں سب سے زیادہ علم و فضل کے مالک ہوئے، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خوابوں کی تعبیر کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ میں یہ علم التعبیر ابو بکر صدیق کو بھی سکھا دوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۳) حضرت محمد بن سرین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے سب سے بڑے عالم تعبیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (کنز العمال: ۸/ ۲۱۹) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم توحید پر گفتگو کرتے سنا تو ان کے درمیان ایک عجمی شخص کی طرح بیٹھا رہا لیکن کچھ نہ سمجھ سکا۔ (الریاض النضرۃ: ۱۵۱)

یاد رہے کہ محدثین کرام نے جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کی حدیث بیان کی ہے تو وہاں باب باندھا ہے "اهل العلم و الفضل احق بالامامة "یعنی اہل علم و فضل ہی امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ (صحیح بخاری) "امامة اهل العلم و الفضل "یعنی اہل علم و فضل کی امامت۔ (سنن نسائی) تمام شارحین حدیث نے یہی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت عطا کی تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ علم اور فضل کے حامل تھے۔ (شرح نووی: ۱/ ۲۳۶، اشعۃ اللمعات: ۱/ ۵۱۴، مرقات: ۳/ ۸۲، حاشیہ نسائی: ۱/ ۱۲۶، فیوض الباری: ۲/ ۳۱۵) امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل، اعلم اور افقہ ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو نماز پڑھانے کا حکم صادر فرمایا۔ (ارشاد الساری: ۲/ ۳۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے

موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت پڑھی: "وما محمد الا رسول "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرت دور ہوگئی، انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ہمیں یوں محسوس ہوا کہ لوگ اس سے پہلے اس آیت کو نہیں سمجھتے تھے، پھر جب لوگ رخصت ہوئے تو سب کی زبان پر یہی آیت تھی، پھر جب قبائل نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن وحدیث کے مزاج کے مطابق فیصلہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے، پس میں نے بھی جان لیا کہ وہی حق ہے۔ (بخاری مسلم، ترمذی) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس نتیجے پر پہنچے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہی حق ہے۔ (ملخصاً تصفیہ: ۱۹) امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑے عالم و فاضل ہیں۔ (صواعق محرقہ: ۱۷) یہی تحقیق حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی پیش کی ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ: ۳۷۷)

یاد رہے کہ معرفت الٰہی میں سب سے عظیم فرمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سمجھا گیا ہے، فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کا ایک ہی راستہ رکھا ہے کہ بندہ اس کی معرفت سے عاجز ہو جائے۔ (کتاب اللمع: ۲۴۰)

21 مُؤمِنٌ رضی اللہ عنہ

"مومن" کا معنیٰ ہے: ایمان والا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مومن اور سب سے بڑے مومن ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان اس قدر کامل و اکمل ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصدیقات اس پر گواہ ہیں:

☆ ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیے اور بیل کی

گفتگو پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ابو بکر اور عمر اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۲/۵۱۹)

☆......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سورۃ العصر کی تفسیر پوچھی تو فرمایا: "الا الذین امنوا" (مگر جو لوگ ایمان لائے) سے مراد ابو بکر صدیق ہے "وعملوا الصلحت" (جو نیک عمل کرتے ہیں) سے مراد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے "وتواصوا بالحق" سے مراد عثمان غنی ہے اور "وتواصوا بالصبر" سے مراد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے۔ (تفسیر احکام القرآن)

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک بار قریش مکہ رسول اللہ ﷺ پر ظلم وتشدد کر رہے تھے، اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ گیا، وہ قریش کو مارتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا: افسوس! تم لوگ اس شخص کریم کو قتل کرنا چاہتے ہو جس کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے بھیگ گئی، فرمایا: لوگو! مجھے بتاؤ آل فرعون کا مومن بہتر تھا کہ ابو بکر صدیق بہتر ہیں؟ لوگ خاموش رہے، فرمایا: مجھے جواب دو؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن کے ہزاروں لمحات سے بہتر ہے، وہ اپنا ایمان چھپاتا تھا اور یہ اپنا ایمان ظاہر کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۸)

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۸)

☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

ایمان تمام اہل زمین کے ایمان سے تولا جائے تو ان کا ایمان زیادہ وزنی ہوگا۔ (جمع الجوامع:۱۱/۲۱۸)

☆.....حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور خواہش پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کیے، ان میں ایک منقبت یہ ہے: ''واول الناس ممن صدق الرسلا'' وہ پہلے آدمی ہیں جس نے تمام رسولوں کی (بالخصوص تاجدار ختم نبوت کی) تصدیق فرمائی۔ (الاستیعاب:۲/۲۴۴)

☆.....حضرت فرات بن سائب رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی رسول میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما افضل ہیں؟ وہ کانپنے لگے اور فرمایا: کیا میں ایسے زمانے تک زندہ رہوں گا کہ جس میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے برابر کسی کو سمجھا جائے گا، اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے، وہ دونوں اسلام کے سرکردہ ہیں، پوچھا: کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو بحیرہ راہب کے دور سے اسلام لا چکے تھے اور انہوں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کی کوشش کی، یہ معاملات اس وقت ہوئے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ (تاریخ الخلفاء:۲۸)

یاد رہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شروع دن سے ایماندار تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی ایک لمحے کے لیے بھی کسی غیر خدا کو سجدہ نہیں کیا، امام زہری سے روایت ہے کہ یہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ ان کو کبھی اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی شک لاحق

نہیں ہوا۔ (معرفۃ الصحابہ:۱/ ۵۲) ان کی عمر چند برس تھی، ان کا والد ساتھ لے کر بت خانے میں داخل ہوا اور کہا یہ بت تمہارے خدا ہیں، انہوں نے ایک پتھر بڑے بت کو مارا تو والد پریشان ہو گیا اور پوچھا: یہ کیا ہے؟ پھر وہ آپ کو لے کر گھر آگیا، ماں سے بات کی تو ماں نے کہا: اس بچے کو کچھ نہ کہو، اس کی ولادت کی رات میں نے سنا ہے: اے اللہ کی بندی! تمہیں اس آزاد بچے کی خوشخبری ہو، اس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہے۔ (ارشاد الساری: ۸/ ۷/ ۳) امام قسطلانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بعثت سے پہلے بھی اور بعثت کے بعد بھی ہمیشہ مومن کامل رہے، یہی قول زیادہ پسندیدہ ہے۔ (ایضاً: ۸/ ۷/ ۳) امام سبکی نے بیان کیا ہے کہ ان سے کوئی حالت بھی کفریہ ثابت نہیں، یہی حق ہے اور یہی ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔ (ایضاً) یہی وجہ ہے کہ جونہی ان کو دعوت اسلام پیش کی گئی انہوں نے بغیر کسی حیل و حجت اور تردد و تذبذب کے قبول کر لی، وہ پہلے سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل و شواہد دیکھ چکے تھے اور ان پر کامل ایمان رکھتے تھے، ان سے کوئی جاہلی عمل مثلاً شراب نوشی، سود خوری اور زنا کاری وغیرہ بھی ثابت نہیں، شروع روز سے اعلیٰ اخلاق کا مجسمہ تھے جیسا کہ ابن الدغنہ کی مشہور روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

(22) اَعظمُ رضی اللہ عنہ

"اعظم" کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ عزت، عظمت اور بزرگی والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق الٰہی سے اعظم ہیں اور اکبر ہیں، قرآن مجید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو گروہوں کا ذکر فرمایا ہے، ایک گروہ وہ ہے جس نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور قتال کیا، دوسرا گروہ وہ ہے جس نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا، پہلے گروہ کے متعلق فرمایا:

☆...... ''اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا''

وہ درجے میں اعظم ہیں ان سے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا۔ (سورۃ الحدید:۱۰)

باقی رہ گئی بات جنت، بخشش اور نجات کی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے۔ (ایضا) قرآن مجید کا یہ فرمان کہ'' واللہ بما تعملون خبیر '' (اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے) بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے جملہ مشاجرات کی بھی خبر تھی، اس کے باوجود اس نے نسبت مصطفیٰ اور صحابیت مصطفیٰ کے تصدق سے ان تمام لوگوں کے ساتھ جنت کا وعدہ کرلیا ہے، اب اتنے واضح فرمان کے ہوتے ہوئے بھی کوئی جنگ جمل اور جنگ صفین پہ فیصلے سناتا پھرے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا پھرے تو یہ اس کی بدبختی کی دلیل ہے، آدمی کو اپنی اوقات میں رہ کر کام کرنا چاہیے، پھر جب پہلا گروہ اعظم اور اعلیٰ ہے تو ذرا تلاش کیجئے اس پہلے گروہ میں اعظم اور اعلیٰ کون ہے، جس نے ایمان لانے، مال خرچ کرنے اور قتال کرنے میں سبقت اختیار کی، اگر آنکھوں میں تھوڑی بہت بھی حیا باقی ہوگی تو یہی فیصلہ ہوگا کہ اس اعظم اور اعلیٰ ہستی کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے، مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور اس میں ان کے مقدم ہونے پر اور ان کی افضلیت پر واضح دلیل ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے درجے میں رکھیں۔ (سنن ابی داؤد، مسند ابویعلیٰ) اور سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: '' مروا ابابکر فلیصل بالناس '' ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (صحیح بخاری و مسلم و نسائی) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت میں سب سے بڑے درجے پر فائز ہیں کیونکہ ان کو نماز کی امامت کے

درجے میں رکھا گیا ہے اور نماز کی امامت کا درجہ سب سے بڑا ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن: ۱۱/ ۷۱۹)

حضرت امام فخر الدین رازی، حضرت امام ابو الحسن نیشاپوری، حضرت امام مظہری، حضرت امام بغوی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی "اعظم درجہ" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لیا ہے اور اس پر تفسیری اقوال درج کیے ہیں، حضرت امام محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے، سب سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کیا، حضرت امام مظہری نے لکھا ہے کہ باتفاق علما یہ امر ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور آپ ہی نے سب سے پہلے راہ خدا میں کافروں کی طرف سے تکلیفیں برداشت کیں۔ (تفسیر مظہری، سورۃ الحدید: ۱۰) بعد ازاں حضرت امام مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہت سے کمالات بیان کیے، حضرت امام رازی کا کلام دیکھئے:

☆ ...... "یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال کیا وہ بعد والوں سے بہت زیادہ افضل ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے لیے نمایاں خرچ کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور نمایاں قتال کرنے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے اور اس آیت میں خرچ کرنے والے کو قتال کرنے والے کے ذکر پر مقدم کیا ہے اس لیے اس میں اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں نیز خرچ کرنا باب رحمت ہے اور قتال کرنا باب غضب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "سبقت رحمتی غضبی "میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے۔ (مسند حمیدی) لہذا خرچ کرنے والا قتل کرنے والے پر سابق ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرنے والے تھے کیونکہ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: "ویطعمون الطعام علی حبه مسکیناً و یتیماً و اسیرا" (وہ جو اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں)۔ (سورۃ الدھر:۸) تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام کی راہ میں خرچ کرنا اسی وقت ثابت ہوگا جب انہوں نے بڑے بڑے مواقع پر بہت زیادہ مال خرچ کیا ہو اور یہ چیز صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے، نیز امام واحدی نے "البسیط" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لیے سب سے پہلے قتال کیا، کیونکہ اسلام کے ظہور کی ابتدا میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اور اس وقت وہ قتال کرنے والے نہ تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت شیخ اور مقدم تھے اور اسی وقت وہ اسلام کی مدافعت کرتے تھے حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ لڑتے لڑتے موت تک پہنچے، علما نے کہا کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص پہلے اسلام لایا اور جس نے پہلے جہاد کیا اور جس نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا وہ بعد والوں سے افضل ہے کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا عظیم موقع حاصل ہوا اور اس نے اس وقت مال خرچ کیا جب مسلمانوں کو مدد اور معاونت کی بہت ضرورت تھی، اس کے برخلاف فتح مکہ کے بعد اسلام قوی ہو چکا تھا اور کفر بہت ضعیف تھا"۔ (تفسیر کبیر: ۱۰/ ۴۵۲، تفسیر تبیان القرآن: ۱۱/ ۷۲۰)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے "اعظمهم غناء" (یعنی سب سے بڑا غنی اور سخی) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (اسد الغابہ: ۱/ ۲۳۸)

23 اَخلَصُ رضی اللہ عنہ

"اخلص" کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ مخلص انسان، یہ بھی اسم تفضیل ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال فرمایا ہے، فرمایا: "وَاَخلَصهُم اِیمَانًا" آپ ہی کی ذات مبارک ایمان میں سب سے زیادہ اخلاص کی حامل تھی، گویا ظاہری اور باطنی طور پر نور ایمانی اور غیرت اسلامی سے مالا مال تھی، کائنات میں اس شخص کریم سے زیادہ مخلص کون ہو سکتا ہے جس نے اپنا مال، اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنی ذات برادری غرضیکہ ہر چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان کر دی اور یہاں تک کہا کہ میں تو اپنے گھر میں اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

آدمی کا اخلاص اور وفاداری دیکھنی ہو تو امتحان کے وقت دیکھی جائے، اسلام پر پہاڑ ٹوٹ رہے تھے، معراج کا وقت ہو، ہجرت کا وقت ہو، بدر و احد کا مرحلہ ہو، حدیبیہ کا موقع ہو یا مکہ و حنین کے معرکے ہوں، تبوک کی وادی ہو یا وصال رسول کی ہولناک گھڑی ہو، کون سب سے زیادہ مخلص، ثابت قدم اور مستقیم الحال ثابت ہوا، بلکہ دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پناہ گاہ بنا، پھر کس نے ذوالقصہ، یمامہ، شام اور عراق کے معرکوں میں اور قبائل کے خلاف متحدہ محاذوں میں نہایت جوانمردی کی داستان رقم کی، کس کے فیصلوں نے تاریخ اسلام کے قدم جمائے، کس نے اپنا مکان بیچ کر دو سال کی ساری تنخواہیں دوبارہ بیت المال میں جمع کروائیں اور خود اپنے لیے صرف دو پرانی چادروں کا کفن پسند کیا، نئی چادریں حقداروں میں تقسیم کروادیں، ساری زندگی دو چادروں میں گزار کر آخری وقت عرب کا متمول انسان سب کچھ

اسلام پر قربان کر کے خالی ہاتھ دنیائے فانی سے رخصت ہوا اور اپنی اولاد کے لیے بھی کوئی قابل ذکر چیز بطور وراثت نہ چھوڑی، اتنے مخلص مسلمان پر حضرت زہرا پاک رضی اللہ عنہا کے باغ فدک کو غصب کرنے کا الزام عائد کرنا کتنی بڑی سازش ہے، پھر دوستی کسی مخلص انسان سے کرنی چاہیے یا کسی بے وفا آدمی سے کرنی چاہیے، ہر اعتراض کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہی دیکھ لیتے:

☆ ......فرمایا: اگر میں اپنی ساری امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۴/ ۸۵۵)

☆ ......بے شک میں ہر خلیل کی خلت سے بری ہوں، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، تمہارا صاحب اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔ (ترمذی: ۵/ ۶۰۶)

☆ ......اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا اس امت کے کسی فرد کو خلیل بناتا تو ابو قحافہ کے لخت جگر (ابو بکر) کو بناتا لیکن وہ دین میں میرا بھائی اور غار میں میرا ساتھی ہے۔ (مسند احمد: ۴/ ۴)

24 اَحدَبُ رضی اللہ عنہ

"احدب" کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ کریم اور مہربان، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے یہ اسم تفضیل بھی بیان کیا ہے، فرمایا: "وَاَحدَبھُم عَلَی الِاسلَامِ" آپ ہی اسلام پر سب سے زیادہ مہربان تھے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷، مسند بزار: ۳/ ۱۳۸) قرآن مجید میں ہے:

☆ ......"فَاَمَّا مَن اَعطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالحُسنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلیُسرٰی ۝" تو وہ شخص جس نے عطا کیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی

بات کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اس کو آسانی مہیا کر دیں گے۔ (سورۃ الیل:۵۔۔۔)

کثیر مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۃ الیل کی یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان عطا اور کمال مہربانی کے حق میں نازل ہوئیں، انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے غلاموں کو آزاد کروایا تھا، یہ اسلام اور اہل اسلام پر بہت بڑی کرم فرمائی تھی جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہوا، اللہ تعالیٰ نے رات، دن اور اپنی ذات کی قسم ذکر فرما کر کہا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں، یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کی کوشش مختلف ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور امیہ حق کی دشمنی میں اندھا ہے۔ (تفسیر بغوی: ۳/ ۴۶۲، روح البیان: ۱۰/ ۴۰۱، مراح الجنان: ۱۰/ ۷۰۵) حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سورۃ الیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت و بزرگی میں نازل ہوئی ہے، انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف جیسے کفار سے ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خرید کر آزاد کیا (ایک روایت ہے کہ ساتھ اپنا رومی غلام بھی دیا) تو یہ آیات نازل ہوئیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے ان کے یہ اوصاف بیان فرمائے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مال عطا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، سچی اور اچھی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو آسانی (یعنی اعلیٰ جنت) عطا کرے گا، وغیرہ، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ: ۵/ ۴۷۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال مہربانی کا عالم دیکھیے کہ اسلام کے پہلے روز ہی آپ رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم و دینار راہ اسلام میں خرچ کر دیئے۔ (الاستیعاب: ۳/ ۹۴) پھر پوری مکی زندگی کے دوران غلاموں کی آزادی پر بہت زیادہ سرمایہ خرچ کیا، ہجرت کی رات پانچ چھ ہزار درہم ساتھ لیے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات دین پر خرچ کیے جائیں۔ (ابن ہشام: ۱/ ۴۴۱) مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی جگہ خریدی اور اس کی تعمیرات میں نمایاں حصہ لیا، پھر مختلف سریات و غزوات میں اہل اسلام کی مالی دلجوئی فرماتے رہے، آپ

کے خزانے ہر خاص و عام کے لیے وقف تھے، غزوہ تبوک میں تو ہر چیز نام اسلام پر قربان کر دی، ببول کے کانٹوں والا کرتا رہ گیا، رسول اللہ ﷺ کو بھی پوچھنا پڑا: میرے یار! اپنے گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو، رسول اللہ ﷺ آپ کے مال میں اپنے مال کی طرح تصرف فرماتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۰/ ۲۲۲) اور فرمایا: مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے زیادہ کسی شخص کے مال نے نفع نہیں دیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱/ ۷۲) پھر اسلام پر اتنا مہربان کون ہے جس نے تحفظ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے لیے تمام وسائل جھونک دیئے ہوں اور خود تن تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑا ہو حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی پکار اٹھے: اے خلیفۃ الرسول! مہربانی کیجئے، آپ اکیلے میدان جنگ میں نہ جائیے، رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ہی کی ذات اقدس اہل اسلام کا سہارا ہے، ان کے الفاظ دیکھئے:

☆ ...... "آج میں آپ کو وہی بات کہوں گا جو احد کے میدان میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کہی تھی، آپ اپنی تلوار بند کیجئے اور ہم کو اپنی جان کے حوالے سے مت ڈرایئے اور مدینے واپس جایئے، اگر آپ شہید ہو گئے تو ہمارا سارا نظام ہی الٹ ہو جائے گا"۔ (البدایہ: ۵/ ۱۹)

آپ نے اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے گیارہ جھنڈے تیار کیے اور گیارہ سپہ سالاروں کو گیارہ لشکروں کے ساتھ پورے عرب کی سرزمین پر پھیلا دیا کہ خوب مردانگی اور پامردی سے جملہ مرتدین، مشرکین اور منافقین کا مقابلہ کرو اور ان کو ہر حال میں شکست فاش دو، بعض جلیل القدر لوگوں نے کہا کہ ذرا نرمی کی جائے تو آپ نے فرمایا:

☆ ...... "وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے، کیا میری موجودگی میں دین کو کم کیا جائے گا، خدا کی قسم! میں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرنے والوں سے جہاد کروں گا کیونکہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اگر وہ ایک

رسی بھی اپنے پاس رکھیں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو بطورِ زکوٰۃ ادا کرتے تھے تو بھی ان سے جہاد کروں گا"۔ (مسلم، کتاب الایمان)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ حکم سن کر ایسے ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے اور ان کا حکم واقعی سچائی پر مبنی تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ نہ کرتے تو قیامت تک لوگ زکوٰۃ جیسے فرض عین کا انکار کر دیتے۔ (روح البیان: ۲/۴۰۵) اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے منکرین ختم نبوت کی طرف مکاتیب روانہ کیے اور ان کو دوبارہ دامن ختم نبوت میں پناہ لینے کی دعوت دی، دوسری صورت میں اپنے عساکر اسلام کو ان کی بیخ کنی کا حکم صادر کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی فیصلہ کیا کہ اب سرزمین عرب پر رسول اللہ ﷺ کے گستاخ زندہ رہیں گے یا غلام زندہ رہیں گے، خدا کے بندو! غور تو کرو، کربلا والوں نے دین بچایا ہے، واقعی بچایا ہے، لیکن کون سا دین بچایا ہے؟ وہی دین بچایا ہے جس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کفر وارتداد سے بچا چکے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قیصر وکسریٰ کی سرزمین پر پھیلا چکے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما لاکھوں مربع میل کے علاقوں پر غالب کروا چکے تھے، جب اس دین پر یزیدی اندھیرے چھانے لگے اور اس کی کلیوں کو مرجھانے لگے تو کربلا والوں نے خون جگر سے آبیاری کی، یہ پوری بات کیوں نہیں بتائی جاتی، اسلام پر سب سے پہلے اور سب سے بڑے مہربان کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جاتا اور کسی کی شرم نہیں تو کم از کم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جذبات کا خیال رکھا جائے جو ان کو "وَاَحَدُہُمْ عَلَى الْاِسْلَامِ" کے نام ولقب سے یاد فرما رہے ہیں۔

25 اَحْوَطْ رضی اللہ عنہ

''احوط'' کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ قریب اور سب سے بڑا محافظ و نگہبان، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں یہ نام بھی استعمال کیا ہے، فرمایا: ''وَاَحْوَطَهُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ'' اور آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب، محافظ اور نگہبان تھے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷) خدا گواہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خراج عقیدت کا حق ادا کر دیا ہے، واقعی حطیم کعبہ اور صحن حرم کے مرحلے ہوں یا ہجرت کی شب دیجور کے فاصلے ہوں، عریش بدر کا موقع ہو یا میدان احد کی سختی ہو، کہاں کہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور ناموس رسالت کا پہرہ نہیں دیا اور نگہبانی کا حق ادا نہیں کیا، جب کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑتے تو آپ دوڑ کر آگے آتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ خود اپنی ذات اقدس پر ظلم وتشدد برداشت کرتے، کفار مکہ آپ رضی اللہ عنہ کو مار مار کر بیہوش کر دیتے، اہل قبیلہ اٹھا کر لے جاتے، پانی کے چھینٹوں سے ہوش دلاتے تو آنکھ کھلتے ہی پہلا سوال یہ کرتے کہ میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے، حضور تو محفوظ و مامون ہیں، کیا عشق ہے، کیا مودت ہے، اس ''شانِ احوط'' کا ایک منظر دیکھیے:

☆ ..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب غار کی رات آئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پہلے مجھے غار میں داخل ہونے کی اجازت دیجئے، اگر کوئی سانپ وغیرہ ہو تو وہ پہلے مجھے تکلیف پہنچائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غار میں داخل ہو جاؤ، پھر انہوں نے ساری جگہ اچھی طرح دیکھی اور اپنے کپڑوں سے سوراخ بند کر دیئے، ایک سوراخ بچ گیا تو اس پر

ایڑھی رکھ دی، پھر رسول اللہ ﷺ کو اندر داخل ہونے کی گزارش کی، صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے کپڑے کے متعلق پوچھا، انہوں نے سارا ماجرا بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا دی: اے اللہ! ابو بکر کو قیامت کے روز میرے درجے میں رکھنا، اللہ تعالیٰ نے فوراً بشارت سنا دی کہ اس نے آپ کی دعا کو قبول کر لیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/۳۳)

یہ بھی مذکور ہے کہ جس سوراخ پر ایڑھی رکھی تھی اس سے ایک زہریلے سانپ نے ڈس لیا اور سارا زہر آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس میں سرایت کر گیا، مگر آپ رضی اللہ عنہ نے جنبش نہ کی کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل نہ آجائے، آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو رخسارِ مصطفیٰ پر گرے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور فرمایا: کیوں روتے ہو، عرض کیا: مجھے سانپ نے ڈنگ مارا ہے، رسول اللہ ﷺ نے وہاں لعاب دہن لگایا تو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی۔ (ملخصاً مشکوۃ: ۳/۳۲۹)

صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے سات برگزیدہ محافظ ساتھی ہوئے، مجھے چودہ عطا کیے گئے، ہم نے پوچھا: کون سے؟ فرمایا: میں اور میرے دو بیٹے، جعفر، حمزہ، ابو بکر، عمر، مصعب، بلال، سلمان، عمار، عبد اللہ بن مسعود، ابوذر، مقداد رضی اللہ عنہم۔ (ترمذی، مشکوۃ: ۳/۳۸۶) اس حدیث مبارک کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے برگزیدہ اور محافظ ساتھی ہیں بلکہ درجے کے اعتبار سے سب سے افضل، اعلیٰ اور ارفع درجے پر فائز المرام ہیں۔

26 اَیمَن رضی اللہ عنہ

''ایمن'' کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ اور سب سے بڑا برکت والا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''اَیمَنُہُمْ علیٰ اَصْحَابِہٖ ''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے سب سے زیادہ باعث برکت اور موجب رحمت قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷، الاستیعاب: ۱/ ۹۸، تاریخ دمشق: ۳۰/ ۴۴۰) ایک روایت میں ہے'' وامنهم علیٰ اصحابه'' آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے سب سے بڑی پناہ گاہ تھے۔ (اسد الغابہ: ۱/ ۲۳۸) پوری تاریخ اسلام دیکھ لیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ وہ کون سا شخص کریم ہے جس کی برکات وحسنات سے عالم اسلام سب سے زیادہ بہرہ ور ہوا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پورا خاندان ہی اسلام کی خدمات کے لیے وقف تھا اور اس کی برکات پورے اہل اسلام کے لیے عام تھیں، ہجرت کی راتوں میں آپ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے رفیق سفر تھے، ایک بیٹی سارے گھر کی نگہبانی کر رہی تھی اور اپنی عقل و دانش سے اپنے دادا ابو قحافہ عثمان کو مطمئن کر رہی تھی، دوسری بیٹی کھانا پکا کر غار ثور میں پہنچا رہی تھی، بیٹا سارے دن کی خبریں لے کر غار ثور میں پہنچا رہا تھا، غلام بکریوں کا تازہ دودھ غار ثور میں پہنچا رہا تھا، ہجرت کے بعد مسجد نبوی کا مقام برکات کس کی دولت سے خریدا گیا جہاں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، بے شک یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب والا صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے انہی کو عطا کیا ہے، تیمم جیسی برکت جملہ اہل اسلام کے لیے کس قدر انعام ہے، آیت تیمم کی شان نزول تو پڑھیے:

☆......غزوہ بنو مصطلق میں جب لشکر اسلام شب کو ایک بیابان میں اترا جہاں پانی نہ تھا اور صبح کو وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا، وہاں ام

المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، اس کی تلاش کے لیے سید عالم نے وہاں اقامت فرمائی، صبح ہوئی تو پانی نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابو بکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے، یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو (اور بھی) بہت سی آسانیاں ہوئی ہیں اور بہت سے فوائد پہنچے ہیں، پھر اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔ (خزائن العرفان: ۱۱۱)

گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کی برکات اور حسنات کا خوب شہرہ تھا اور وہ وقتاً فوقتاً اس کا اقرار اور اظہار بھی فرماتے تھے، آج جس مقام رفیع پر گنبد خضریٰ کا مبارک سایہ ہے، وہ بھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہزادی کا حجرہ ہے، وہاں دو جہانوں کے بادشاہ اپنے تمام تر جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ افروز ہیں، وہاں پر روز دن رات بلا ناغہ برکات خداوندی کا نزول ہوتا ہے، اس حجرہ مبارکہ میں وہ ''ایمن صحابہ'' اور ''امن صحابہ'' بھی رونق انداز ہے، راقم نے عرض کیا ہے ؂

اس کی رضا میں سرور کونین کی رضا
اس کی عطا، عطائے رسالت ہے بالیقین
فاروق جس کے دامن شفقت کی لے پناہ
کیسا وہ مہربان سیادت ہے بالیقین
عثماں بھی جس کے ذکر محبت میں گم رہا
دنیا میں غم گسارِ محبت ہے بالیقین

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت و شفقت اور خیر خواہی کا ایک یہ واقعہ ہی دیکھ لیجئے جس کو شیعہ حضرات کے مورخ ابو جعفر الطوسی نے بیان کیا ہے:

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما میرے پاس آئے اور بولے کہ یہ تو بہت عمدہ بات ہے اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کریں، میں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! کیسے آنا ہوا؟ میں نے اپنی قرابت، نصرت اور اسلام میں سبقت کا ذکر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تم نے کہا تم تو اس سے بھی بہتر ہو، میں نے کہا: تو پھر آپ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ فرمادیجئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر چلے گئے اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے خاموشی کا اظہار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، گویا کہ یہ ان کی طرف سے اقرار تھا۔ (کتاب الامالی: ۱/۳۸)

یہ واقعہ بہت سی تفصیلات کے ساتھ شیعہ کتب جلاء العیون اور بحار الانوار وغیرہ میں مندرج ہے، گویا جس بابرکت نکاح کی بدولت دنیا نسل سادات سے شرف یاب ہوئی، اس میں بھی بنیادی مشورہ بلکہ اساسی کردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دکھائی دیتا ہے، اب اگر کوئی "سید" ہونے کا دعویدار بھی ہو اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برکات کا منکر بھی ہو تو اس کو اپنے کردار کا تجزیہ کرنا چاہیے، پھر تمام جعفری، کاظمی، موسوی، نقوی، تقوی، رضوی اور عسکری سادات کرام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اور ان کی والدہ کا نام بی بی ام فروہ رضی اللہ عنہا ہے، وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت امام قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما کی شہزادی ہیں، گویا ان سادات کرام کے دادکے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملتے ہیں اور نانکے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتے ہیں، روافض کے چکروں میں آ کر ان سادات کرام کو ایک لمحے کے لیے

بھی حضرت تاجدار صداقت رضی اللہ عنہ کی برکتوں کا انکار نہیں کرنا چاہیے ورنہ شرف سادات چھین لیا جائے گا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کسی کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے، افسوس! پہلے تو روافض نے سادات کرام کو کربلا کے میدان میں تلواروں سے شہید کیا اور ان کے مبارک اجسام کاٹ دیئے اور آج کل روافض ان سادات کرام کی اولاد کو اپنی عقیدتوں سے گمراہ کر رہے ہیں اور ان کی ارواح اور نظریات کو تباہ و برباد کر رہے ہیں، خدارا ہوش کے ناخن لیں اور اپنے اجداد کرام کے نقش قدم پر چل کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے افضل البشر بعد الانبیاء تسلیم کریں اور ان کی بے شمار برکات و احسانات کا اعتراف کریں، ایرانی سرمائے اور عقیدت کے ڈونگرے قبر و قیامت کے مرحلوں میں کام نہیں آئیں گے۔

27 اَحْسَنُ رضی اللہ عنہ

"احسن" کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ حسن وخوبی والا، یہ اسم تفضیل بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیا ہے، فرمایا: "وَاَحْسَنَهُمُ الْبَغْوِی" "سب سے زیادہ حسن طلب کے مالک بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷، تاریخ دمشق: ۳۰/ ۴۴۰) ایک روایت میں ہے فرمایا: "وَاَحْسَنَهُمْ صُحْبَةً. وَاَحْسَنَهُمْ سَوَابِقَ" "آپ ہی صحبت وصحابیت میں اور نیکیوں اور سبقتوں میں سب سے زیادہ حسن وخوبی کے حامل ہیں۔ (اسد الغابہ: ۱/ ۲۳۸)

باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت وصحابیت حدیث اور تاریخ سے ثابت ہوئی

ہے جو کہ از حد قابل احترام ہے لیکن کیا بات ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جن کی صحبت وصحابیت قرآن مجید سے ثابت ہے ''اذ یقول لصاحبہٖ ''جب اس نے اپنے ''صاحب'' سے کہا۔(سورۃ التوبہ:۴۰) اس لیے تمام علما کرام کا اتفاق ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت وصحابیت کا منکر کافر ہے کیونکہ وہ نص قطعی کا منکر ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو تمام نیکیوں اور سبقتوں میں بھی ''احسن'' بنایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ہی صورت و سیرت میں ''احسن'' ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو حسن صورت کی وجہ سے ''عتیق'' کہا گیا اور حسن سیرت کی وجہ سے ''صدیق'' کہا گیا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قریش کے تین افراد روشن چہرے، احسن اخلاق اور ثابت حیا والے ہیں، وہ تم سے جھوٹ نہیں بولیں گے اور نہ تمہیں جھٹلائیں گے، وہ ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم۔(مجمع الزوائد:۹/۱۵۷)

28 اَفْضَلُ رضی اللہ عنہ

''افضل'' کا معنیٰ ہے: سب سے بڑا، سب سے اونچا، سب سے فضیلت ومنزلت والا، یہ تو اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور دیگر نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی افضل البشر اور افضل الناس اور افضل الخلق ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے لیے فرمایا: ''اَفْضَلُھُمْ مُنَاقِبَ ''یعنی مناقب وخصائل میں تمام لوگوں سے زیادہ بزرگی والے۔(اسد الغابہ:۱/۲۳۸، مجمع الزوائد:۹/۴۷) قرآن، حدیث اور اکابر امت نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس قدر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کا ذکر کیا ہے اور جسطرح ان کے خصائص وکمالات کا التزام کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی، صرف چند

شواہد و آثار کو ملاحظہ کیجئے:

☆ ...... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی شخص کو ابو بکر سے افضل نہ سمجھنا، وہ دنیا و آخرت میں تم سب سے افضل ہیں۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۳۷)

☆ ...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شخص سے آگے کیوں چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے افضل ہے، نبیوں اور رسولوں کے بعد کسی آدمی پر سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا جو ابو بکر صدیق سے افضل ہو۔ (حلیۃ الاولیاء: ۳/ ۳۷۳)

☆ ...... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تم لوگوں کے سامنے وہ شخص ظاہر ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے بعد سب سے افضل بنایا ہے اور اس کی شفاعت نبیوں کی شفاعت کی مثل ہو گی، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور اپنے گلے لگایا۔ (تاریخ بغداد: ۳/ ۳۴۰)

☆ ...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے فرمایا: اے گروہ اسلام! یہ ابو بکر صدیق ہے، یہ مہاجرین اور انصار کا سردار ہے، یہ میرا رفیق ہے، اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب لوگوں نے میری تکذیب کی، اس نے اس وقت مجھے امان دی جب سب لوگوں نے مجھ سے چہرہ موڑ لیا اور اس نے بلال کو خرید کر آزاد کیا، جو اس سے بغض رکھے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور سب لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۴۸)

☆......ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ سے بہتر و افضل کوئی نہیں دیکھا، انہوں نے فرمایا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، فرمایا: اگر تم دیکھنے کا اقرار کرتے تو میں تمہیں سخت سزا دیتا گویا جس نے ان کو دیکھا ہو وہ مجھے بہتر و افضل کیسے سمجھ سکتا ہے۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۳۷)

☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ کاش! میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک کا ایک بال ہوتا۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۳۴۳) پھر فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں جنہوں نے ہمارے سردار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کروایا۔ (جمع الجوامع: ۱۱/ ۲۱۹) اور فرمایا: حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔ (معرفۃ الصحابہ: ۱۰/ ۳۷۴) اور فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل و اعلیٰ ہیں، جو ان سے کسی شخص کو افضل سمجھے گا اس کو مفتری کی حد (اسی کوڑے) لگائی جائے گی۔ (کنز العمال: ۱۲/ ۲۲۵)

☆......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب لوگوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی زیادہ حقدار خلافت ہیں کیونکہ وہ صدیق بھی ہیں، ثانی اثنین بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہجرت بھی ہیں۔ (ایضاً: ۳/ ۲۶۰)

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل و بہتر ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل و بہتر ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷/ ۴۷۵، مسند

اور فرمایا: جو شخص مجھ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ سمجھے گا میں اس کو مفتری (اسی کوڑے) کی حد لگاؤں گا۔ (کنز العمال: ۷/ ۱۴)

☆......حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے والد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد حضرت امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر صدیق سے افضل کسی انسان پر نہ سورج طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا، پھر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اس روایت کو غلط بیان کروں تو مجھے قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ملے، پھر میں بھی قیامت کے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۳۶)

☆......حضرت عبد اللہ بن امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں ہی افضل ہیں، میں دونوں کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کرتا ہوں، اگر یہ بات میرے دل میں بھی نہ ہو تو مجھے شفاعت رسول نصیب نہ ہو سکے۔ (ایضا)

☆......حضرت ابو حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تمام اولاد آدم میں نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی انسان افضل پیدا نہیں ہوا، ارتداد کے خلاف وہ ایسے نبرد آزما ہوئے جیسے کوئی نبی نبرد آزما ہوا۔ (فضائل الصحابہ، لاحمد بن حنبل: ۱/ ۳۹۴)

☆......حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام نبیوں کے بعد افضل البشر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (شرح فقہ اکبر:۶۱)

☆......حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام نبیوں کے بعد سب لوگوں میں افضل ہستی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے اور پھر افضل ہستی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ (صواعق محرقہ:۵۷)

☆......حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سب صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کا اس نظریے پر اجماع ہو چکا ہے کہ تمام امت میں افضل شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہیں۔ (فتح الباری:۸/ ۱۵)

☆......حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم افضلیت کے اسی راستے پر گامزن ہیں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہیں اور خلافت میں حدیث سفینہ پر عمل پیرا ہیں، پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم خلیفہ ہیں۔ (کتاب السنہ:۳۷۶)

☆......حضرت غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام حنابلہ کا متفقہ عقیدہ نقل کیا ہے کہ خلفائے راشدین نے خلافت تلوار کے زور پر حاصل نہیں کی، ان کو

بالترتیب اپنے معاصرین پر فضیلت حاصل تھی۔ (غنیۃ الطالبین: ۱۸۲)

☆......حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "افضل الناس" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (احیاء العلوم: ۱۱۹)

☆......حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کرتے ہیں اس لیے کہ ان کو تمام امت پر بزرگی حاصل ہے، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کو برحق سمجھتے ہیں۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ۴۷۱)

☆......حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر جمہور کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ کوفہ کے کچھ اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان پر مقدم ہیں، حضرت امام ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اہل سنت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں خلفائے راشدین ترتیب کے مطابق افضل ہیں۔ (شرح صحیح مسلم: ۲/ ۲۷۲)

☆......حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا افضل ہونا تمام اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے اور یہی ترتیب حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے، اس پر جمہور اہل سنت کاربند ہیں۔ (شرح فقہ اکبر: ۱۱۳)

29 اَرْفَعُ رضی اللہ عنہ

''ارفع'' کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ بلند و بالا، یہ اسم تفضیل بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیا ہے، فرمایا: ''وَاَرْفَعُهُمْ دَرَجَةً'' آپ ہی سب لوگوں میں بلند و بالا درجے پر فائز تھے۔ (مجمع الزوائد:۹/۴۷، مسند بزار:۳/۱۳۸)

مقام صدیقیت کی بلندی تو اس نص قطعی سے ثابت ہے، جس میں خود رب تعالیٰ نے نبیوں کے بعد صدیقوں کا ذکر فرمایا ہے، یہ مقام کتنا ارفع اور اعلیٰ ہے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی زبانی سنیے، انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب لکھا:

☆...... دوسری دفعہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقام ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے، نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس مقام سے اوپر کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی ہیں جن کا اب ذکر ہوتا ہے، یہ بھی تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں، اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا تو اس مقام میں پہنچا، معلوم ہوا کہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور اس مقام سے اوپر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے، بندہ اس مقام پر بھی پہنچا، حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ہر مقام پر اپنے ہمراہ پایا، دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے، سوائے عبور اور مقام اور مرور و ثبات کے کچھ فرق نہیں

ہے اور اس مقام (صدیق اکبر) کے اوپر سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا، مقام صدیق اکبر سے تھوڑا سا بلند ایک نہایت عمدہ نورانی مقام ظاہر تھا، معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت تھا، بہت رنگین اور منقش تھا، میں نے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس رنگین سے رنگین معلوم کیا، اس کے بعد اس کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف میں پھیل گیا۔ (مکتوبات: ۱/۱۱)

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے واضح لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام اور درجے کے اوپر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام محبوبیت اور درجہ نبوت ہے اور ان کو ان مقامات کا فیض حاصل ہوا ہے اور حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

(30) اَقْرَبُ رضی اللہ عنہ

''اقرب'' کا معنی ہے: قریب ترین، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اقدس ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی ہے: ''وَاَقْرَبُهُمْ من رسول الله ﷺ مجلساً'' آپ ہی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب بیٹھتے تھے۔ (اسد الغابہ: ۱/۲۳۸) آپ رضی اللہ عنہ دنیا میں بھی، قبر میں بھی اور حشر میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ''اقرب'' ہیں، یہ شواہد ملاحظہ کیجئے:

☆ ...... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ہمراہ تھے، ایک دائیں طرف تھے اور

دوسرے بائیں طرف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے، پھر فرمایا: "ھکذا نبعث یوم القیامۃ" ہم اس طرح قیامت کے دن مبعوث ہوں گے۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۶۱۲، سنن ابن ماجہ: ۱/ ۳۸، مستدرک حاکم: ۴/ ۳۱۲، فضائل الصحابہ لاحمد: ۱/ ۲۰۲)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باب ابو بکر کے سوا تمام دروازوں کو (مسجد میں) بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۶۱۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اعلان کیا کہ ابو بکر صدیق کی کھڑکی کے سوا مسجد میں کھلنے والی ہر کھڑکی کو بند کر دیا جائے۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۷۸، السنن نسائی: ۵/ ۳۵، مسند احمد: ۱/ ۲۷۰)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار ثور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو بکر! ان دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہو۔ (صحیح مسلم: ۴/ ۱۸۵۴، فضائل الصحابہ لاحمد: ۱/ ۳۵۲)

☆......حضرت طارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب سورۃ الحجرات کی آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آہستہ رکھتے ہیں انہی کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے چن لیا ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کی صورت میں کلام کیا کروں گا جس طرح راز دان کلام کرتے ہیں۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۷۸)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر میرا بھائی اور میرا صاحب ہے۔ (صحیح مسلم، مسند احمد: ۱/ ۴۶۲)

☆......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: قیامت کے روز میں ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے درمیان اٹھوں گا حتیٰ کہ میں حرمین کے درمیان ٹھہروں گا اور مدینہ اور مکہ کے لوگ مجھ سے آ کر ملیں گے۔ (جامع ترمذی، کنز العمال، میزان الاعتدال: ۲/۳۸۹، رسائل سیوطی: ۲/۳۷۶) انہی سے مروی ہے، فرمایا: میں ابو بکر اور عمر تینوں اس طرح محشر کی طرف نکلیں گے پھر تین انگلیوں کو نکالا اور ہم تمام لوگوں میں نمایاں ہوں گے۔ (ابن عساکر: ۳۰/۲۱۴، رسائل سیوطی: ۲/۳۷۶، نوادر الاصول: ۱/۱۶۶)

☆ ......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) میرے لیے اس طرح ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ (تاریخ بغداد، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳۰/۲۰۶، کامل لابن عدی: ۶/۱۴۲، رسائل سیوطی: ۲/۳۷۱)

☆ ......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابو بکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، ابو بکر دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ (الفردوس، کنز العمال، رسائل سیوطی: ۲/۳۷۱)

☆ ......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابو بکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، ابو بکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ (الفردوس، کنز العمال، رسائل سیوطی: ۲/۳۷۱)

☆ ......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے لیے ایسے ہیں جیسے چہرے میں دو آنکھیں ہوتی ہیں، عثمان (رضی اللہ عنہ) میری زبان کی صورت ہے اور علی (رضی اللہ عنہ) میرے جسم میں روح کی مانند ہے۔ (کنز العمال، رسائل سیوطی: ۲/۳۷۰)

☆ ......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بطور خاص ان چاروں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے، پس میں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) سے محبت کرتا ہوں، اس کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ (ذخیرۃ الحفاظ: ۱/۱۷۵، رسائل سیوطی: ۲/۳۷۹)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر میرا وزیر اور قائم ہے، عمر میری زبان اور میرا حبیب ہے، عثمان مجھ سے ہے اور علی میرا بھائی ہے اور میرا جھنڈا اٹھانے والا ہے۔ (الریاض النضرہ، رسائل سیوطی: ۲/۴۰۱)

☆...... ایک آدمی نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مقام قرب کیسا تھا، انہوں نے فرمایا: جو مقام قرب آج ہے (گویا جس طرح آج وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوؤں میں گم ہیں اس طرح وہ دنیاوی حیات میں بھی ان کے جلوؤں میں گم رہا کرتے تھے)۔ (مجمع الزوائد: ۹/۵۷)

☆...... حضرت امام علی تقی رضی اللہ عنہ نے اپنے آبائے کرام سے (بالترتیب) حدیث نقل کی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابو بکر میری سمع کی طرح ہے، عمر میری بصر کی طرح ہے اور عثمان میرے دل کی طرح ہے۔ (معانی الاخبار: ۲/۴۰۰)

کیا اس سے زیادہ قرب و منزلت بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے مقدس اعضاء کی مانند قرار دیا، گویا جو ان کا انکار کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سمع، بصر اور دل کا انکار کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم و روح کا انکار کرتا ہے، مولا کریم سمجھ عطا فرمائے۔

(31) اَشْبَہُ رضی اللہ عنہ

"اَشْبَہُ" کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ مشابہ اور مظہر، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پوری کائنات میں سب سے زیادہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور سب سے زیادہ مظہر تھے، اس کا اعلان خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے: "وَاَشْبَهَهُمْ بِهٖ هَدْيًا وَ سِمْتًا وَخُلقًا وَ دَلًا" آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت میں، عظمت میں، خلق میں اور راہنمائی میں سب سے زیادہ مشابہ تھے اور مظہر کامل تھے۔ (اسد الغابہ:۱/۲۳۸، مجمع الزوائد:۹/۴۷)

ہجرت کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس قدر فیضان حسن القا فرمایا کہ وہ صورت و سیرت اور گفتار و کردار میں مظہر کامل بن گئے، لوگوں کے لیے پہچان مشکل ہوگئی کہ اُن دونوں میں اللہ تعالیٰ کا رسول کون ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر تان کر اظہار کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول جلوہ افروز ہیں، پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ (صحیح بخاری:۲/۵۹۴) اس لیے تو اہل دل نے آپ رضی اللہ عنہ کو "سایہ مصطفیٰ، مایہ اصطفا" کے الفاظ سے یاد کیا ہے، حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں سات یا نو کنکریاں تھیں جن سے تسبیح کی آواز آرہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں زمین پر رکھ دیں تو آواز بند ہوگئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیں تو ان سے دوبارہ تسبیح کی آواز نکلنے لگی، انہیں زمین پر رکھا تو آواز بند ہوگئی پھر کنکریاں عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو پکڑائیں تو اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی، انہیں زمین پر رکھا تو آواز بند ہوگئی، پھر فرمایا: یہ نبوت کی خلافت ہے، پھر ہم اصحاب میں سے ہر آدمی کو پکڑائیں تو ان سے تسبیح کی آواز نہ آئی۔ (ملخصاً تاریخ دمشق لابن عساکر:۳۹/۱۱۷) اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں بالخصوص خلیفہ اعظم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

میں ان کے کمالات و انوار اور تجلیات و اسرار کا مکمل ظہور تھا، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے، میں نے فنا اور شعاعوں کے انعکاس کے اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت (اور ظہوریت و مظہریت) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں زیادہ ملاحظہ کی ہے۔ (قرۃ العینین: ۳۳۱) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مشابہت و مظہریت کا منظر دیکھنا ہو تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بیان کردہ اوصاف مصطفیٰ کو دیکھئے اور ابن الدغنہ کے بیان کردہ اوصاف صدیق کو دیکھئے، وہ بھی یتیموں، بیواؤں اور مسافروں کی دلجوئی کرتے رہے اور یہ بھی دلجوئی کرتے رہے:

☆...... حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، ناداروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں کو اپنی کمائی سے حصہ دیتے ہیں اور ناگہانی مصائب میں مصیبت زدہ انسانوں کی امداد کرتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، مختصر سیرۃ الرسول: ۱۲۹)

☆...... ابن الدغنہ نے کہا: اے ابو بکر! آپ جیسے آدمی کو شہر مکہ سے نہیں نکلنا چاہیے، آپ مفلسوں کی خبر گیری کرتے ہیں، قرضہ داروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے مصائب میں اہل مصائب سے تعاون کرتے ہیں، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، آپ اپنے شہر میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۳۰۷)

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شروع دن ہی سے کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر کامل تھے، ذرا ان نکات و کمالات پر غور کیا جائے، حضرت مفتی احمد یار خان بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

☆...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات زہر کے عود کرنے سے ہوئی، اسی طرح

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سانپ کا زہر لوٹ آنے سے ہوئی،
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو "فنافی الرسول" کا درجہ حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ
کی وفات بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا نمونہ ہے، پیر کے دن میں حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور پیر کا دن گزار کر شب میں حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن شب کو چراغ میں
تیل نہ تھا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت گھر میں کفن کے لیے
پیسے نہ تھے، یہ ہے فنا۔ (مرات شرح مشکوۃ: ۸/ ۲۹۵)

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا تو خدمت کا موقع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوا، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو خدمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی اور پھر ان دونوں شخصیات کی آخری آرامگاہ بھی انہی کے کاشانہ مقدسہ میں تیار ہوئی ۔

شان صدیق و فاروق دا کیہ دساں، کیتا اللہ نے دوناں دا اچا نشاں
سبز گنبد دے بیٹھاں جو بیچ دی سی تھاں، کملی والے دے یاراں دے کم آگئی

(32) اَشْرَف رضی اللہ عنہ

"اشرف" کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ شرافت و کرامت والا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کا سب سے اشرف انسان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے، پہلی امتوں میں بھی نبیوں اور رسولوں کے بعد کوئی آپ رضی اللہ عنہ جیسا اشرف انسان نہیں ملتا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا: "وَاَشْرَفَهُمْ مَنْزِلَةً" آپ ہی تمام اہل اسلام میں سب سے زیادہ شرافت اور منزلت کے حامل تھے۔ (اسد الغابہ: ۱/ ۲۳۸) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شرافت کا کیا عالم ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی روح مقدس نور مصطفیٰ سے مستنیر اور منور ہے جیسا کہ رسول

اللہ ﷺ سے ایک روایت منسوب ہے، فرمایا: میں اور ابو بکر، عمر، عثمان اور علی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے بصورت انوار موجود تھے۔ (الریاض النضرہ: ۱۰/۲۰۱)

یاد رہے کہ کچھ لوگوں کو صرف یکطرفہ گفتگو کی عادت بلکہ بیماری لاحق ہے، وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق تو روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور علی دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں نور تھے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے۔ (ایضاً) اسی کتاب ''الریاض النضرہ'' کی اور اسی درجے کی وہ روایت بیان نہیں کرتے جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی ان الفاظ میں ذکر ہے: ''انوارا بین یدی اللہ تعالیٰ'' اس پائے کی روایات کو محققین نے موضوعات میں شمار کیا ہے لیکن اگر ماننا بھی ہے اور ایسی روایات پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھنی ہے تو بڑے شوق سے رکھیے مگر پوری بات کیجئے تاکہ خارجیت کے ساتھ رافضیت کے پرخچے اڑتے نظر آئیں، جب رسول اللہ ﷺ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تو پھر یہ لوگ کیوں کسر چھوڑتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب روحیں فوج کی طرح جمع ہیں، جن میں وہاں آشنائی ہوگئی ان کے درمیان یہاں (دنیا میں) الفت ہوگی لیکن جو وہاں نا آشنا رہیں وہ یہاں بھی بیگانہ رہیں گی، اس کو امام یحییٰ بن ایوب نے بھی حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲/۲۵۳) اس صحیح حدیث کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عالم ارواح میں بھی اور عالم اجسام میں بھی سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے شرف یاب ہوئے، اگر ''انوار'' سے مراد ''ارواح'' ہو تو پھر بارگاہ الوہیت میں ان کے یکجا رہنے کی دلیل موجود ہے، پھر یہ بھی ''نوری پنجتن پاک'' ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ، ابو بکر

صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم، ادھر عالم اجسام کی بات کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود بشری کے لیے جس مٹی مبارک کو استعمال کیا اسی سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وجود بشری کی تخلیق فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" خلقت انا و ابو بکر و عمر من طینة واحدة "یعنی میں، ابو بکر اور عمر ایک ہی مٹی سے تخلیق کیے گئے۔ (کنز العمال: ۱۱/ ۲۵۹) کیا یہ شیخین کریمین کی کم شرافت و بزرگی ہے، پھر ان دونوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب مدفون ہیں تو گویا طینت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فیض یاب ہوئے، جس طرح روح محمدی یا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فیض یاب ہوئے تھے، حضرت شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اس کو اہل زمین پر ڈالا جاتا تو سب تحلیل ہو جاتے، اس میں تمام صحابہ اور دیگر لوگ شامل ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کیفیت کا کچھ حصہ دیا گیا، اس ایک حصے کی بھی یہ حالت تھی کہ پوری امت میں کوئی ایک فرد بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا خواہ صحابہ ہوں یا اہل فتح کبیر وغیر ہم ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوہیت کے اسرار اور ربوبیت کے حقائق اور عرفان کے دقائق کے اس مرتبے پر فائز ہوئے کہ کوئی شخص بھی کما حقہ بیان نہیں کر سکتا اور نہ وہاں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ (معرفت الٰہی کے) ان سمندروں کے متعلق کلام فرماتے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس مرتبہ عرفان تک ترقی ہو گئی تھی مگر آخری تین سال ان سے بھی ان حقائق پر کوئی گفتگو نہیں کی کہ کہیں وہ بھی تحلیل نہ ہو جائیں۔ (ابریز، جواہر البحار: ۲/ ۲۷۳)

اللہ اکبر! صوفیا کرام تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روحانی مدارج کا اعتراف کرتے ہیں مگر آج کل کے کچھ علما کرام ان کی سیاسی حیثیت پر زور دیتے ہیں اور ان کو حکومتی خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں، گویا روحانیت سے عاری لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روحانیت

کا فیصلہ کر رہے ہیں، چشم فلک نے یہ افسوسناک دور بھی دیکھنا تھا، راقم نے عرض کیا ہے ؎

میں کہاں اور کہاں ان کے درجے، ان کے نعرے دو عالم میں گرجے
یہ غلامِ درِ مصطفےٰ کیا، بادشہ بھی تو ان کے گدا ہیں

33 اَکْرَمُ رضی اللہ عنہ

''اکرم'' کا معنیٰ ہے: بہت کریم، بہت مہربان، بہت سخی، بہت بخشنے والا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے بڑے مہربان، سخی اور فیاض ہیں، یہ اسم تفضیل بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں استعمال کیا ہے، فرمایا: ''واکرمھم علیہ ''اے ابوبکر! آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں سب سے زیادہ کرم اور سخاوت اور مہربانی والے تھے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس خراج ارادت پر بھی بہت سے دلائل موجود ہیں، اسلام میں بزرگی اور قدر و پذیرائی کا دار و مدار علم اور تقویٰ پر ہے،''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم '' بے شک تم میں سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے، ادھر قرآن مجید نے ''اتقی'' بلکہ ''الاتقی'' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے تو گویا قرآنی اصول کے مطابق ''اکرم'' بلکہ ''الاکرم'' بھی انہی کی ذات مقدس ہوگی، شرافت نسب کا کسی کو انکار نہیں ہوسکتا لیکن شرافت نسب سے پہلے شرافت عقیدہ، شرافت عمل اور شرافت نسبت کو دیکھنا پڑے گا، اگر یہ شرافت حاصل نہیں تو کوئی بلاواسطہ ''نبی زادہ'' ہو کر بھی اسفل و اجہل ہونے سے نہیں بچ سکتا، ''ولی زادہ'' تو بعد کی بات ہے، دراصل کچھ لوگوں کو عالم و فاضل ہونے کے باوجود کسی ''خاص علالت'' کی وجہ سے ادھوری گفتگو کرنے کی عادت ہوتی ہے، وہ حدیث بھی ادھوری پڑھتے ہیں، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز تمام نسب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب

کے،بالکل درست ہے لیکن حدیث ادھوری ہے،پوری حدیث اس طرح ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر سبب اور ہر نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب اور میرے نسب کے۔(المستدرک: ۳/ ۱۵۳،مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۱۶۳،طبرانی کبیر) اب غور کیا جائے کہ کیا حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ''کل سبب'' میں شامل ہیں کہ نہیں، اگر ہیں اور بالیقین ہیں تو پھر ان کا رشتہ بھی قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دائمی طور پر برقرار رہے گا، اس طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ بدرجہ برقرار رہے گا، دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ امت رسول بھی رسول اللہ ﷺ کے رشتہ محبت میں برقرار رہے گی اور قیامت کے روز اسی طرح شرف یاب ہو گی جس طرح دنیا میں شرفیاب ہوتی ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے چار باتوں میں بڑھ گئے:

① انہوں نے مجھ سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا۔
② انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی۔
③ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت غار میں حاصل کی۔
④ انہوں نے مجھ سے پہلے نماز قائم کی۔(الریاض النضرۃ: ۱/ ۸۹)

(34) اَوْثَقُ رضی اللہ عنہ

''اوثق'' کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ قابل اعتماد اور لائق وثوق شخصیت، بے شک بارگاہ نبوت میں سب سے زیادہ قابل اعتماد، قابل اعتبار اور لائق وثوق شخصیت کے حامل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے، اسی لیے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ''اَوْثَقُهُمْ عَنْهُ'' یا بروایت دیگر ''اَوْثَقُهُمْ عِنْدَهٗ'' کے مبارک الفاظ استعمال کیے ہیں۔(اسد الغابہ: ۱/ ۲۳۸، مسند بزار: ۳/ ۱۳۸، مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی ہجرت کا ساتھی بنایا تو ثابت ہوا کہ ان کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد تھی اسی لیے تو امانت الٰہی جان رسول کی صورت میں اس امانت دار کے حصے میں آئی، پھر تاریخ ہجرت گواہ ہے کہ انہوں نے اپنی جان سے بڑھ کر امانت الٰہی کی حفاظت کی، چند شیعہ تفاسیر کے حوالے پیش خدمت ہیں:

☆ ......جمعرات کی رات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلایا اور خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ان کے گھر سے نکلے اور غار ثور کی طرف روانہ ہوئے، رات وہیں قیام کیا۔۔۔۔مجاہد سے منقول ہے کہ غار ثور میں تین رات دن تک قیام کیا، عروہ سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند بھیڑ بکریاں تھیں، ان کا غلام عامر بن فہیرہ ان کو لے کر نماز مغرب کے بعد غار کے دھانے پر آجاتا اور یہ دونوں حضرات ان کا تازہ دودھ نوش فرماتے، قتادہ سے منقول ہے کہ ان کا بیٹا عبد الرحمن خفیہ طریقے سے صبح وشام کھانا غار ثور میں پہنچاتا تھا۔ (منہج الصادقین: ۴/۲۷۰)

☆ ......حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ہجرت کی رات حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ اپنے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لے لو، اس نے آپ کی معاونت کی ہے، آپ سے محبت کی ہے، آپ کا بوجھ اٹھایا ہے اور آپ کے ساتھ سب معاملوں میں ثابت قدم رہا ہے، وہی جنت میں آپ کا ساتھی ہوگا اور مخلصین کے ساتھ اعلیٰ محلات میں رہے گا۔ (تفسیر حسن عسکری: ۲۳۱)

☆ ......حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غار ثور میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو کشتیوں میں بیٹھے دیکھا اور انصار کو اپنے گھروں میں بیٹھے دیکھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، انہوں نے کہا: مجھے بھی مشاہدہ کروا دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پہ ہاتھ پھیرا تو انہوں نے بھی سب منظر دیکھ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انت الصدیق" تو صدیق ہے۔ (تفسیر القمی: ۲۶۶، بحار الانوار: ۱۹/۸۱)

☆ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو بکر! کیا تم میرے ہمراہ چلنے کو تیار ہو، لوگ تمہیں بھی اس طرح تلاش کریں گے جس طرح مجھے، دشمنوں کو تمہارے متعلق یقین ہوگا کہ تم نے مجھے ہجرت پر اور دشمنوں کے مکر سے نکلنے پر آمادہ کیا ہے، کیا تم میری وجہ سے یہ مصائب برداشت کرو گے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں قیامت تک بھی زندہ رہوں اور ان مصائب میں زندہ رہوں، نہ مجھے موت آئے اور نہ مجھے کوئی آرام ملے تو پھر بھی مجھے آپ کی محبت میں یہ سب کچھ بہت خوشی سے منظور ہے، اس کی نسبت اگر میں دنیا میں بادشاہوں کی طرح رہوں لیکن آپ کی معیت سے محروم رہوں تو مجھے ہرگز منظور نہیں، میرا مال، میری اولاد اور میری جان آپ پہ قربان ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو خوب جانتا ہے، اس نے تمہارے دل کو تمہاری زبان کے مطابق پایا ہے، اس نے تمہیں میرے کان اور آنکھ کی مانند کیا ہے، اس نے تمہیں وہی مقام دیا ہے جو جسم کے ساتھ سر کا مقام ہے۔ (تفسیر حسن عسکری: ۱۶۵)

اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کس قدر اعتماد اور اعتبار

تھا، سارا سفر ہجرت اس کا بہت بڑا گواہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی ان کے مشوروں پر سب سے زیادہ اعتماد کرتے رہے، اس طرح باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بارگاہ رسالت کے معتمد افراد تھے، وہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

35 رَفِیقٌ رضی اللہ عنہ

''رفیق'' کا معنیٰ ہے: سنگت اور رفاقت والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیق رسول ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جو ارواح، اجسام، برزخ، قیامت اور جنت ابد الآباد کے لامحدود زمانوں تک پھیلا ہوا ہے، کسی گستاخ کی زبان درازی اس رفاقت دائمی کو ختم نہیں کر سکتی، بقول مولانا رومی

مہ فشاند نور و سگ عع کند
سگ ز نور ماہ کے مرتع کند

یعنی چاند اپنا نور بکھیرتا ہے اور کتا بھونکتا ہے تو کتا چاند کے نور کو ہرگز زائل نہیں کر سکتا بلکہ الٹا اپنا نقصان کرتا ہے، کسی سگ بے مایہ کی ''عع عع'' سے آسمان صداقت کے نیر تاباں کی روشنی میں کیا فرق آسکتا ہے، چند احادیث دیکھیے:

☆.....حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو نے غار میں ابو بکر کو میرا رفیق کیا تو میں اس کو جنت میں اپنا رفیق کرتا ہوں۔ (میزان الاعتدال: ۶/۳۶۱)

☆.....حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لکل نبی رفیق و رفیقی فی الجنۃ ابو بکر'' ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے، میرا رفیق جنت میں ابو بکر ہے۔ (الریاض النضرۃ: ۲/۷۳)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو ساری رات اور دن چلتے رہے، جب دو پہر کا وقت ہوا تو میں نے سائے کے لیے چاروں طرف نظر دوڑائی تا کہ تھوڑی دیر سستا لیں، دور ایک پہاڑ نظر آیا، وہاں پہنچ تو دیکھا ایک سایہ ہے، میں نے جگہ صاف کر کے اس پر پوستین بچھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ! تشریف لایئے اور اس پر لیٹ جایئے، آپ لیٹ گئے تو میں ہٹ کر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی تلاش کرنے والا تو نہیں آرہا، میں نے ایک گڈریئے کو دیکھا وہ بکریاں ہانک کر لا رہا ہے اور ہماری طرح پہاڑ کے سائے میں آرام کرنا چاہتا ہے، میں نے اس سے پوچھا: اے نوجوان! تم کس کے غلام ہو، اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا، جس کو میں جانتا تھا، میں نے پوچھا: کیا تمہاری بکریاں دودھ دیتی ہیں؟ بولا: ہاں! میں نے کہا: کیا تم ہمیں کچھ دودھ نکال دو گے؟ کہنے لگا: ہاں، میں دودھ نکال دوں گا، میرے کہنے پر اس نے ایک بکری پکڑی تو میں نے کہا: پہلے اس کے تھن غبار وغیرہ سے جھاڑ لو اور اپنے ہاتھ بھی جھاڑ لو، اس نے اس طرح اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا، پھر اس نے تھوڑا سا دودھ دوہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی ٹھنڈا کرنے کی خاطر مشکیزے پر ایک گیلا کپڑا لپیٹا ہوا تھا، میں نے اس سے دودھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا، اس سے برتن کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو چکے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ٹھنڈا پانی نوش فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیر ہو کر پانی پیا جس سے مجھے بہت

خوشی ہوئی، پھر میں نے کہا: چلنے کا وقت ہو گیا ہے، چنانچہ ہم سفر پر روانہ ہوئے، لوگ ہماری تلاش میں سرگرداں تھے، لیکن سراقہ بن مالک مدلجی کے سوا ہم تک کوئی نہ پہنچ سکا، وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے آ رہا تھا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تلاش کرنے والا پہنچ گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غم نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دعائے ضرر فرمائی تو اس کا گھوڑا سخت زمین میں اپنے پیٹ تک دھنس گیا، وہ بولا: میں سمجھتا ہوں کہ تم نے مجھ پر بددعا کی ہے، میرے حق میں دعا کرو میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر عہد کرتا ہوں کہ تلاش کرنے والوں کو واپس لے جاؤں گا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی، اس نے نجات پائی اور اپنے وعدے کو پورا کیا، وہ جس کسی کو دیکھتا یہی کہتا: میں ادھر دیکھ آیا ہوں، ادھر کوئی نہیں ہے، پھر اس کو واپس کر دیتا۔ (بخاری و مسلم، مختصر سیرۃ الرسول: ۲۹۰)

☆......حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا گھوڑا تیز دوڑ رہا تھا کہ اتنا نزدیک پہنچ گیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات سن سکتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ بکثرت اِدھر اُدھر دیکھتے تھے، پھر میرے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، اس نے بمشکل پاؤں نکالے اور اس جگہ سے اتنا غبار نکلا جیسے دھواں اڑ کر آسمان پر جا رہا ہے، میں نے قسمت آزمائی کے لیے تیر نکالے تو دیکھا کہ وہ تیر نکلا ہے جس کو میں مکروہ سمجھتا تھا، میں نے امن کا وعدہ دیتے ہوئے ان دونوں کو آواز دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ، میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے قریب گیا، میرے دل میں یہ بات بیٹھ

گئی کہ رسول اللہ ﷺ کا دین ضرور غالب ہوگا، میں نے کہا: آپ کی قوم نے آپ کو قتل کرنے والے کے لیے دیت کا اعلان کیا ہے اور لوگ اس لالچ میں کوشاں ہیں، پھر میں نے زاد راہ کی پیش کش کی تو انہوں نے قبول نہ کی، بس یہی خواہش کی کہ اس راستے کی کسی کو خبر نہ دینا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے امن کی تحریر لکھ دیں، آپ نے عامر بن فہیرہ سے کہا تو اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر مجھے امن کی تحریر لکھ دی، پھر رسول اللہ ﷺ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ (بخاری ومسلم مختصر سیرۃ الرسول: ۲۹۰)

☆ ......راستے میں ام معبد خزاعی کے خیمے میں قیام فرما ہوئے، اس کی لاغر بکری سے دودھ نکالا اور برتن لبالب بھر دیئے، وہاں سے چلے تو بعد میں ام معبد کا شوہر آیا، اس نے اپنے شوہر سے رسول اللہ ﷺ کے جو شمائل بیان کیے وہ بھی فصاحت کا انوکھا باب ہے، بعد ازاں اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا، اس مرد جمال آرا کو اس کے ساتھی گھیرے ہوئے تھے کہ جب وہ بات کرتا تو وہ کان لگا کر سنتے، وہ حکم کرتا تو فوراً بجالاتے، وہ ایسا مخدوم تھا کہ جس کی مجلس ہر وقت بھری رہتی ہے، وہ نہ ماتھے پر بل ڈالنے والا ہے اور نہ حواس باختہ بوڑھا ہے۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ۲۹۳)

☆ ......ادھر مکہ مکرمہ کی وادی کی نچلی طرف سے ہاتف غیبی کی آواز بلند ہوئی: لوگوں کو پالنے والا اللہ تعالیٰ دونوں ساتھیوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد خزاعی کے خیمے میں اترے، وہ دونوں جنگل میں اترے اور تھوڑی دیر

کے بعد سفر پر روانہ ہو گئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق سفر (ابو بکر) کامیابی سے ہمکنار ہوا، اے قصی کی اولاد! تعجب ہے، اللہ تعالیٰ نے کیسا عمدہ کردار اور کیسی عمدہ سرداری تم سے ہٹالی ہے جس کا کوئی جواب نہیں (اور بھی طویل کلام موجود ہے) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم نے ان اشعار سے اندازہ لگا لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرف گئے ہیں، یہ واقعہ امام ابن اسحاق اور امام طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے، جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار سنے تو انہوں نے بھی جواباً کہا: اس کا ایک شعر ہے (ترجمہ) ابو بکر کو اس کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو اور سعادت مند وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ سعادت مند کرے۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ۲۹۵)

☆......اسی سفر ہجرت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو سفر شام سے واپس آرہے تھے، انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہننے کے لیے سفید کپڑے دیئے۔ (ایضا)

☆......۱۲ ربیع الاول بروز پیر شریف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریہ قبا میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاں فروکش ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنے والوں کے سلام کا جواب دے رہے تھے، انصار کے جن لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا تھا وہ ان کو رسول اللہ سمجھ کر سلام کہتے تھے، جب سایہ ہٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ دھوپ پڑنے لگی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا، اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ۲۹۶)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قبا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے چل رہے تھے اور بنو نجار کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد تھے۔ (ایضا)

☆......جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی ،وہ بولے: یارسول اللہ! میرا گھر قریب ہے اور یہ میرا دروازہ ہے، فرمایا: جاؤ اور آرام کے لیے جگہ بناؤ ،ابو ایوب نے کہا: بسم اللہ! آییے دونوں صاحب تشریف لائیے۔ (ایضا)

اللہ اکبر! یہ تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت کے کچھ حسین منظر جو تاریخ اسلام کا سرمایہ ہیں، پھر آگے قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل عاطفت بن کر زندگی گزاردی اور اسی ظل عاطفت کے سائے آج بھی ساری امت مرحوم پر سایہ فگن ہیں۔

36 حَبِیْبٌ رضی اللہ عنہ

''حبیب'' محبت سے ہے، اس کا معنیٰ ہے محبت کرنے والا اور جس سے محبت کی جائے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب کامل ہیں .حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو انہوں نے مجھے وصیت فرمائی: اے علی! میں وفات پاجاؤں تو مجھے بھی تم اس ہاتھ سے غسل دینا جس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا، پھر مجھے خوشبو لگانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھر لے جانا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں (اجازت مانگنا) اور دیکھنا کہ اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں میری تدفین کردینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین کردینا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ

اپنے بندوں میں فیصلہ فرمادے (پھر آپ وفات پاگئے) آپ کو غسل اور کفن دیا گیا اور میں نے سب سے پہلے اس مبارک گھر کے دروازے پر اجازت طلب کی: یارسول اللہ! ابو بکر صدیق آپ سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ مبارک دروازہ کھل گیا ہے اور آواز آئی ہے: "ادخلو الحبیب الی حبیبه فان الحبیب الی الحبیب مشتاق" حبیب کو اس کے حبیب کی طرف داخل کردو، بے شک حبیب اپنے حبیب کا مشتاق ہے۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۴۳۶، خصائص کبری: ۲/ ۴۹۲)

37 مَحْبُوْبٌ رضی اللہ عنہ

"محبوب" کا معنیٰ ہے: جس کے ساتھ محبت کی جائے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اعظم ہیں، چند احادیث دیکھئے:

☆ ...... حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ صحابہ کرام میں کون سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا؟ فرمایا: ابو بکر صدیق، پوچھا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر فاروق، پوچھا: ان کے بعد؟ فرمایا: ابو عبیدہ بن جراح، میں نے پوچھا: ان کے بعد؟ پھر وہ خاموش ہو گئیں۔ (جامع ترمذی: ۶/ ۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱/ ۳۸، مسند احمد: ۶/ ۲۱۸، سنن نسائی: ۵/ ۵۷)

☆ ...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ابو بکر احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم" ابو بکر ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۶۹، جامع ترمذی: ۵/ ۶۰۶)

☆ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ،

پوچھا گیا: مردوں میں کون ہے؟ فرمایا: اس کا باپ (ابوبکر)۔ (سنن ابن ماجہ: ۱/۳۸)

☆......جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو جناب خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا کہ پوری مخلوق میں اپنے سب سے زیادہ محبوب (ابوبکر) کی باکرہ بیٹی (عائشہ) کا رشتہ طلب کیجئے۔ (مستدرک: ۳/۷۷، مسند احمد: ۶/۲۱۰)

☆......حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اشعار میں کہا ہے: سب صحابہ کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو بھی ان کے برابر نہیں ٹھہراتے، یہ کلام سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا مسکرائے کہ دندان اقدس ظاہر ہونے لگے، فرمایا: اے حسان! تم نے سچ بولا ہے، ابوبکر واقعی ایسی ہی شان کے مالک ہیں۔ (مستدرک: ۳/۶۷، طبقات ابن سعد: ۳/۱۷۴)

☆......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ذات السلاسل سے واپسی پر پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو سب لوگوں میں زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، پھر پوچھا: مردوں میں زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: اس کا والد (ابوبکر) پھر پوچھا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر بن خطاب، پھر دوسرے کچھ اور احباب کا ذکر کیا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مسند احمد: ۴/۲۰۳)

☆......حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر و اعلیٰ انسان: انہوں نے فرمایا: اے جحیفہ! رک جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر و اعلیٰ انسان حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں، کسی ایماندار کے دل میں میری محبت اور ان دونوں کا بغض جمع نہیں ہو سکتے اور نہ ہی میرا بغض اور

ان دونوں کی محبت جمع ہو سکتی ہے۔(تاریخ الخلفاء:۴۵)

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سچے دل سے وہی اپنا محبوب سمجھتا ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا محبوب سمجھتا ہے ورنہ صرف محبت کا دعویدار ہے، اس کی یہ محبت بارگاہ حیدری میں ہرگز قبول نہیں، بلکہ ایک تفصیلی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر ابو بکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) کی محبت کو اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کو تم لوگوں پر فرض کیا ہے، جو کسی ایک سے بھی بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج قبول نہیں کرے گا اور اس کو قبر سے دوزخ میں ڈال دے گا۔(الفردوس:۱/۱۰۱) اور فرمایا: ان چاروں کی محبت صرف ایماندار کے دل میں اکٹھی ہو سکتی ہے۔(کنز العمال:۱۱/۲۹۳) اور فرمایا: مجھے اپنی امت سے پوری امید ہے کہ وہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح محبت کرے گی جس طرح "لا الہ الا اللہ" سے محبت کرے گی۔(ایضاً:۱۱/۲۶۱) آخر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکر ابرار نے کفر و ارتداد کا مقابلہ کیا تو اس لشکر ابرار کے متعلق قرآن مجید نے پیش گوئی کی ہے اور اس لشکر ابرار کی نشانی یہ بتائی ہے: "یحبھم و یحبونہ" "اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔(سورۃ المائدہ:۵۴)

38 مَحْمُوْدٌ رضی اللہ عنہ

"محمود" کا معنیٰ ہے جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے، اللہ تعالیٰ محمود ہے، اس کے فضل سے اس کا محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم محمود ہے اور اس کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب اعظم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی محمود ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اسم "محمود" خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور انہوں نے مسرت و

انبساط کا اظہار فرمایا ہے، گویا اب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا کلام "حدیث تقریری" کے درجے پر فائز ہو چکا ہے۔ جس کا انکار بہت بڑی محرومی اور بدبختی کی دلیل ہے، فرمایا:

الثانی التالی المحمود مشہدہ

واول الناس منہم صدق الرسلا

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے، پیروکار اور وہ جس کی موجودگی "محمود" یعنی تعریف کی گئی ہے اور وہ جس نے سب لوگوں سے پہلے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۴۴، سیرت ابن ہشام: ۲/ ۹۱، البدایہ لابن کثیر: ۳/ ۲۷) پھر کیا وہ شخصیت "محمود" نہیں ہوگی جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی، تابعین نے کی، تبع تابعین نے کی، ائمہ مجتہدین نے کی، اولیاء کاملین نے کی، علماء راسخین نے کی، ساری امت محمدی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ جس شخصیت کی شان و عظمت بیان کی اس کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔

39 مَغْفُورٌ رضی اللہ عنہ

"مغفور" کا معنیٰ ہے نجات یافتہ، مغفرت و بخشش والا، قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنت و مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے، ان سب کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطور خاص مغفرت سے سرفراز کیا ہے، چند شہپارے ملاحظہ کیجئے:

☆ ......"یہ ہیں وہ لوگ جن کی نیکیاں ہم قبول کریں گے اور ان کی تقصیرات سے درگزر کریں گے، یہ جنت والوں میں سچا وعدہ ہے جو

ان کو دیا جاتا ہے"۔(سورۃ الاحقاف:۱۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت بطور خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔(تفسیر در منثور:۷/۴۴۱) حضرت امام مظہری نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے: اگر حضرت ابو بکر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما مراد ہوں تو اشارہ ان لوگوں کی طرف عموماً ہوگا جو ان جیسی صفات رکھتے ہوں گے، اس عموم میں حضرت ابو بکر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما بطور کنایہ آجائیں گے اور کلام نہایت بلیغ ہو جائے گا، کنایہ میں صراحت سے زیادہ بلاغت ہوتی ہے۔

☆...... "بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں رسول اللہ کے پاس تو یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے اور انہی کے لیے مغفرت اور بڑا درجہ ہے"۔(سورۃ الحجرات:۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت احتیاط کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔(جلالین مع صاوی، خزائن العرفان) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "الا تحبون ان یغفر اللہ لکم "کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ سورۃ النور کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کو ماضی یا مستقبل کے کسی زمانے کے ساتھ مقید نہیں کیا اور یہی اس کو متلزم ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مطلق مغفور ہیں اور مطلق مغفور ہونے کے اس وصف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرع، عکس اور پرتو ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مطلق مغفور ہیں۔(تبیان القرآن:۸/۱۱۷) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بخشش و مغفرت کا تذکرہ موجود ہے، مثلاً:

☆......حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز فرشتے ابوبکر کو لائیں گے اور نبیوں اور صدیقوں کے ہمراہ جنت میں مقام دیں گے۔ (کنز العمال: ۲۵۵/۱۱)

☆......حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا آدمی بھی داخل ہوگا جس کو تمام اہل جنت مرحبا خوش آمدید کہیں گے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہم اس آدمی کو دیکھ سکتے ہیں؟ فرمایا: اے ابو بکر! تم ہی تو وہ (عظیم) آدمی ہو۔ (صحیح ابن حبان: ۷/۶)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا میری امت کا حساب ہوگا، انہوں نے بتایا کہ ابو بکر صدیق کے سوا تمام امت کا حساب ہو گا، قیامت کے روز ابو بکر صدیق سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہیں گے: جب مجھ سے محبت کرنے والے جنت میں نہیں جائیں گے، میں بھی جنت میں نہیں جاؤں گا۔ (تاریخ دمشق: ۱۵۳/۳۰)

40 حَلِیمٌ رضی اللہ عنہ

"حلیم" کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ حلم والا، بہت بڑا بردبار، بہت بڑے حوصلے کا مالک، اسم حلیم اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں شامل ہے، یہ نام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ حلم، بردباری، متانت، سنجیدگی اور حوصلے کے حامل ہیں، ان کا یہ فیضان اوصاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطور خاص نصیب ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ امت محمدی میں سب سے زیادہ حلم و متانت کے حامل ہو گئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت جبریل علیہ السلام نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث فرمایا، ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) زمین کی نسبت آسمانوں میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں، آسمانوں میں ان کو اسم ''حلیم'' سے جانا جاتا ہے۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۸۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے دل کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دل کا عکس جمیل قرار دیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی ان کے حلم و متانت کے انوار جگمگاتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے بہت اچھا سلوک فرمایا، قرآن مجید میں جو آیا ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی آپس میں رحم دل ہیں۔ (سورۃ الفتح) رحمدل سے مراد اکثر مفسرین نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا کہ واللہ! مجھے ان سے اپنے گھر والوں کی نسبت زیادہ پیار ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم: ۳/ ۱۳۸۰، سنن بیہقی: ۶/ ۳۰۰) آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت اطہار میں تلاش کیا کرو۔ (صحیح بخاری، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/ ۳۷۴)

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور فرمایا: میرا باپ قربان ہو، یہ شہزادہ تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم شکل ہے، علی کا ہم شکل نہیں، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ خوب ہنسے۔ (صحیح بخاری: ۲/ ۸۶ ۴، مستدرک: ۳/ ۱۸۴) آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خصوصی محبت تھی، اس لیے بکثرت ان کا چہرہ دیکھتے رہتے، ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علی کے چہرے کا دیدار تو عبادت ہے۔ (صواعق محرقہ: ۱۷۷)

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ بلا فصل بنے اور منبر اقدس پر جلوہ گر ہوئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عالم طفلی کی وجہ سے کہہ دیا کہ میرے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اقدس سے اتر جایئے، آپ رضی اللہ عنہ فوراً منبر اقدس سے اتر کر فرمانے لگے: اے حسن! تم نے صحیح کہا، یہ تمہارے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا منبر اقدس ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی آغوش محبت میں اٹھالیا اور رونے لگے، گویا اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ستانے لگی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

پریشان ہو کر کہا: جناب اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ میرے کہنے پر نہیں ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں بھی آپ کو الزام نہیں دیتا کہ یہ آپ کے کہنے پر ہوا ہے۔ (کنز العمال: ۳/۲۴۶) روافض نے اس واقعہ کو بنیاد بنا کر اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں خلافت مصطفوی کی قابلیت نہیں تھی، ورنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کیوں ان کو منبر اقدس سے اتارتے، اس کا جواب حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

☆......خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما چھوٹی عمر کے تھے، اس پر سب کا اجماع ہے، پس اس چھوٹی عمر میں ان سے جو اقوال اور افعال صادر ہوئے تو کیا شیعہ حضرات ان پر اعتبار کرتے ہیں اور ان پر احکام مرتب کرتے ہیں، یا چھوٹی عمر کے سبب اعتبار نہیں کرتے اور احکام مرتب نہیں کرتے، پہلی صورت میں تقیے کو چھوڑنا لازم آتا ہے جو ان کے جملہ واجبات میں سے ہے، نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چہار شنبہ سے دوشنبہ تک نماز پنج وقتی میں اپنا خلیفہ بنایا تھا، دریں اثنا نماز جمعہ کا خطبہ اور امامت بھی اسی خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے سرانجام دی تھی، نیز اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت بھی لازم آتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی، اس فعل سے ان کے خطبے اور جمعے کو تسلیم کرنا لازم آتا ہے، دوسری صورت میں کوئی نقصان نہیں اور نہ چھوٹی عمر کی وجہ سے صادر ہونے والا یہ قول طعن و تشنیع کا موجب ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ: ۵۳۰)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اتنے درجات پر فائز ہونے کے باوجود حلم وانکسار کے مجسم تھے کہ اپنا کام خود کرتے، سواری سے گرنے والا چابک خود زمین پر اتر کر پکڑتے اور فرماتے کہ میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تم کسی سے بھی سوال مت کرنا۔ (مسند احمد: ۱/ ۴۴) خلافت کے باوجود بازار میں تجارت کے لیے چلے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وظیفہ مقرر کر دیا تو وہ بھی آخری وقت میں اپنا مکان یا جگہ فروخت کر کے بیت المال میں لوٹا دیا، ایک بوڑھی عورت کے گھر کا سارا کام کاج اپنے دست مبارک سے کرتے رہے، بچوں کے لیے بکریوں کا دودھ نکال دیا کرتے تھے، جب خلیفہ بنے تو ایک بچی نے کہا کہ اب ہمارے لیے دودھ کون نکالے گا، فرمایا: مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ کے کرم سے میری عادات میں کوئی تغیر نہیں آئے گا۔ (تہذیب الاسماء: ۲/ ۴۸۰) حلم و بردباری کا یہ عالم تھا کہ لشکر روانہ کرتے وقت اس کے سپہ سالار کی سواری کے ساتھ پیدل دوڑتے، حضرت یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما نے کہا: اے خلیفۃ الرسول! آپ سوار ہو جائیں اور میں پیدل چلتا ہوں، فرمایا: نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے قدم شمار کر رہا ہوں۔ (موطا امام مالک: ۲/ ۹۸)

41 اَوَّاہٌ رضی اللہ عنہ

”اَوَّاہٌ“ کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ دعا کرنے والا، آہ وزاری کرنے والا، زار وقطار رونے والا، اللہ تعالیٰ کی یاد میں دن رات آہیں بھرنے والا، یہ اسم مبارک حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لیے استعمال ہوا ہے، وہ بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد میں زار وقطار روتے اور آہیں بھرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں شان ”اَوَّاہٌ“ کے سب سے زیادہ حقدار اس کے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو دائم الحزن بھی کہا جاتا ہے، چونکہ سب سے زیادہ قرب خداوندی انہی کو میسر

ہے، اس لیے اس کے آداب بارگاہ سے آشنا بھی وہی ہیں، اس کے خوف و خشیت سے آگاہ بھی وہی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت زیادہ روتے اور بہت کم ہنستے۔ (صحیح بخاری، مشکوۃ: ۳/۹۳) ایک روایت میں ہے کہ تم بہت زیادہ روتے، بہت کم ہنستے، اپنی بیویوں سے لذت حاصل نہ کرتے، اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے، حضرت ابو ذر بولے: آہ کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ: ۳/۹۵) فرمایا: مجھ کو سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ: ۳/۹۷) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شان ''اَوَّاہٌ'' میں بھی رسول اللہ ﷺ کے مظہر کامل تھے، حضرت امام نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عاجزی اور کثرت دعا کی بدولت ''اَوَّاہٌ'' کہا جاتا ہے۔ (ازالۃ الخفاء: ۳/۸۵) ایک روز ایک پرندے (چڑیا) کو دیکھا تو سرد آہ کھینچ کر فرمایا: تو بغیر حساب کے منزل آشنا ہوگا، کاش ابو بکر بھی تیری مانند ہوتا۔ (شعب الایمان: ۱/۴۸۵) فرمایا: کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کھالیا جاتا اور کاٹ دیا جاتا۔ (کتاب الزہد لامام احمد: ۱۴۱)

42 رَقِیقٌ رضی اللہ عنہ

''رقیق'' کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ رقت اور نرمی والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی تو ضرب المثل ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر نماز پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! جناب ابو بکر تو بہت رقیق القلب ہیں، جب آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو ان پر رقت طاری ہوگی اور لوگ کچھ نہ سن سکیں گے، یہی حکم جناب عمر کو صادر کیجئے، فرمایا: ابو بکر ہی کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (جامع ترمذی: ۵/۳۷۹)

ایک دن آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پانی اور شہد پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رونے لگے، آپ رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی چیز کو ہٹا رہے تھے جو مجھے نظر نہیں آرہی تھی، میں نے پوچھا تو فرمایا: دنیا میرے پاس آئی تو میں نے کہا: دور چلی جا، اس نے کہا: آپ نے تو اپنے آپ کو مجھ سے بچا لیا ہے مگر آپ کے بعد آنے والے نہیں بچا سکیں گے۔ (شعب الایمان: ۷/ ۳۴۳) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: "ومن یعمل سوء یجز بہ" جو گناہ کرے گا تو اس کا بدلہ پالے گا، پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خوف الٰہی کی بدولت ایسا محسوس ہوا کہ ان کی کمر کی ہڈی ٹوٹ جائے گی اور انہوں نے درد کی وجہ سے کمر سیدھی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی عطا فرمائی: اے ابو بکر! تمہیں اور تمہارے دوستوں کو بدلہ دنیا میں دیا جائے گا حتیٰ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرو گے کہ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوگا جبکہ دیگر لوگوں کو قیامت کے روز گناہوں کا بدلہ ملے گا۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۳۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کے دوران زار و قطار رویا کرتے تھے۔ (شعب الایمان: ۱/ ۴۹۳)

43 اَشْجَعُ رضی اللہ عنہ

"اشجع" کا معنیٰ ہے: سب سے بڑا بہادر اور شجاع، یہ اسم تفضیل بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیا ہے، انہوں نے لوگوں سے پوچھا: بتاؤ "اشجع الناس" لوگوں میں سب سے بڑا بہادر شخص کون ہے، لوگوں نے عرض کیا: جناب آپ ہی سب سے زیادہ بہادر ہیں، فرمایا: میں اپنے سامنے والے سے جنگ کرتا ہوں، اس لیے بہادر تو ہوں لیکن میں سب سے بڑے بہادر کے متعلق پوچھ رہا ہوں، لوگوں نے

عرض کیا: جناب پھر آپ خود ہی فرمایئے کہ کون سب سے بڑا بہادر شخص ہے، انہوں نے فرمایا: بدر کے روز ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عریش (چھپر) تیار کیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ کون سا ساتھی اس کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ کی قسم! کوئی شخص بھی آگے نہیں آیا جو اس کی حفاظت کرے، صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار لے کر آگے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی، ہم نے دیکھا کہ کسی کافر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی جرات نہ ہو سکی، اگر کوئی قریب آیا تو اس کو بھاگنا پڑا، ہم لوگوں میں سب سے بڑے بہادر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (کنز العمال: ۱۲/ ۲۳۵) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گاہے بگاہے اپنے دوستوں اور قریبیوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کے واقعات سنایا کرتے تھے، مثلاً ایک مرتبہ سنایا کہ جب کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا اور ظلم و تشدد کیا تو صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تن تنہا ٹکرا گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑا کر خود ان کی جگہ تشدد برداشت کرنے لگے، یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ گریہ زن ہوئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۸) یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی جرات و بہادری کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت اور صحبت اختیار فرمائی، بعض سریات میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا گیا اور فتح یاب ہو کر واپس لوٹے، جنگ احد میں بھی جب تھوڑی دیر کے لیے پانسا پلٹ گیا اور مسلمان کفار مکہ کے خطرناک حملے کی وجہ سے بکھر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے والوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک بھی مذکور ہے بلکہ امام ہیثم نے اپنی مسند میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ جنگ احد میں تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ حملہ بہت ہی شدید تھا لیکن میں پہلا شخص تھا جو ان کے ساتھ رہا۔ (تاریخ الخلفاء: ۴۸) وہ مرحلہ بہت زیادہ

کرب ناک تھا جب خبر گردش کرنے لگی کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت پامردی سے جنگ کی اور سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔ (تاریخ دمشق: ۲۵/ ۷۵) ان کے علاوہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور شمع رسالت کے گرد پروانوں کا گھیرا بن گیا، انہی کی جرات و مردانگی سے کفار مکہ ایک بار پھر ناکام ہو گئے، شیعہ مفسر نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے: احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف تیرہ آدمی رہ گئے، ان میں پانچ مہاجرین ہیں، علی، ابو بکر، طلحہ، عبد الرحمن، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ (مجمع البیان: ۱/ ۵۲۴) آپ رضی اللہ عنہ کی جرات، بہادری اور مردانگی کا یہ عالم تھا کہ مرتدین عرب کے ایک لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے تن تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر نکل پڑے کہ کوئی میرے ساتھ آئے نہ آئے میں اکیلا ان کا مقابلہ کروں گا، کامیاب ہو جاؤں گا یا جام شہادت نوش کر جاؤں گا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر روکا اور کہا: آپ مدینہ منورہ واپس لوٹ جائیں، اگر آپ شہید ہو گئے تو سارا نظام بگڑ جائے گا۔ (البدایہ: ۵/ ۱۹) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں کیا خوب فرمایا ہے: اے ابو بکر صدیق! آپ نے کبھی بزدلی نہیں دکھائی، آپ بہت نڈر تھے، آپ کبھی نہیں گھبرائے، آپ جذبوں اور ہمتوں کا کوہ گراں تھے جس کو طوفان ہلا نہیں سکتے اور بجلیاں گرا نہیں سکتیں۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۲۶۲)

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہادری اور پامردی ایک ضرب المثل ہے، ہماری پاک افواج نے تو انہیں کے نام پر ''نشان حیدر'' بنا رکھا ہے جو وطن عزیز کے بہادر سپوتوں کا انعام ہوتا ہے، انہوں نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق اور جنگ

خیبر میں کفار عرب کے بڑے بہادر لوگوں کو دھول چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا، اگر اتنا جفاکش اور بہادر انسان بھی کسی مرد میدان کی تعریف کرے تو اس کی کوئی وجہ ہوگی، وہ واقعی اپنی مردانگی و شجاعت میں کامل ہوگا، ورنہ کون حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے الفاظ کو جھٹلا سکتا ہے، کیا وہ یہ تعریف بھی "تقیہ" کی بدولت کر رہے تھے، کیا شیر خدا کا ایسا کردار تھا، پھر کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کا یہ مطلب تھا کہ سرزمین عرب میں کوئی اور بہادر تھا ہی نہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک سو پچیس جنگیں لڑیں اور سب جنگوں میں فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑھے تو کیا ان کی اس جرات و پامردی کو نظر انداز کر دیا جائے گا، کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جیسا سپہ سالار بھی تاریخ نے دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر سریات میں انہی کو امیر لشکر منتخب فرمایا اور انہوں نے ہر میدان میں کامیابی حاصل کی بلکہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ اگر وہ زیادہ دیر زندہ رہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیتے، ہمارا مقصد ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ بدرجہ ذکر خیر کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ دامن اسلام میں بے شمار پھول ہیں جن کی خوشبوؤں سے زمانہ آج تک مہک رہا ہے۔

44 وَزِیرٌ رضی اللہ عنہ

"وزیر" کا معنیٰ ہے: بوجھ اٹھانے والا، حکومت میں معاونت کرنے والا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وزیر قرار دیا ہے، مشہور حدیث مبارک ہے کہ میرے دو وزیر آسمانوں میں ہیں اور دو وزیر زمین میں ہیں، آسمانی وزیر جبریل اور میکائیل (علیہما السلام) ہیں تو زمینی وزیر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ (ترمذی، مجمع الزوائد: ۹/ ۵۱، تاریخ دمشق: ۳۰/ ۱۲۰، رسائل سیوطی: ۲/ ۳۸۰) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر میرا وزیر اور قائم مقام ہے۔ (الفردوس: ۱/ ۴۳، رسائل سیوطی: ۲/ ۳۷۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا

ہے کہ ابو بکر صدیق کو اپنا وزیر بنالوں۔ (الریاض النضرۃ: ۱/۷۴)

45 مُشِیْر رضی اللہ عنہ

"مشیر" کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ مشورہ دینے والا، قرآن مجید میں ہے:

☆......"فاعف عنهم واستغفرلهم وشاورهم فی الامر" "تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔ (سورۃ آل عمران: ۱۵۹)

اس آیت کریمہ میں بظاہر تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد خداوندی ہیں کہ اے محبوب! اپنے ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاف بھی کر دیا کرو، ان کی شفاعت و استغفار کا اہتمام بھی کرو اور مختلف دینی اور دنیاوی کاموں میں ان سے مشاورت بھی کیا کرو لیکن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی۔ (در منثور: ۲/۳۵۹) گویا اللہ تعالیٰ نے ان سے عفو و درگزر فرمانے، ان کی شفاعت کرنے اور ان سے مشاورت کرنے کی خصوصی تاکید فرمائی، حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: اگر تم دونوں کسی کام میں متفق ہو گئے تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ (مسند احمد: ۴/۲۲۷) حضرت امام مظہری نے بھی یہی قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان دونوں کے متعلق نازل ہوئی کہ ان سے مشاورت کیا کرو۔ (تفسیر مظہری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں اہم ترین سفر ہجرت مدینہ کا سفر ہے، اس سارے سفر میں کون ان کا مشیر خاص اور مونس و غمخوار رہا، یقیناً یہ شرف عظیم بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا ہوا ہے۔

46 فَصِيحٌ رضی اللہ عنہ

''فصیح'' کا معنی ہے: بہت زیادہ خوش کلام، خوش بیان اور مختصر الفاظ میں بہت زیادہ معانی و معارف پر مبنی گفتگو کرنے والا، علم معانی کے مطابق فصاحت ایسے الفاظ استعمال کرنے کو کہا جاتا ہے جو روزمرہ اور محاورے کے خلاف نہ ہوں، موقع محل کے مطابق ہوں، فصاحت کی دولت سے مالا مال آدمی کو فصیح کہا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ''افصح العرب'' ہوں یعنی سارے عرب سے زیادہ فصیح ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر جملوں میں اتنا حسن بیان ہوتا ہے کہ گویا یہ بھی انہیں کا اعجاز بیان ہے، مثلاً فرمایا: حیا نصف ایمان ہے، نماز دین کا ستون ہے، نکاح نصف ایمان ہے، صفائی ایمان کا حصہ ہے وغیرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کمال فصاحت اور جمال بلاغت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا کہ وہ اس وصف عظیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر کامل بن گئے، امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فصیح مقرر تھے، امام زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ میں نے علما کرام کا یہ قول سنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ فصیح حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۵۳) حدیث ثقیفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ خشوع و خضوع والے اور سب سے زیادہ ماہر تعبیر اور فصیح مقرر تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۵۳)
آپ رضی اللہ عنہ کا صرف ایک خطبہ دیکھئے:

☆ ...... تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے، میں اسی کی حمد کرتا ہوں، اسی سے مدد مانگتا ہوں اور موت کے بعد اسی سے کرامت کا خواستگار ہوں، ہمیں اور تمہیں سب لوگوں کو مرنا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بندے اور رسول ہیں، جن کو اس نے حقیقی طور پر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنایا ہے تاکہ زندہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے خوف دلائیں اور کافروں پر حجت پوری کر دیں، واقعہ یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور جس شخص نے نافرمانی کی وہ کھلا گمراہ ہے، لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور احکام الٰہی بجالاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری واضح ہدایت کا انتظام کیا ہے، اسلامی ہدایات کا خلاصہ یہ ہے کہ تم خلوص کے ساتھ اپنے امیر کے احکام سنو اور ان کی تعمیل کرو، جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اور اپنے امیر کے امر معروف پر عمل کیا اور ممنوعات سے پرہیز کیا وہ یقیناً کامیاب ہوا اور اس نے انسانیت کا پورا پورا حق ادا کیا، بلحاظ حقوق تم تمام لوگوں کے حقوق پورے کرو اور خواہشات نفسی سے دور رہو، جو شخص غصے، لالچ اور خواہشات سے بلند رہا وہ کامیاب ہے، فخر و مباہات سے علیحدہ رہو، کوئی شخص کس طرح فخر کر سکتا ہے جو مٹی سے بنا اور مٹی میں ملنے والا ہے، وہ مٹی میں مل جائے گا اور اس کو کیڑے، مکوڑے کھا جائیں گے، آج جو زندہ ہے وہ کل ضرور مر جائے گا، اس لیے ہر روز اور ہر لمحہ نیکیاں کرتے رہو، مظلوم کی بد دعا سے پرہیز کرو کیونکہ قبولیت اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے، خود کو مردہ شمار کرو اور ثابت قدم رہو، کیونکہ ثابت قدمی کے ذریعے ہی کام مکمل ہوتے ہیں، پرہیز (تقویٰ) کی عادت ڈالو کیونکہ پرہیز ہی سود مند ہے، کام کرتے رہو کیونکہ کام ہی قبولیت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، جس چیز کے کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا

وعدہ کیا ہے اس کی اجرائی میں کوشش کرو، سمجھو اور سمجھاؤ، ڈرو اور ڈراؤ، اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کے اسباب بیان کر دیئے ہیں، قرآن کریم میں حلال، حرام، پسندیدہ اور مکروہ کام بتا دیئے گئے ہیں، میں تمہیں اور خود کو نصیحت کرنے میں دیر نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے میں کسی قسم کی قوت اور غالبیت نہیں ہے، اپنے اعمال میں خلوص پیدا کرو، تم میں سے اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اپنے حصوں کو محفوظ کر لیا، پوری دلچسپی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرو اور اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے فرمانبرداری سے کام لو، اس کی ترکیب یہ ہے کہ نوافل ادا کرو تاکہ اپنے اعمال سابقہ کی تکمیل کر سکو، نوافل کے ذریعے فرائض میں واقع شدہ کمی کی تلافی ہو جاتی ہے اور نوافل کی برکات کے ذریعے اپنی حاجت و افلاس کے وقت مستحق برکات ہو جاؤ گے، اس کے ساتھ اپنے بھائیوں اور دوستوں پر غور کرو جو وفات پا چکے ہیں، انہوں نے اپنے اعمال کی بصورت بدبختی یا سعادت مندی کی جزا پائی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی جنسی رشتہ نہیں، وہ اپنی مہربانی سے مخلوق کو سرفراز فرماتا ہے، وہ اس وقت تک لوگوں کی برائیوں کو دور نہیں کرتا جب تک کہ مخلوق اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں پیش قدمی نہ کرے، کسی نیک کام کا بدلہ دوزخ نہیں اور کسی برے کام کے بدلے ہرگز جنت نہیں مل سکتی، میں آپ لوگوں کے لیے اور اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار رہوں، ہزاروں درود و سلام ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۰۴) ایک مرتبہ فرمایا: وہ خوبصورت اور پاکیزہ چہرے کہاں ہیں

جن کی جوانی دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا، وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے شہر آباد کیے اور قلعے بنائے، وہ سورما کہاں ہیں جو میدان جنگ میں غلبہ حاصل کرتے تھے، ان کے جوڑ جوڑ الگ ہوئے، زمانے نے ان سے بے وفائی کی، آج وہ اندھیری قبروں میں پڑے ہیں، دوڑو! دوڑو! اور عمل صالح کے لیے جلدی کرو۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۴)

47 ذَکِیٌّ رضی اللہ عنہ

''ذکی'' کا معنی ہے: بہت زیادہ ذکاوت، عقل و دانش، ذہانت اور تیز فہمی کا مالک، اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عقل و دانش اور ذکاوت و ذہانت کی جس بلندی پر فائز کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں کالی بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں، پھر سفید بکریوں کے پیچھے چلنے لگا اور کالی بکریاں اوجھل ہو گئیں، اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کالی بکریوں سے مراد عربی ہیں اور سفید بکریوں سے مراد عجمی ہیں جو اپنی کثرت تعداد کی وجہ سے عربی مسلمانوں سے بڑھ جائیں گے، یہ تعبیر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح یہی تعبیر مجھے ایک فرشتے نے بھی بتائی تھی، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! میں خواب میں تمہارے ساتھ دوڑا تو ڈھائی ہاتھ تم سے آگے بڑھ گیا، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت و مغفرت میں بلا لے گا تو آپ کے بعد میں ڈھائی سال زندہ رہوں گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۹) قرآن مجید میں ہے کہ جس کو حکمت دی گئی گویا اس کو خیر کثیر سے نوازا گیا، آپ رضی اللہ عنہ کی تیز فہمی اور ذکاوت ذہنی کا اس واقعہ سے اندازہ کیجئے، ہجرت کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناقہ پر سوار تھے اور ان کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، آپ رضی اللہ عنہ تجارت کی وجہ سے

کافی مشہور تھے، اس لیے راستے میں ملنے والے لوگ سوال کرتے کہ اے ابو بکر! یہ تمہارا ساتھی کون ہے؟ آپ فرماتے: یہ میرا ہادی ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے۔ (مسند احمد: ۴/۲۴۶) اس لطیف جواب سے آپ رضی اللہ عنہ کا مقصد پورا ہو جاتا کہ واقعی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ہیں جو لوگوں کو رحمت و مغفرت اور ہدایت و بزرگی کا راستہ بتاتے ہیں اور ساتھ لوگوں کو بھی مطمئن کر دیا جاتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان نہ سکتے اور اس طرح ان کے شر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہو جاتے، عرب میں رواج تھا کہ مسافر راستے میں ایک ہادی اور راہنما منتخب کر لیتے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس رواج کا فائدہ اٹھا کر شمع رسالت کو دشمنان رسالت سے بچا رہے تھے۔

48 مَخْصُوْصٌ رضی اللہ عنہ

"مخصوص" کا معنیٰ ہے: جو بہت سے اوصاف و کمالات سے بطور خاص نوازا گیا ہو اور جس کو چن لیا گیا ہو، یوں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی نظر ربوبیت کا حسین انتخاب ہیں، قرآن مجید میں ہے:

☆ ......"والزمهم كلمة التقوىٰ و كانوا احق بها واهلها" اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اسی کے حقدار اور اہل تھے۔ (سورۃ الفتح: ۲۶)

حضرت امام مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کلمہ تقویٰ پر جمائے رکھا اور حمیت جاہلیت سے دور کر دیا اور کفار مکہ کی نسبت وہ اس کلمہ کے زیادہ مستحق تھے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے مستحق تھے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی مدد کرنے اور اپنے رسول کا صحابی بنانے کے لیے انتخاب کیا، رافضی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافر اور منافق تھے، معاذ اللہ، اس آیت سے اور آیت "لقد رضي الله عن المومنين" بے

شک اللہ مومنوں سے راضی ہوا، سے روافض کے قول کی لغویت ثابت ہوتی ہے، پھر آگے فرمایا: ''اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے'' یعنی صحابہ کرام کے دلوں میں جو ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مخفی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے، معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتخب اور مخصوص لوگ ہیں جن کو پوری انسانیت کا خلاصہ بنایا گیا ہے، ان نصوص قطعی کے ہوتے ہوئے کچھ تاریخی روایات سے استدلال کرنا اور ان پر زبان طعن دراز کرنا تحقیق کے خلاف ہے، جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخصوص ہیں تو ان کے امام اور پیشوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ مخصوص ہیں، جن کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور خاص فرمان موجود ہے:

☆ ......اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ساری مخلوق کے لیے عام جلوہ دکھائے گا اور تمہارے لیے خاص جلوہ دکھائے گا۔ (لسان المیزان: ۲/ ۱۱۴)

☆ ......قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے عرش کے سامنے دو منبر ہوں گے ایک میرے لیے اور ایک ابراھیم (علیہ السلام) کے لیے (درمیان میں) ایک کرسی ابوبکر صدیق کے لیے لگائی جائے گی، پھر منادی اعلان کرے گا: کیا شان ہے ابوبکر صدیق کی جو خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے درمیان جلوہ فرما ہے۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۱۵۸)

☆ ......قیامت کے روز ایک منادی اعلان کرے گا کہ ''السابقون الاولون'' کدھر ہیں، سوال ہوگا کہ کون سے لوگ، وہ اعلان کرے گا: ابوبکر صدیق کدھر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے عام جلوہ دکھائے گا اور ابوبکر صدیق کے لیے خاص جلوہ ظاہر فرمائے گا۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۶۵)

☆ ......اے ابوبکر! تم حوض کوثر پر بھی میرے صاحب ہو۔ (ترمذی: ۵/ ۳۷۸)

☆ ......فرمایا: ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہیں رضوان اکبر عطا کرے گا، پوچھا:

یارسول اللہ! رضوان اکبر کیا ہے، فرمایا: اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو عام اور تمہیں خاص جلوہ عطا کرے گا۔ (مستدرک: ۴/۷۲)

☆ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ کہا: آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق ہجرت کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں۔ (کنز العمال: ۸/۲۸۵)

☆ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مرض الوفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ (ترمذی: ۱/۷۷ ۳)

☆ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز لوگوں کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا فرمائی۔ (سنن نسائی: ۱/۷ ۱۳)

☆ ...... وہ نماز جو ایک کپڑے میں ادا کی وہ سوموار کی نماز فجر تھی، یہی نماز فجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز ہے، اس کی امامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کروائی ہے، بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ: ۳/۲۲۹)

☆ ...... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز ایک کپڑے میں میرے پیچھے ادا فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۴۸)

☆ ...... فرمایا: ہر نبی کے لیے کچھ مخصوص لوگ ہوتے ہیں جبکہ میرے مخصوص لوگ ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ (معجم طبرانی کبیر: ۱۰/۷۷)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت و برکت سے ان کے یار غار اور یار مزار رضی اللہ عنہ کو بے شمار خصائص سے سرفراز فرمایا ہے جو صرف انہی کی سیرت و کردار کا حصہ ہے، اس لیے تو ان کو "سید المخصوصین" کہا جا سکتا ہے۔

49 محفوظ رضی اللہ عنہ

''محفوظ'' کا معنیٰ ہے جس کو حفاظت میں لیا گیا ہو، صحیح وسلامت ہو، یاد رہے کہ تمام انبیاء کرام اور ملائکہ کرام علیہم السلام معصوم ہیں، ان کے متعلق اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے:

☆...... نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکا ہوتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو، اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصے تک نہیں پہنچ سکتی، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ (الانعام: ۱۲۴) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (الحدید: ۲۱) جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے کافر ہے، نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں، اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بے دینی ہے، عصمت انبیاء کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے، بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے، ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی

نہیں، انبیاء شرک وکفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہ صفات ذمیمہ سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمہ صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔۔۔۔احکام تبلیغیہ میں انبیاء سے سہو ونسیان ہونا محال ہے۔ (بہار شریعت: ۴۰)

☆......انبیاء کرام علیہم السلام سے جو لغزشیں (خلاف اولیٰ کام) واقع ہوئیں ان کا ذکر تلاوت قرآن و روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال، مولا عزوجل ان کا مالک ہے، جس عمل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ ہو، پھر ان کے یہ افعال کہ جن کو زلت ولغزش سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حکم ومصالح پر مبنی، ہزار ہا فوائد وثمرات کی مثمر ہوتی ہے، ایک لغزش ابینا آدم (علیہ السلام) کو دیکھئے، اگر وہ نہ ہوتی تو جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثوبات کے دروازے بند رہتے، ان سب کا فتح باب ایک لغزش آدم کا نتیجہ بارکہ وثمرہ طیبہ ہے، بالجملہ انبیاء علیہم السلام کی لغزش،

من وتو کس شمار میں ہیں، صدیقین کی حسنات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ (بہار شریعت: ۹۰) فرشتے اجسام نوری ہیں، وہ وہی کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہے، خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، نہ قصداً نہ سہواً، نہ خطاً، وہ اللہ تعالیٰ کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔ (بہار شریعت: ۹۰)

اس متفقہ عقیدے سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور ملائکہ کرام علیہم السلام معصوم ہیں جبکہ صحابہ کرام اور اکابر اولیاء عظام محفوظ ہیں یعنی ان سے گناہ کا صدور ممکن ہے لیکن صدور ہوتا نہیں، اگر بتقاضائے بشری ہو جائے تو وہ اس پر اصرار و تکرار نہیں کرتے، فوراً توبہ و انابت اور استغفار کا راستہ اپناتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ نبیوں اور رسولوں کے بعد افضل البشر اور اکرم الخلق ہیں اس لیے وہ اعلیٰ محفوظ ہیں، یعنی ”سید المحفوظین“ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہی نہیں کہ ابو بکر سے کوئی خطا سرزد ہو۔ (معجم طبرانی کبیر: ۲۰/ ۶۷) اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ابو بکر صدیق کوئی غلطی کرے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۶، تاریخ دمشق: ۳۰/ ۱۳۰، رسائل سیوطی: ۲/ ۳۸۱) امام محمد بن سرین کا بیان ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بڑے رعب و دبدبہ سے امور خلافت انجام دیئے، اگر کسی مقدمے کے تصفیے کے لیے قرآن مجید کی آیت یا کوئی حدیث ہم دست نہ ہوتی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: یہ فیصلہ ہم نے اپنی رائے سے کیا ہے، اگر صحیح ہو تو منجانب اللہ ہے اور اگر اس میں کوئی نقص ہو تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہے، اے اللہ! میں اپنی مغفرت کا خواہش مند ہوں۔

50 اَکبَرُ رضی اللہ عنہ

''اکبر'' کا معنیٰ ہے: بزرگ و برتر، سب سے بڑا، حقیقی طور پر تو یہ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے، ہر اذان میں اسی نام کی گونج سنائی دیتی ہے، ہر نماز کا آغاز اس سے ہوتا ہے، واقعی وہی معبود مطلق ہے اور سب سے بڑا ہے، جس طرح اس نے اپنے بہت سے اسمائے حسنہ کے فیوضات اپنے بندوں کو عطا کیے مثلاً حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کو علی کہا جاتا ہے جو حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا نام ہے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اعظم کہا جاتا ہے، اس طرح عزیز، رؤف، رحیم، کریم، ہاد، شہید وغیرہ سب حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے مقدس نام ہیں لیکن یہی نام اس کے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی استعمال ہوئے، بلکہ اسم سمیع اور بصیر ہر انسان کے لیے استعمال ہوا ہے، اسی طرح ''اسم اکبر'' بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے بہت زیادہ مشہور ہو گیا ہے، ساری دنیا ان کو ''صدیق اکبر'' کے نام سے پہچانتی ہے، ایک شیعہ عالم ابو عمر و الکشی نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے میری تصدیق کی وہی قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا اور وہی صدیق اکبر ہے اور وہی فاروق ہے جو میرے بعد حق اور باطل میں فرق کرے گا۔ (رجال الکشی: ۲۹) امام بخاری نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف مبعوث کیا تو تم سب نے کہا: تم نے جھوٹ بولا اور ابو بکر نے کہا: آپ نے سچ فرمایا اور اپنی جان اور مال سے میری غمگساری کی۔ (صحیح بخاری) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور الکشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد

روایت کیا ہے کہ جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا وہی صدیق اکبر ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی صدیق اکبر ہیں۔(تبیان القرآن:۸/۱۱۶) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے کفر ارتداد اور ایمان کے درمیان فرق عظیم کیا وہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات مبارک ہے، تمام امت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہی کو اکبر و اکرم کے ناموں سے یاد کیا ہے، امام عبد الرحمان اصبہانی سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں بہترین شخصیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اگر میں چاہوں تو تیسری شخصیت کا نام بھی لے سکتا ہوں۔(الکامل لابن عدی:۳/۳۲۰) انہی سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت میں سب لوگوں سے بہترین ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔(تاریخ دمشق:۳۲/۲۴۷) امام ابن عساکر نے انہی سے روایت کیا ہے کہ ایک بار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور وہ ایک کپڑا اوڑھ کر بیٹھے تھے، یہ حالت دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکلا، تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد یہ ایک کپڑا پہننے والا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔(تاریخ الخلفاء:۶۵) حضرت اصبغ بن بناتہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل و اکبر حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں، ان کے بعد میں سب سے افضل ہوں۔(تاریخ دمشق:۴۴/۱۹۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صحابہ کرام کے مدارج و مراتب کا تذکرہ اس طرح کیا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اعلیٰ حضرت ابو بکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر ہیں، پھر حضرت عثمان ہیں اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں، پھر ہم خاموش رہتے۔(کنز العمال:۷/۱۰۵) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: نبی کے بعد سب سے افضل ابو بکر ہے۔(تاریخ دمشق:۳۰/۲۱۲)

ویسے قرآن مجید نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "صدیق" کہا ہے، فرمایا: "والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئك هم الصدیقون "اور جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ، وہی لوگ صدیق (بہت سچے) ہیں۔ (سورۃ الحدید: ۱۹) حضرت امام مظہری نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آیت میں صدیقوں سے مراد یہی لوگ ہوں اور "الذین" سے معین اشخاص یعنی صحابہ مراد ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے (ظاہری) میں صحابہ ہی موجود تھے، "اولئك" اور "الصدیقون" کے درمیان جو ضمیر "ھم" لائی گئی ہے وہ مفید حصر ہے یعنی صرف صحابہ ہی صدیق ہیں اور یہ حصر اضافی ہے، یعنی اکثر لوگوں کی نسبت سے صحابہ ہی صدیق ہیں، حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا: تمام صحابہ کمالات نبوت میں مستغرق تھے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار بنظر ایمان دیکھ لیا وہ کمال نبوت میں ڈوب گیا۔ (تفسیر مظہری) لکھتے ہیں کہ لفظ صدیق کا اطلاق ایک اور معنیٰ پر بھی ہوتا ہے۔ جو بہت زیادہ خاص ہے اور اس معنیٰ کے لحاظ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا، میں ہی سب سے بڑا صدیق ہوں، میرے بعد صرف جھوٹا ہی ایسی بات کرسکتا ہے، اس معنیٰ کے پیش نظر امام ضحاک نے کہا کہ اس امت میں ایسے (صدیق) آٹھ تھے جو اپنے زمانے میں تمام روئے زمین کے باشندوں سے پہلے ایمان لائے تھے، ابو بکر، علی، زید، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، حمزہ رضی اللہ عنہم اور نویں ایک اور تھے جن کی نیت کے خلوص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آٹھ میں شامل کردیا، یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شامل کردینے کا یہ مطلب ہے کہ مذکور حضرات سے چھ سال بعد (بروایت دیگر دو سال بعد) نویں شخص کو صدیق بنادیا، یہ معنیٰ نہیں کہ کم درجہ والے کو اعلیٰ مرتبہ والوں کے ساتھ (ذیلی طور پر) شامل کردیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ تو سوائے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے باقی تمام صحابہ سے بلند تھا۔ (تفسیر مظہری زیر آیت: ۱۹) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کچھ لوگ سب سے بڑا صدیق (صدیق اکبر) کہتے ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر انہوں نے

اپنے صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ اپنے پیش رو افراد حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں نہیں کیا بلکہ بعد والوں کے مقابلے میں کیا ہے تو یہ دعویٰ برحق ہے، ان کے بعد امت کا کون سا فرد ہے جو ان کے درجات عالیہ کا مقابلہ کر سکے۔

51 مُقَدَّمٌ رضی اللہ عنہ

"مقدم" کا معنیٰ ہے: پیش کیا گیا، آگے کیا گیا، پہلا، اگلا، گزشتہ، سابقہ، اعلیٰ، اونچا، معزز، برتر، بزرگ، سرکردہ وغیرہ۔ (فیروز اللغات) یہ تمام معانی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات میں موجود ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین بار تمہیں مقدم کرنے کا (یعنی اپنے بعد تمہیں خلیفہ بنانے کا) سوال کیا مگر اس نے ابو بکر صدیق کو مقدم فرمایا۔ (کنز العمال: ۶/ ۲۵۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبیلے کی صلح و صفائی کے لیے تشریف لے گئے، نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور اقامت پڑھی، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، بعد از اں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو نماز اور اس کی امامت کے متعلق سوال فرمایا: عرض کیا گیا کہ نماز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی ہے، فرمایا: "احسنتم لا ینبغی لقوم فیھم ابو بکر ان یومھم احد غیرہ" "تم لوگوں نے بہت اچھا کام کیا، کسی قوم کے لیے جائز نہیں کہ ابو بکر کے ہوتے ہوئے کسی اور کو اپنا امام مقرر کرے۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۳۷۹)

جب دنیائے فانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم پر درد و غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو وفات مصطفےٰ کا انکار کرتے رہے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سکتے کی کیفیت طاری تھی اور کچھ اپنی موت کی دعا مانگ رہے تھے کہ اس محبوب ذیشان کے بعد زندگی کا کیا لطف و سکون باقی رہ گیا ہے، اس نازک ترین موقع پر

ایک ہی شخصیت نے اپنے مقدم ہونے، مستحکم ہونے اور امام الوقت ہونے کا عملی مظاہرہ کیا،اس کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے،آپ رضی اللہ عنہ اپنے علاقہ سنح والے گھر سے تشریف لائے، مسجد نبوی شریف میں داخل ہوئے، پھر کسی سے کوئی گفتگو کیے بغیر کاشانہ نبوت میں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے سے چادر ہٹائی، جھک کر پیشانی کو چوما اور روتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر نثار ہوں، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، بس یہی ایک موت ہے جس کا آپ نے ذائقہ چکھ لیا ہے۔ (بخاری: ۳/۱۵۸) پھر آپ مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! بیٹھ جاؤ، مگر وہ نہ بیٹھے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا:

☆ ......"تم میں جو کوئی حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو (سن لے) کہ بے شک ان کا وصال ہو چکا ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو (سن لے) بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اس کو موت نہیں آسکتی (پھر یہ آیت تلاوت کی) اور محمد تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر والوں کو صلہ دے گا"۔ (آل عمران: ۱۴۴) (بخاری: ۳/۱۵۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت سن کر ایسے محسوس ہوا کہ ان کے پڑھنے سے پہلے کسی کو اس کی خبر نہیں تھی، پھر ہر آدمی اس کو پڑھنے لگا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ آیت سن کر میں حیران رہ گیا اور مجھ پر سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی، میری ٹانگیں بوجھل ہو گئیں اور میں زمین پر گر گیا، یہ آیت سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے۔ (بخاری: ۳/۱۵۸) اس وقت صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم درد وغم میں ڈوبے

ہوئے تھے، کوئی پکار رہا تھا: ''وانبیاہ'' کوئی پکار رہا تھا: ''واابتاہ'' کوئی پکار رہا تھا: ''واجداہ'' کوئی پکار رہا تھا'' واحزناہ'' اس ہولناک دورانیے میں اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی صبر واستقامت کا وہ تاریخ ساز مظاہرہ نہ کرتے تو اس ریاست نو کا کیا مستقبل ہوتا، اس مقدم شخصیت نے واقعی امامت صغری کے ساتھ امامت کبری کا بھی حق ادا کر دیا اور اپنے لافانی کردار سے ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کیوں ہر میدان زندگی میں مقدم رکھا تھا، تمام مہاجرین اور انصار اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو آپ رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر اعتماد تھا، ان سے زیادہ کون جانتا تھا کہ جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''صدیق'' کہا ہے، اس کی زبان پر کبھی جھوٹ کا شائبہ تک نہیں آسکتا، یہی وجہ ہے کہ سقیفہ کے موقع پر جب آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تمہیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: امر خلافت کے وارث قریش ہیں، انہوں نے فوراً کہا: آپ نے سچ فرمایا: واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے، لہٰذا ہم انصار وزیر ہیں آپ لوگ امیر ہیں۔ (مسند احمد: ۱/ ۵) جو لوگ امور خلافت میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف بیان کرتے نہیں تھکتے، کاش ان کو اس طرح کی روایات کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے، کیا ایک صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت، صداقت اور امامت کا انکار کر سکتا ہے، جس نے کئی بار اپنی آنکھوں سے ان کی قدر ومنزلت کا مشاہدہ کیا ہو، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! کبھی میرے دل میں امارت کی آرزو پیدا نہیں ہوئی، میں نے کبھی اس کی دعا نہیں مانگی، میں تو ایک آزمائش سے خوفزدہ ہو گیا تھا (کہ کہیں امت اپنے ابتدائی مرحلے میں تقسیم ہو کر ضائع نہ ہو جائے) ورنہ مجھے اس میں کچھ سکون نہیں ملا، میں آج بھی کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ عہدہ مجھ سے حاصل کر لے، مہاجروں نے ان کی تصدیق کی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا فیصلہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ

خلافت و امارت کے حقدار آپ ہی ہیں (یعنی آپ ہی مقدم ہیں) آپ ہی ثانی اثنین ہیں، ہمیں آپ کی بزرگی تسلیم ہے، انہوں نے خود آپ ہی کو ہمارا امام مقرر کیا تھا اور ان کے انتقال فرمانے تک آپ ہی ہمارے امام رہے۔ (المستدرک: ۳/۱۰) ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم آپ کو اس کام سے آزاد نہیں کر سکتے، نہ خود اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مقدم کیا ہے تو پھر کون ہے جو آپ کو موخر کر سکے۔ (کنز العمال: ۳/۲۶۱)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو مقدم تھے ہی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھوڑے کو بھی مقدم رکھا، ۶ ہجری میں گھڑ دوڑ کروائی گئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھوڑا یہ دوڑ جیت گیا۔

52 مُقتَدَاءٌ رضی اللہ عنہ

"مقتداء" کا معنیٰ ہے: پیشوا، راہنما، پیرو مرشد، آگے چلنے والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے مقتدا تھے، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم لوگ ابو بکر و عمر کی اقتداء کرنا۔ (ترمذی: ۵/۶۷۲، ۳، مستدرک: ۳/۲۲، سنن کبریٰ بیہقی، ۸/۱۵۳، طبرانی اوسط: ۴/۱۴۰، مجمع الزوائد: ۹/۲۹۵) پھر فرمایا: میرے بعد کوئی شخص بھی ان دونوں پر حکمران نہیں ہو سکے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۳۷۵) اور فرمایا: میرے بعد ان دونوں کی پیروی کرنا کیونکہ یہی دونوں اللہ کی رسی ہیں، جس نے ان کا دامن پکڑا اس نے نہ ٹوٹنے والی رسی کو تھام لیا۔ (مجمع الزوائد: ۹/۵۳، تاریخ ابن عساکر: ۳۰/۲۲۹) فرمایا: جب ابو بکر اور عمر وفات پا جائیں تو اگر تم مر سکو تو مر جانا۔ (فضائل الصحابہ: ۱/۲۲۵، کنز العمال: ۱/۳۴۵، الکامل لابن عدی: ۳/۳۰) اور فرمایا: میں خود بخود نہیں جانتا کہ تم میں کتنی دیر رہوں گا لہٰذا تم میرے بعد ان کی پیروی کرنا، پھر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا۔ (ترمذی: ۵/۶۱۰، سنن ابن ماجہ: ۱/۳۷، مسند احمد: ۵/۳۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۵/۳۲۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خطبہ دیکھئے:

☆ ......"آپ امر حق پر قائم رہے جبکہ لوگ ہار گئے، آپ ثابت قدم رہے جب کہ لوگ متزلزل ہو گئے، آپ اللہ کی ہدایت کے نور میں چلتے رہے، آخر لوگوں نے آپ کی اقتدا کی اور ہدایت یاب ہوئے، آپ کی آواز آہستہ تھی مگر مرتبہ سب سے اونچا تھا، آپ کا کلام بہت کم تھا مگر سب سے زیادہ بہتر اور درست تھا، آپ سب سے زیادہ خاموش رہتے تھے مگر جب کلام کرتے تو وہ سب سے زیادہ فصاحت والا ہوتا، آپ اعلیٰ مشورے قلبی بہادری، یقین کے استحکام، عمل کی خوبصورتی اور معاملہ فہمی میں سب کے مقتدا تھے، واللہ! آپ تو دین کے سردار اول تھے، جب لوگ بٹ گئے تو آپ ہی سردار آخر تھے جس کی طرف وہ لوٹے"۔ (مسند بزار: ۳/۱۳۸، مجمع الزوائد: ۹/۴۷)

53 مُحسِن رضی اللہ عنہ

"محسن" کا معنیٰ ہے: نیکی کرنے والا، احسان کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں محسنین کی یہاں تک شان بیان کی ہے کہ ان کو اپنی معیت کی خوشخبری سنائی ہے اور ان کے اجرو ثواب کی بقا اور دوام کا ذکر کیا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت مرحوم کے محسن اعظم ہیں، ان کے احسان و مروت کا تذکرہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الوفات میں باہر نکلے تو اپنا سر اقدس ایک کپڑے سے لپیٹا ہوا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر جلوہ گر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "انه لیس احدا من علی فی نفسه و ماله من ابی بکر ابن ابی قحافة "ابو بکر سے زیادہ اپنی جان اور اپنے مال کے اعتبار سے میرا کوئی محسن نہیں۔ (صحیح بخاری: ۱/۷۸، مسند احمد: ۱/۲۷۰، سنن نسائی: ۵/۳۵)

☆......ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اپنے مال اور اپنی سنگت کے اعتبار سے ابو بکر سے بڑا امیر اکوئی محسن نہیں۔ (صحیح بخاری: ۱/۱۷۷، صحیح مسلم: ۴/۱۸۵۴، ترمذی: ۵/۶۰۸)

☆......ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکر کے مال نے نفع دیا ہے، راوی کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال کی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو خرچ کیا کرتے تھے۔ (فضائل الصحابہ: ۱/۷۲)

☆......فرمایا: میں نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے لیکن ابو بکر کے میرے اوپر ایسے احسان ہیں جن کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ قیامت کے روز چکائے گا۔ (جامع ترمذی: ۵/۶۰۹، الفردوس: ۴/۱۰۴)

☆......آسمان کے ستاروں کے برابر عمر کی نیکیاں ہیں جبکہ ان کی ساری عمر کی نیکیاں ابو بکر صدیق کی ایک نیکی (غار والی) کی طرح ہیں۔ (مشکوۃ: ۳/۳۳۹)

☆......قرآن مجید میں ہے: "ان الذین امنوا و عملوا الصلحت انا لا نضیع اجر من احسن عملا" بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کے اجر ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔ (سورۃ الکھف: ۳۰)

امت محمدی میں یا پہلی امتوں میں کون ہے جس نے نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے مضبوط ایمان اپنایا اور سب سے زیادہ نیکیاں کیں، وہ یقیناً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے، ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی قوم کو سنا دو کہ یہ آیت میرے چار صحابہ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) کے متعلق نازل ہوئی۔ (تفسیر الدر: ۳/۵۱۵) کیا شان ہے ان لوگوں کی جن کے احسان اور حسن اعمال کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہوا، پھر ان کے توسل سے اس آیت کا

فیض ساری امت مرحوم میں جاری ہوگیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وصال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہ فرمایا: مجھے کوئی شخص بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہیں جس نے اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کے ساتھ ملاقات کی ہو۔ (تاریخ الخلفاء: ۴۵)

54 رَحِیْمٌ رضی اللہ عنہ

"رحیم" کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ رحم کرنے والا، بہت بڑا مہربان، یہ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے کہ حقیقت میں وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، سب سے بڑا مہربان ہے، پھر اس نے یہ نام مبارک اپنے محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا: "بالمومنین رؤف رحیم "وہ تمام مومنوں کے لیے بہت زیادہ رافت اور رحمت کرنے والا ہے۔ (سورۃ التوبہ: ۱۲۸) واقعی اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ رافت کرنے والے اور سب سے زیادہ مہربان ہیں، جو مومنوں کو ہر لحظہ اپنی رافت و مہربانی اور رحمت و دلجوئی سے نوازتے ہیں۔

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت مرحوم پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اسم مبارک ان کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں استعمال کیا ہے، فرمایا:

☆ ......"کنت للمومنین ابا رحیما اذا صاروا علیک عیالا فحملت من الاثقال ما عنہ ضعفوا وحفظت ما اضاعوا ورعیت ما اھملوا و شمرت اذ خنعوا......" "بے شک آپ ہی تمام مومنوں کے لیے بہت مہربان باپ کی طرح تھے، وہ تمام آپ کی اولاد کی صورت بن گئے، آپ نے

ان کے بوجھ اٹھا لیے جن کو وہ ہرگز نہیں اٹھا سکتے تھے، جن کو وہ ضائع کرنے والے تھے، آپ ہی نے ان کو محفوظ کر دیا اور جن کو وہ چھوڑ دینے والے تھے، آپ ہی نے ان کا تحفظ فرمایا، جب وہ مجبور ہو گئے تو آپ ہی نے بھرپور کوشش کی، جب وہ اپنی طاقت کھو چکے تو آپ ہی نے حوصلے بڑھائے، جب وہ گھبرا گئے تو آپ ہی نے قدم مضبوط رکھے، آپ ہی کی بدولت انہوں نے فتح و ہدایت حاصل کی جس کا انہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا، آپ کفار کے لیے طوفانی عذاب اور شعلہ نار بن گئے جبکہ مسلمانوں کے لیے رحمت کی بارش اور سراپا محبت بن گئے۔ (مسند بزار: ۳/ ۱۳۸، مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷)

یہ کتنی بڑی مہربانی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا جب تک میرے ساتھ محبت کرنے والے جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۱۵۳) ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت کے چار لاکھ مسلمان بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس تعداد میں اضافہ فرمایئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کا ایک چلو لے کر جنت میں ڈال دے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مزید اضافے کی درخواست کرنے والے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو بکر! بس کیجئے، انہوں نے کہا: اے عمر! اگر اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو جنت میں داخل کر دے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے، انہوں نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ساری مخلوق کو جنت میں داخل کر دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔ (معجم طبرانی اوسط: ۲/ ۳۱۵) کیا انداز مہربانی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کو جنت میں خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں، حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما امت کے ماں باپ کی طرح

ہیں۔ (تاریخ الخلفاء:۹۶) یعنی جس طرح والدین اپنی اولاد پر مہربان ہوتے ہیں اس طرح ان عظیم ہستیوں نے اسلام اور اہل اسلام پر مہربانی کی ہے کہ آج اسلام زندہ ہے اور اہل اسلام ان کے احسانات کا اعتراف کرتے ہیں۔

55 نجم رضی اللہ عنہ

''نجم'' کا معنیٰ ہے: چمکدار ستارہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے''نجوم'' کا لفظ استعمال کیا ہے، یعنی وہ تمام لوگ ہدایت کے آسمان کے چمکدار ستارے ہیں، کسی ایک کی اتباع بھی انسان کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے، پھر ان میں سب سے زیادہ روشنی جس نجم کامل نے تقسیم کی اس کا نام مبارک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں نچلے درجے والے لوگ اونچے درجے والے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم افق پر چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو، ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) اسی اونچے درجے والے لوگوں میں شامل ہیں اور کیا ہی اچھے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:۱/ ۴۳، ترمذی: ۵/ ۷۲/ ۳) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے لفظ قمر بھی استعمال ہوا ہے۔

''قمر'' کا معنیٰ ہے: چمکتا ہوا چاند، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی قمر وش، قمر پیکر، قمر شمائل اور قمر طلعت شخص کریم تھے کہ ان کو آسمان صداقت کا قمر منیر کہا گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ ان کے صحن اقدس میں تین چاند اترے ہیں، انہوں نے اس خواب کی تعبیر اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھی تو انہوں نے فرمایا: اگر تمہارا خواب برحق ہے تو اس کا معنیٰ ہے کہ تمہارے گھر میں دنیا کے تین بہترین لوگ مدفون ہوں گے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باکمال ہوا تو فرمایا: عائشہ! ان چاندوں میں سب سے زیادہ روشن چاند یہی

ہے۔(الریاض النضرۃ:۱/۱۶۱) راقم نے عرض کیا ہے ۔

آسمانِ صدق کا روشن قمر صدیق ہے

آبروئے ہستی شام و سحر صدیق ہے

جس کے سینے کو نبی نے آگہی سے بھر دیا

صدفِ فیضانِ الٰہی کا گہر صدیق ہے

میں تو سمجھوں گا اسے کونین کی دولت ملی

جس کے دل میں اور گھر میں جلوہ گر صدیق ہے

اس طرح ان کے لیے لفظ "کوکب" بھی استعمال ہوا ہے، "کوکب" کا معنیٰ ہے: روشن ستارہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں اونچے درجوں پر فائز لوگوں کو کم درجوں والے لوگ اس طرح دیکھیں گے جس طرح آسمان کے افق پر چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہیں، ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ان اونچے درجوں میں ہوں گے اور کیا ہی عمدہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۹/۵۴) ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: جنتی لوگ (علیین والوں) کو دیکھیں گے جس طرح تم کنارہ آسمان میں چمکدار ستارے کو دیکھتے ہو اور بے شک ابو بکر و عمر انہی (علیین والوں) میں شامل ہیں اور یہ دونوں بہت ہی اچھے ہیں (گویا علیین والوں میں بھی ان دونوں کا مقام بہت اچھا ہے)۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ، ترمذی، شرح السنہ، مشکوٰۃ: ۳/۷۳۳)

یاد رہے کہ جب مسافر بحری جہاز میں سفر کرتے ہیں تو انہیں منزل سے آشنا ہونے کے لیے چمکدار ستاروں کی ضرورت ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بالخصوص شیخین کریمین رضی اللہ عنہم روشن ستارے ہیں جن سے بے نیاز ہو کر کوئی شخص بھی منزل سے آشنا نہیں ہو سکتا، کتنے خوش نصیب وہ لوگ ہیں جن کی کشتی نجات تو اہل بیت مصطفیٰ رضی اللہ عنہم ہیں اور افق ہدایت کے ستارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، کوئی فرقہ کشتی کا دعویدار ہے مگر ستاروں کو نہیں مانتا اور کوئی گروہ

ستاروں کا دعویدار ہے مگر کشتی کو نہیں مانتا، صحیح العقیدہ مسلمان ان دونوں گروہوں اور فرقوں سے بیزار ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی غلام ہیں اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بھی غلام ہیں

اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین
ایمان ما محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم است

56 غیُورٌ رضی اللہ عنہ

"غیور" کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ غیرت وحمیت والا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنی اور محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت وحمیت کا جذبہ خوب بھر دیا تھا، ایک یہودی فنحاص نے اللہ تعالیٰ کے متعلق کہا کہ معاذ اللہ تمہارا رب تو فقیر ہے، ہم غنی ہیں، اسی لیے تو وہ ہم سے قرض حسنہ مانگتا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ توہین برداشت نہ کر سکے اور پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کر دیا اور فرمایا: اگر ہمارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس یہودی کی مذمت اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدحت میں قرآن مجید کی آیت نازل فرمادی:

☆ ......بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیا کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب o یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا o (آل عمران: ۱۸۱) (جامع البیان: ۴/ ۱۲۹، تفسیر کبیر: ۳/ ۴۴۶)

جب تمام مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا انکار کر رہے تھے تو سب سے

پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی تھی اور جب یہودی فنحاص اللہ تعالیٰ کو فقیر و محتاج کہہ کر منکر ہو گیا اور سب یہودی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکذیب کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی ، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی تھی اس کا بدلہ اتار دیا۔ (تبیان القرآن: ۲/ ۴۹۶)

ایک بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخی کر دی تو انہوں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مار دیا یا دھکا دے کر گرا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سارا واقعہ سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! تم نے ایسا کر دیا، پھر کبھی یہ کام نہ کرنا، عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

☆ ...... تم نہ پاؤ گے ان کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور یوم آخرت پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، یہ اللہ کی جماعت ہے، خبردار! بے شک اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (سورۃ المجادلہ: ۲۲) (روح المعانی: ۲۸/ ۳۲۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبد الرحمن مسلمان ہوا تو عرض کیا: میدان بدر میں آپ میری تلوار کے نیچے آگئے تھے مگر میں نے آپ کو اپنا والد بزرگوار سمجھ کر چھوڑ دیا

تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا! اگر تم میری تلوار کے نیچے آجاتے تو کبھی نظر انداز نہ کرتا (گویا تمہاری گردن اتار دیتا، اس لیے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن کر آئے تھے) معلوم ہوا کہ اہل اسلام پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، پھر کسی اور رشتے کو دیکھتے ہیں ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر ، مادر ، برادر ، جان ، مال ، اولاد سے پیارا

صلح حدیبیہ میں سفیر قریش عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: اگر آپ اپنی قوم کو تباہ کریں گے تو کیا آپ نے سنا ہے کہ آپ سے پہلے بھی کسی فرد نے اپنے خاندان کو ہلاک کیا تھا اور اگر دوسری بات ہوئی جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک طرف تو ذمہ دار افراد موجود ہیں اور دوسری طرف آپ کے ساتھ مختلف قبیلوں کے مخلوط افراد موجود ہیں جو مشکل وقت میں آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے (تو پھر کیا ہوگا) اس کی گفتگو سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جلال آگیا، انہوں نے فرمایا: تو اپنی دیوی لات کی شرمگاہ چوس، کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، اس نے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس نے کہا: خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو تمہیں اس بات کا جواب ضرور دیتا۔ (سیرۃ الرسول: ۵/۲۷۵) یہ واقعہ شیعہ مفسر طبرسی نے بھی لکھا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان: ۵/۱۱۷) واقعہ ایلاء میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کچھ زیادہ نان ونفقہ کی گزارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ خاطر ہوئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت کی فراوانی کی بدولت اپنی لخت جگر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر دوہتھڑ مار دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی

لخت جگر ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر دو ہتھڑ مارا، رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے۔

(شرح صحیح مسلم، سعیدی: ۳/ ۲۷۳ ۱۰) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ میں کتنے واقعات ایسے گزرے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ ﷺ کے مقابلے میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی، وہ اپنا ہو یا بیگانہ، اسی کا نام ہے غیرت عشق رسول، اللہ تعالیٰ نے اس جذبہ کاملہ سے ان کا سینہ مالا مال کر رکھا تھا۔

57 مُبَشَّرٌ رضی اللہ عنہ

''مبشر'' کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ بشارت دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول اعلیٰ ﷺ نے بار بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بالخصوص چار یاران مصطفےٰ رضی اللہ عنہم کو اور پھر بالخصوص ان سب کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت دائمی کی بشارت سے سرفراز کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق چند فرمودات ملاحظہ کیجئے:

☆ ...... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ جلوہ فرما تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آگئے، رسول اللہ ﷺ نے بڑھ کر استقبال کیا، گلے لگایا اور چہرے کو بوسا دیا اور فرمایا: اے ابو الحسن! (علی) میری بارگاہ میں ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا وہی مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا مرتبہ ہے۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۸۵)

☆ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا، اے بندہ خدا یہ دروازہ اچھا ہے، جو نمازی ہے وہ نماز، جو مجاہد ہے وہ جہاد اور جو سخی ہے وہ صدقہ کے دروازے سے بلایا

جائے گا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے والدین آپ پر قربان! ان میں سے جس دروازے سے بھی کوئی پکارا جائے اس پر کوئی حرج نہیں لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نعم ان تکون منهم "ہاں! مجھے امید ہے کہ تم انہی لوگوں میں شامل ہو۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۶۸۳)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے تر و تازہ پرندوں کی خبر دی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا وہ پرندے تر و تازہ ہوں گے، فرمایا: ہاں اور ان کو کھانے والا (جنتی) بھی تر و تازہ ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی وہ پرندے کھانے والوں میں ہو۔ (مسند احمد: ۳/ ۲۲۱)

☆......انہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں ریشم کے پردوں والا اونچا محل دیکھا، مجھے جبریل (علیہ السلام) نے بتایا کہ یہ محل ابو بکر صدیق کا ہے۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۸۳)

☆......حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی میری امت کا سب سے افضل انسان آئے گا اور وہ قیامت میں نبیوں کی طرح شفاعت کرے گا، تھوڑی دیر ہوئی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور ان کی پیشانی پر بوسا دیا۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۱۵۵)

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام ایمانداروں کا ثواب مجھے دیا اور میرے اعلان نبوت سے لے کر قیامت تک تمام ایمانداروں کا ثواب تمہیں عطا کیا۔(ایضا)

☆...... حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ مدینہ میں جلوہ گر تھے، ایک شخص نے دروازے پر دستک دی، فرمایا: جاؤ اور آنے والے کو جنت کی بشارت سنا دو، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، میں نے دروازہ کھول کر ان کو جنت کی بشارت دی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر ایک اور شخص نے دستک دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنے والے کو جنت کی بشارت سنا دو، میں نے دیکھا کہ آنے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، میں نے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دی، پھر دستک ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو اور آنے والے کو مصیبت کی خبر دے کر جنت کی بشارت سنا دو، میں نے دیکھا کہ اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان کو بھی جنت کی بشارت دی، انہوں نے کہا: اے اللہ! مجھے صبر عطا فرمانا، تو ہی مددگار ہے۔(صحیح بخاری: ۲/۵۲۹)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے، انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔(المستدرک: ۳/۷۶، ترمذی: ۵/۶۲۲)

☆......حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ ایک صحابی خاتون کے گھر گئے، اس نے بکری ذبح کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی ایک جنتی مرد داخل ہو گا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ (المستدرک: ۳/۱۳۶، مسند احمد: ۳/۳۸۷)

58 ثِقَةٌ رضی اللہ عنہ

"ثقہ" کا معنیٰ ہے: بہت معتبر، مستند اور مضبوط آدمی، ثقاہت، یعنی متانت اور سنجیدگی کا مالک اور بہت اعتماد و اعتبار کا حامل، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ نام ولقب رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں ۔

إِذَا تذكَّرتَ شَجواً مِنْ أَخِي ثِقَةٍ
فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلاَ

جب تو ذکر کرنا چاہے بہت معتبر بھائی کا تو اپنے بھائی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا کر ان کاموں کی وجہ سے جو انہوں نے سر انجام دیئے۔ (المستدرک: ۳/۶۷، مجمع الزوائد: ۹/۴۳، فضائل الصحابہ: ۱/۱۳۳)

نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ معتبر، مستند اور مضبوط کون ہو سکتا ہے، جس کی ثقاہت و سنجیدگی کا ذکر ہزاروں دلائل و شواہد سے ثابت ہے، قرآن، حدیث، آثار اور تاریخ کے خزانے ان کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن سے سرشار ہیں، صاحب المشکوۃ امام ولی الدین بن عبد اللہ (بقول حضرت مفتی احمد یار خان بدایونی کے خطیب بغدادی) تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

☆......آپ (ابو بکر) کا نام شریف عبد اللہ بن عثمان ہے، ساتویں

والد (مرہ) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں، آپ کا لقب صدیق ہے، عتیق بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دوزخ کی آگ سے عتیق (آزاد) دیکھنا ہو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے، زمانہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہیں ہوئے، آپ سب سے پہلے مومن ہیں، قدرت خدا ہے کہ آپ کی کنیت "ابو بکر" ہے یعنی اولیت والے، معنیٰ اولیت یہ کہ آپ ایمان، ہجرت اور بعد رسول وفات وغیرہ میں اول ہی رہے، آپ خود صحابی ہیں، ساری اولاد صحابی، والدین صحابی، پوتی پوتے، نواسی نواسے صحابی، کسی صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام چار پشت کے نبی ہیں، گروہ انبیاء میں صرف انہی کو یہ شرف حاصل ہے، یونہی جماعت صحابہ میں صرف آپ ہی ہیں جو چار پشت کے صحابی ہیں۔ (اکمال فی اسماء الرجال: ۷)

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں پر بڑی مصیبت نازل ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عرب مرتد ہو گئے، یہودیت و عیسائیت نے سر اٹھایا اور نفاق نے پر پرزے نکالے، اس وقت مسلمانوں کی حالت سردی کی رات میں بارش سے بھیگی ہوئی بکری جیسی تھی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان پر سایہ ڈالا اور سب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ۴۷۷) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی متانت، ثقاہت، سنجیدگی اور بلند حوصلگی کا ذکر بڑے جامع الفاظ میں کیا ہے، فرمایا: حضرت مصعب بن زبیر وغیرہ کا قول ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق پر اجماع امت ہے کیونکہ آپ نے بغیر کسی قسم کی ترش روی اور زشت خوئی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی فوراً تصدیق کی، اسلام میں آپ کا موقف بہت ہی بلند و بالا ہے، شب معراج کے ثبوت میں کفار کو جواب دینے کی وجہ سے آپ کا لقب صدیق سے ملقب ہونا مشہور رہے، اہل و عیال کو

چھوڑ کر رسالت مآب ﷺ کے ساتھ ہجرت، غار ثور اور تمام راستے میں سرور عالم ﷺ کی خدمت کا انتظام، جنگ بدر میں گفتگو، مقام حدیبیہ میں لوگوں کے شکوک کا ارتفاع جبکہ داخلہ مکہ میں تاخیر ہوگئی تھی، پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سن کر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو دنیا میں رہنے یا آخرت قبول کر لینے کا اختیار دیا ہے، آہ وزاری کرنا، پھر رحلت سرور عالم ﷺ پر صحابہ کی تسکین کی خاطر ثابت قدمی، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر خود کو خلافت کے لیے تیار کرنا، کفار سے جنگ کے لیے شام کی جانب بہ سرکردگی اسامہ بن زید لشکر کی روانگی اور عزم مصمم، صحابہ کا شرح صدر کر کے بہ ثبوت و دلائل ان کو حق سے آگاہ کرنا اور ہمنوا بنانا جو مرتدین سے مکمل جنگ تھی، مملکت شام (اور عراق) کی جانب فوجوں کی روانگی اور کمک، پھر مملکت شام (اور عراق) کی فتح و کامیابی، حضرت عمر کو خلیفہ منتخب کروانا، یہ تمام امور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہ مناقب اور فضائل ہیں جو ناقابل شمار ہیں۔ (تاریخ الخلفاء:۴۰) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ثقاہت کا ذکر فرماتے ہیں:

☆......اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کفر و ضلالت کا احتمال (بقول روافض) رکھتے تو صحابہ کرام اپنی عدالت اور کثرت کے باوجود ان کو حضرت پیغمبر برحق ﷺ کا جانشین کبھی نہ بناتے، اس سے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تکذیب بھی ہوتی ہے اور اس بات کو ایک بھی صاحب عقل و دانش ہرگز تسلیم نہیں کرے گا، ایسا سمجھنے پہ اس زمانے میں کون سی بھلائی باقی رہ جائے گی جس زمانے کے ۳۳ ہزار آدمی باطل پہ جمع ہو جائیں اور ایک ضال و مضل کو حضرت پیغمبر برحق ﷺ کا جانشین بنا دیں، اللہ تعالیٰ اس جماعت (روافض) کو انصاف کی توفیق دے کہ اکابر دین پہ زبان درازی سے باز آجائیں اور رسول اللہ ﷺ کے حق صحابیت کو ملحوظ رکھیں۔ (مکتوبات:۳/۲۴)

59 خَيْرُ الْبَرِيَّةِ رضی اللہ عنہ

"خیر البریہ" کا معنیٰ ہے: ساری مخلوق سے بہتر و اعلیٰ، یہ نام مبارک حدیث مبارک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے وارد ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل و اعلیٰ ہونے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ "خیر البریہ" ہیں، قرآن مجید نے یہ کلمات بیان کیے:

☆......"ان الذين امنوا و عملوا الصلحت اولئك هم خير البرية"

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں، ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (سورۃ البینہ: ۷، ۸)

امام مظہری نے اس مقام پر لکھا ہے: ایمان دار اور نیکو کار سب مخلوق سے یعنی معصوم فرشتوں سے بھی بہتر ہیں، اسی جگہ سے علما نے کہا ہے کہ خاص درجات والے انسان خاص درجات والے ملائکہ سے افضل ہیں اور عام انسان یعنی صاف دل اور پاک نفس رکھنے والے ایماندار اور نیکو کار عام ملائکہ سے افضل ہیں، رہے غیر صالح مومن تو جب مغفرت سے گناہوں کی سزا دے کر ان کو گناہوں سے پاک کر دیا جائے گا اور عمل صالح رکھنے والے مومنوں کے ساتھ ان کو ملا دیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو وہ بھی ملائکہ سے افضل ہو جائیں گے۔ (تفسیر مظہری سورۃ البینہ: ۷) گویا قرآن مجید نے تمام ایمانداروں اور نیکو کاروں کے لیے "خیر البریہ" کا نام استعمال کیا ہے تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ اس نام و لقب کا حقدار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا ہے، فرماتے ہیں ؎

خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ اَتْقَاھَا وَ اَعْدَلَھَا
بَعْدَ النَّبِیِّ وَاَوْ فَاھَا بِمَا حَمَلاَ

یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم (اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد) تمام مخلوق سے بہتر اور اعلیٰ ہیں، سب سے بڑے پرہیزگار ہیں اور سب سے زیادہ عادل ہیں اور سب سے زیادہ اونچے وفادار ہیں۔ (المستدرک: ۳/۶۷، مجمع الزوائد: ۹/۴۳) اس کلام کو صرف شعر وسخن نہ تصور کیا جائے بلکہ یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو کے مطابق کہا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر منع نہیں کیا بلکہ کمال مسرت کا اظہار فرمایا ہے، گویا اب یہ کلام "حدیث تقریری" کے درجے پر فائز ہو چکا ہے، اب لگے ہاتھ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا وہ کلام بھی سن اور پڑھ لیں جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہزادی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کہا تھا، حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو اس وقت حضرت حسان رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے

حِصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِیْبَۃٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عفیفہ بھی ہیں، سنجیدہ بھی ہیں اور پروقار بھی ہیں، وہ اپنی ہر صبح اس حال میں کرتی ہیں کہ ان کی زبان لوگوں کی غیبت سے پاک ہوتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر سن کر فرمایا: "لکنک لست کذلک" "لیکن آپ ایسے نہیں ہیں (غالباً ان کا افک کی طرف اشارہ تھا جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی اہل افک میں شامل ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو معاف فرما دیا تھا) میں نے کہا: کہ آپ ان کو اپنے پاس کیوں آنے دیتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان میں وہ جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورۃ النور: ۱۱) فرمایا: دنیا میں نابینا ہو جانے سے اور کون سا سخت عذاب ہے، لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف سے کفار (کی ہجوگوئی اور شاعری) کا مقابلہ کیا کرتے تھے (اس لیے میں ان سے درگزر کرتی ہوں)۔ (صحیح بخاری: ۲/۵۸۱)

معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جملہ تاجداران نبوت کے بعد "خیر البریہ" یعنی ساری مخلوق سے بہتر و اعلیٰ ہیں، اس پر خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ فرمودات بھی گواہی دیتے ہیں، ایک مقام پر فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے جب بھی کسی کام میں بڑھنے کا ارادہ کیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کام میں مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ (مجمع الزوائد: ۹/۲۹) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے حکمرانوں کے لیے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حجت بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! دونوں سب سے آگے بڑھ چکے ہیں اور دونوں نے بعد والوں کو (اعلیٰ معیار کی وجہ سے) مشکل میں ڈال دیا ہے۔ (کنز العمال: ۱۳/۱۳) اور فرمایا: میں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جملہ نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/۳۸۳) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے خطبہ مبارکہ میں فرمایا: "فاق وراق اصحابه ورعا و کفافا وزهدا وعفافا وبراء صیاطة و زهادة و کفایة " آپ ہی اپنے تمام اصحاب میں فوقیت اور ترقی والے ہیں، پرہیزگاری میں اور عبادت میں اور زہد میں اور عفت میں اور نیکی میں اور احتیاط میں اور ترک دنیا میں اور دین کی کفایت میں۔ (معجم کبیر: ۱۰/۴۳۹)

(60) اَعدَلُ رضی اللہ عنہ

"اعدل" کا معنی ہے: سب سے بڑا عدل و انصاف کرنے والا، یہ اسم تفضیل بھی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کلام بلاغت نظام میں مذکور ہے، فرمایا:

☆...... "اَتقَهَا وَاَعدَلَهَا " سب سے زیادہ متقی اور سب سے بڑا عادل و منصف۔ (المستدرک: ۳/۶۷)

گویا انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بڑا عدل شعار اور انصاف کا علمبردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے اور وہ بھی رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرار دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہت زیادہ مسرت و انبساط کی وجہ سے تصدیق فرمائی ہے، ہمارے ایک "شاہ بادشاہ" خوامخواہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر گرم ہو رہے ہیں کہ ان کو کون پوچھتا تھا، وہ خود بخود لوگوں کو بتاتے پھرتے تھے کہ ہم (ابو بکر صدیق) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ظاہری میں افضل کہا کرتے تھے، پھر حضرت عمر فاروق کو افضل کہا کرتے تھے۔ (جیسا کہ صحیح بخاری میں مرقوم ہے) ہم عرض گزار ہیں کہ جناب "بادشاہ سلامت" اگر صحابی رسول کو کوئی نہیں پوچھتا تھا تو ان کے مقابلے میں آپ کو کون پوچھتا ہے، آپ کیوں خوامخواہ گرم ہو رہے ہیں، یہ کس کا فراد کا غمزہ خون ریز ہے جس نے آپ کے دیرینہ نظریے کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا ہے، واقعی "ہمچو ما دیگرے نیست" کا متکبرانہ انداز زندگی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا، ذرا توجہ فرمایئے کہ صرف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہی ہر مسلمان کے لیے نہایت قابل اعتبار ہوتا کیونکہ ہر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کو ثقہ، عادل اور صادق تسلیم کرتا ہے لیکن یہاں تو بہت بڑی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا اجتماعی عقیدہ بیان کرتی نظر آتی ہے، اس جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جملہ افراد اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں اور ان کے ہمنوا ہیں، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ جو انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما سے بیان کیا "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر الناس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق ہیں" محض عجز و انکسار کے اظہار کے لیے نہیں تھا بلکہ بطور نظریہ مسلمہ تھا، اگر یہ نظریہ مسلمہ نہ ہوتا اور محض ان کے عجز و انکسار کے اظہار کے لیے ہوتا تو اس کے منکر کو حد قذف (اسی کوڑے) یا بروایت دیگر حد زنا (سو کوڑے) لگانے کا حکم کیوں جاری فرماتے، صحابہ کرام یہی نظریہ رکھتے تھے، اسی پر جملہ اہل حق و ہدایت کا اجماع ہو چکا تھا، اب چند "تفضیلیوں" اور ان کے سرپرست ایران کے

رافضیوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے پرانے دلائل و براهین کو چھوڑنا کون سی تحقیق ہے، کیا سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اتنا کافی نہیں کہ جس شخصیت کے مناقب شاعر دربار رسالت پڑھ رہا ہے اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پڑھ رہا ہے وہ شخصیت کوئی معمولی نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف بہت مشہور ہے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ظاہری میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے، فیصلے کیا کرتے تھے، آپ کی مشاورت سب پر فوقیت رکھتی تھی، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

☆ ...... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ علما نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت علمی کا صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا تو میں اس کو قتل کر دوں گا، شیخ ابو اسحاق نے اس بیان اور دیگر احادیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے، صحابہ جب کسی مشکل مسئلہ کو حل نہ کر سکتے تو اس کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حل دریافت کرتے، پھر جب آپ رضی اللہ عنہ کے جواب پر خوب غور و بحث کرتے تو واضح ہو جاتا کہ جواب باصواب ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مطابق عمل پیرائی کرتے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء:۵۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کردار بہت فیصلہ کن اور فہم عدالت کے مطابق ہوتا تھا، سب سے پہلے معاملہ یہ اٹھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کو کہاں دفن کیا جائے، اس کے متعلق تمام لوگ ناواقف تھے، بعض کہتے کہ مسجد نبوی میں، بعض کہتے کہ جنت البقیع میں، بعض کہتے کہ بیت المقدس میں کہ وہاں اکثر انبیاء کا مدفن ہے تا آنکہ حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی معلومات سے لوگوں کو آگاہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ ہی کو ان کی قرارگاہ بنایا گیا۔ (ایضا: ۸۷) یہ معلومات صرف آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں لیکن کسی ایک صحابی نے یا فرد اہل بیت نے اختلاف نہیں کیا کہ جناب اکیلے ہی معلومات بتا رہے ہیں اور اکیلے ہی فیصلہ سنا رہے ہیں، کوئی ایک گواہ پیش فرمایئے، قرآن مجید کی آیات کو جمع کرتے وقت دو گواہیاں لی گئیں مگر ان معلومات پر کوئی گواہی طلب نہیں کی گئی، اس کی کیا وجہ تھی، یہی وجہ تھی کہ بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کر رہے تھے جن کی صداقت اور صدیقیت کی گواہی آسمان سے نازل ہوئی تھی، ساری امت کی گواہی ایک طرف اور اکیلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گواہی ایک طرف، ساری امت کا ایمان ایک طرف اور اکیلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان ایک طرف، یہ خود زبان رسالت کا فیصلہ ہے۔

پھر دوسرا مسئلہ وراثت کا پیدا ہوا جس کے تصفیے کے بارے میں تمام لوگ دم بخود تھے، بلکہ آج بھی لوگ بہت زیادہ دم بخود ہیں، کوئی کہتا ہے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا معصوم ہیں یا کوئی کہتا ہے کہ محفوظ ہیں مگر معصومیت کے بالکل قریب ہیں کیونکہ محفوظ اور معصوم میں کوئی بہت زیادہ فرق نہیں ہوتا اور کوئی کہتا ہے کہ جب وراثت باغ فدک کا مطالبہ کر رہی تھیں تو خطا پر تھیں، پھر اعلان کیا کہ ہماری مراد "اجتہادی خطا" پر تھیں جو فوراً زائل ہوگئی، بہر حال اس مسئلے میں امت میں گروہ بن گئے حتیٰ کہ اب اہل سنت و جماعت میں گروہ بن گئے، محقق علماء کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا بڑا نہیں ہے جتنا آج کل اس کو بنالیا گیا ہے، اس مسئلے کے متعلق جتنی زیادہ بھی روایات حدیث و تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں ان کا راوی "امام ابن شہاب زہری" ہے اور زیادہ اختلاف والی روایات اس کے شاگرد "صالح" سے مروی ہیں، ایک تو ان دونوں پر تشیع کا الزام ہے اگرچہ بعض محدثین کے نزدیک وہ ثقہ بھی ہیں لیکن کسی روایت میں الفاظ کا ردو بدل ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ ان روایات میں اضطراب ہے جو ان سے استدلال کرنے سے روکتا

ہے، دوسرا اگر درست بھی ہو تو اس سے مراد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا یا افراد اہل بیت کا مطالبہ نہیں بنتا استلکا بنتا ہے، لہذا کسی کو خطا پر کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، انہوں نے سوال کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم (گروہ انبیاء) کا کوئی (مالی) وارث نہیں ہوتا ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے، حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی خاموش ہو گئے، یعنی اس مسئلے پر خاموش ہو گئے، کچھ روایات میں جو ناراض ہونے یا تعلق توڑنے کا ذکر ہے تو یہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے یا کسی فرد اہل بیت کے الفاظ نہیں، بعض روایوں کی کارستانی ہے یا ان کا اپنا فہم وقیاس ہے، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بلند کردار سے کیسے توقع رکھی جا سکتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس شخص کریم سے سنا جس کو وہ خود سب سے زیادہ صادق اور مصدق مانتے تھے، اس پر اعتبار نہیں کیا اور الٹا ناراض ہو کر بیٹھ گئے اور قطع تعلقی اختیار کر لی، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ایک مسلمان (اور وہ بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے افضل ترین مسلمان) سے تین دن سے زیادہ ناراض رہنا اور قطع تعلقی اختیار کرنا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حرام ہے، کیا یہ حرام عمل اور وہ بھی تسلسل کے ساتھ ایسے پاکباز ان امت سے سرزد ہو سکتا ہے، جن پر چادر تطہیر کا ہر وقت سایہ دراز رہتا تھا، خدا کا خوف کیا جائے، یہ امت کن مباحث میں الجھ رہی ہے جن کی گہرائیوں میں اترنے سے کسی صحابی کا دامن محفوظ رہ سکتا ہے نہ کسی فرد اہل بیت کا کردار بچ سکتا ہے، پھر ناراضی کی کوئی وجہ بھی تو ہو، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باغ فدک کی آمدنی کو انہیں مصارف پر خرچ کیا کرتے جن پر عہد رسالت میں خرچ ہوا کرتا تھا۔ (سنن ابی داود: ۳/۱۹۸) گویا انہوں نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا ایک درہم و دینار بھی بند نہیں کیا تھا، امام عسقلانی نے اس حدیث کی توجیہ کی ہے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے جو سوال کیا تو اس لیے کیا کہ ان کے نزدیک حدیث (ہم (گروہ انبیاء) کا کوئی (مالی) وارث نہیں ہوتا، ہم نے جو چھوڑا صدقہ ہے) کا حکم عام نہیں ہے، بلکہ ان کی وراثت کی بعض چیزوں کا

وارث ہوگا اور بعض چیزوں کا وارث نہیں ہوگا، باغ فدک میں وارث ہوگا، جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اس حدیث کا حکم عام مانتے تھے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مال میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ (فتح الباری: ۷/ ۱۶۴) جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے حدیث کا مفہوم واضح ہوگیا تو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اس معاملے میں خاموش ہوگئے اور برضاو رغبت خاموش ہوگئے، پھر صحیح روایت میں ہے کہ جب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا علیل ہوگئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تیمارداری کے لیے تشریف لائے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رضا پوچھ کر اندر آنے کی اجازت دی، انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے ہے اور اہل بیت رسول آپ کی رضا کے لیے ہے، پھر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بھی راضی ہوگئیں۔ (سنن کبریٰ بیہقی: ۶/ ۴۹۱) راضی ہوگئیں کا یہ معنیٰ ہے کہ انہوں نے بھی اپنی قلبی رضامندی کا اظہار کر دیا جو کہ پہلے ہی ان کے قلب پاکباز میں موجود تھی، اس رضامندی کا ایسے بھی مظاہرہ ہوا کہ ان کو آخری غسل و کفن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء رضی اللہ عنہا نے دیا۔ (کشف الغمہ: ۲/ ۶۱) اور نماز جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ (طبقات کبریٰ: ۸/ ۲۹) پھر خاندان اہل بیت کے ساتھ جو خاندان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رشتہ داریاں ہوئیں اور انہوں نے اپنے بچوں کے نام ابوبکر رکھے، یہ سب کچھ اسی رضامندی کا ثبوت ہے، ورنہ کسی "ظالم اور غاصب" سے ایسے تعلقات کب رکھے جاتے ہیں، اگر کوئی کہے کہ یہ سب تعلقات "تقیہ" پر مبنی تھے تو ہم عرض گزار ہیں کہ پھر تم لوگ بھی قیامت تک کے لیے تقیہ کرلو اور ان گستاخیوں سے خاموش ہو جاؤ تا کہ امت مرحوم کسی زمانے میں تو سکھ کا سانس لے سکے، اللہ اکبر! حق یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ عادل تھے، انصاف پسند تھے، ان کو خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے "امام عادل اور قاسط" قرار دیا ہے لہٰذا ان سے قطعاً یہ کام سرزد نہیں ہوا کہ انہوں نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا، ان کی اولاد اور ان کے خاندان عالی شان (رضی اللہ عنہم) کا ایک درہم و دینار کے برابر بھی حق وراثت غصب کیا

تھا،اگر یہ غصب اور ظلم ہوا ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں اس غصب اور ظلم کو تبدیل کر کے حقداروں تک ان کا حق پہنچا دیتے،حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عملی تصدیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعدل الناس (بعد الانبیاء) ہونے کی سب سے اہم دلیل ہے،حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن زنجویہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کی یہ شان تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں ان کی رائے دوسروں سے الگ ہو جاتی تو تمام صحابہ مہاجرین و انصار ان کے ہمنوا ہو جاتے،امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے،انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھ کر قسم کھائی اور کہا:اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا نظر نہ آتا،انہوں نے یہ جملہ تین مرتبہ بیان کیا،پھر لوگوں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ رحلت رسول کے بعد

عرب قبائل مرتد ہونے لگے،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لشکر اسامہ کو واپس طلب کر لیں،انہوں نے فرمایا:ہرگز نہیں اگرچہ امہات المومنین پر بھی درندے حملہ آور ہو جائیں،جس پرچم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہرایا ہے اس کو میں سرنگوں نہیں کر سکتا،لشکر اسامہ جس مرتد قبیلے کے قریب سے گزرتا تو وہ دہشت زدہ ہو جاتا اور کہتا کہ اگر ان مسلمانوں میں اتنی قوت نہ ہوتی تو ایسے وقت میں حملہ آور نہ ہوتے،یہاں تک کہ لشکر اسامہ نے مملکت روم میں قدم رکھا اور دشمنوں سے خوب جنگ ہوئی،نتیجتاً فتح یاب ہو کر اور اسلام کو غالب فرما کر یہ لشکر اسلام صحیح و سالم واپس آیا۔(تاریخ الخلفاء:۷۹) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ اور منکرین ختم نبوت کے خلاف جو فیصلہ قتل صادر کیا اس نے تمام امت کے عقائد و نظریات محفوظ کر دیئے،اس وقت کی ذرہ برابر کی کمزوری بھی پوری امت کو رسوا کر دیتی،آج لوگ کہتے نظر آتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار کے نزدیک اگر عقائد و نظریات اتنے لچکدار ہیں تو ہمارا کیا ہے،ہم تو ویسے ہی قرون اولیٰ سے بہت دور افتادہ ہیں،اس اعدل الناس (بعد الانبیاء) نے ایسا مضبوط کردار ادا کیا کہ خود صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اپنی ثقاہت اور جرات کے باجود حیران ہو گئے اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی عدالت اور مردانگی کو ایک بار پھر تسلیم کر لیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے اعدل الناس (بعد الانبیاء) ہونے کا اقرار کیا ہے، فرمایا:

☆......آپ لوگوں پر بہت زیادہ مہربان تھے، کمزوروں کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرتے تھے، کسی مالدار اور طاقتور پر ان کا حق ہوتا تو ضرور ان کو دلواتے تھے، طاقت والے لوگ آپ کے نزدیک کمزور ہوتے تھے جب تک ان سے حق نہ دلوا دیتے، آپ کی بارگاہ میں سب امیر و غریب برابر ہوا کرتے تھے، آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہوتا جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوتا تھا، آپ صدق کا مجسم تھے اور آپ کا فیصلہ مضبوط ہوتا تھا۔ (الریاض النضرہ: ۱/ ۲۰۷)

سب سے بڑی بات یہ کہ جنگ حنین میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک قتل کیا، جب مقتول کے سامان کی باری آئی تو ایک شخص نے کہا کہ جس مشرک کو انہوں نے قتل کیا ہے اس کا سامان میرے پاس ہے، یا رسول اللہ! آپ یہ سامان مجھے دلوا دیں، اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: کیا ہم اللہ کے شیر کو محروم کر دیں جو اللہ اور اس کے رسول کی حمایت میں لڑا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر نے سچ کہا ہے، پھر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو سامان مل گیا اور انہوں نے اس سے ایک باغ خریدا، یہ ان کی دور اسلام کی پہلی جائیداد تھی جو موصول ہوئی۔ (صحیح بخاری: ۳/ ۱۳۳) کیا امت محمدی میں اتنا بڑا عادل اور منصف بھی کوئی ہو سکتا ہے جس کے فیصلوں کی خود زبان نبوت تصدیق فرما رہی ہے۔

61 اَوفیٰ رضی اللہ عنہ

''اوفیٰ'' کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ وفادار، یہ اسم مبارک بھی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق استعمال فرمایا ہے، فرمایا:

بعد النبی اوفھا بما حملا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ وفادار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ہیں جو اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے انجام تک پہنچاتے ہیں۔

سیرت وحدیث اور تاریخ کی کتنی روایات وآثار ان کے اس وصف عظیم کی گواہی دیتے ہیں کہ واقعی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی بہت بڑی صداقت پر مبنی ہے، پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرمار ہے تھے جس نے اس کی ثقاہت میں اضافہ کر دیا ہے، ہر وفادار کی وفا کا امتحان مشکلات کے وقت ہوتا ہے، اگر تو ساتھ چھوڑ جائے تو سمجھیے اس نے وفاداری کا ڈھونگ رچایا ہوا تھا اور اگر جان ومال واولاد ہر چیز قربان کر دے تو جانیئے کہ وہ وفادار اپنے قول وفعل میں برحق ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفا کا کیا عالم تھا، ان کی ہر آرزو کا مرکز ومحور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتی تھی کسی نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ کی آرزو کیا ہے؟ فرمایا: میری آنکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتی رہے، میرا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ ہوتا رہے، میں ہر وقت بارگاہ رسول میں حاضر رہوں۔ (تفسیر روح البیان: ۶/۳۲۶) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیٹی کو اپنے نکاح میں قبول فرمائیں، اس وفا کی انتہا اور محبت کے رسوخ کی وجہ سے اہل مکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے کہ ابوقحافہ کا بیٹا مجنون ہے۔ (مجمع الزوائد: ۶/۱۷) آپ رضی اللہ عنہ کی وفا شعاری کا یہ عالم تھا کہ وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اتنے عظیم فیصلے کیے، امت کو سہارا فراہم کیا، ملت کی پناہ گاہ بنے لیکن اندر ہی اندر سے فراق محبوب اور ہجر جاناں کے لیے

ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات تھی جس کے غم سے آپ رضی اللہ عنہ کا جسم اقدس روز بروز نحیف و لاغر ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ وہ بھی وفات پا گئے (یعنی وصل محبوب سے ہمکنار ہو گئے)۔ (المستدرک: ۳/۶۶)

62 رَاشِدٌ رضی اللہ عنہ

"راشد" کا معنیٰ ہے: لوگوں کو رشد و ہدایت کا راستہ بتانے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک مشہور حدیث میں فرمایا ہے، تم لوگوں پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۴) اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خلفا کرام رضی اللہ عنہم راشد ہیں، پھر قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا: "اولٰئِکَ ھمُ الرّٰشِدُون" وہی لوگ تو "راشد" ہیں۔ (سورۃ الحجرات: ۷) جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم "راشد" ہیں تو ان سب کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سب سے بڑے راشد ہیں اور ہدایت کے راہنما ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج ایک نیک بندے کو خواب دکھایا گیا کہ ابو بکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیوستہ کیے گئے اور عمر ابو بکر کے ساتھ پیوستہ کیے گئے، ان کے ساتھ عثمان کو جوڑا گیا، پھر ہم نے یہ کہا کہ نیک بندے تو خود ہیں باقی رہا بعض کو بعض کے ساتھ پیوستہ کرنا تو یہ وہ خلفاء دین ہیں جس دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ (ابو داؤد، مشکوٰۃ: ۳/۳۴۵) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا خوب خراج تحسین پیش کیا ہے:

☆ ......اے ابو بکر! آپ ہجرت میں اور ہر مشکل مرحلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور صاحب رہے، آپ امت رسول کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین خلیفہ بنے، ورنہ لوگ مرتد ہو چکے تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کو اس طرح مضبوط کیا کہ کسی نبی کا خلیفہ ویسے مضبوط نہ کر سکا۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷)

آپ کی رائے علم اور عزم پر مبنی ہوتی تھی، جب آپ دنیا سے گئے تو سارا راستہ ہموار ہو گیا تھا، مشکل ٹل چکی تھی اور آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی، آپ کی بدولت دین میں اعتدال آچکا تھا اور ایمان مضبوط ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ کا امر غالب آگیا اگرچہ اس سے کافروں کو بہت تکلیف ہوئی، اسلام اور اہل اسلام مستحکم ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بڑا صدمہ اہل اسلام پر نہیں آیا۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷)

63 مَھْدِیٌ رضی اللہ عنہ

''مہدی'' کا معنیٰ ہے: ہدایت یافتہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ نام اور لقب بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، فرمایا: تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے، تم لوگ اس کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۴۴، سنن ابی داؤد: ۴/ ۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۱/ ۱۵، مسند احمد: ۴/ ۱۲۶) اس حدیث کو امام حاکم نے بھی نقل کیا اور کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں۔ (المستدرک: ۱/ ۱۷۴) امام ترمذی نے بھی کہا: یہ حدیث صحیح اور حسن ہے، گویا آپ رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء کرام حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سب کے سب مہدی یعنی ہدایت یافتہ ہیں، ان سب

کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، بھلا ان سے بڑا "مہدی" کون ہو گا جس کو سب سے پہلے ہدایت میسر آئی، جس کا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کے انکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض میں نہیں گزرا، قرآن مجید میں آیت ہے:

☆ ......اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے، یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا تو عرض کی: اے میرے رب! میرے دل میں ڈال دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ دے اور میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں، یہ ہیں وہ جن کی نیکیاں ہم قبول کریں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے، جنت والوں میں، یہ سچا وعدہ ہے، جو ان کو دیا جاتا ہے۔ (سورۃ الاحقاف: ۱۵۔۔۔۔)

آیت میں "وصینا الانسان" ہے، الانسان میں لاف لام عہدی ہے، اس سے مراد خاص انسان ہے، یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، آپ کے والدین مسلمان ہو گئے، آپ کے سوا کوئی ایسا مہاجر نہیں ہوا جس کے ماں اور باپ دونوں اسلام میں داخل ہو گئے ہوں۔ (تفسیر مظہری زیر آیت: ۱۵) یہ تفسیر اور بھی مفسرین کرام نے بیان کی ہے، گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے "الانسان" خاص انسان قرار دیا ہے، پھر ان کے رجوع لانے کا ذکر

کیا،ان کے اسلام کا ذکر کیا، ان کی نیکیوں کی قبولیت کا ذکر کیا، ان سے وعدہ جنت کا ذکر کیا، ان کی اولاد اور والدین کی ہدایت کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ عفو و درگزر کا ذکر کیا، یہ تمام امور آپ رضی اللہ عنہ کے مہدی "ہدایت یافتہ" ہونے کی گواہی دیتے ہیں، اگر آپ رضی اللہ عنہ مہدی نہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کا حکم نہ دیتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اکثر خطبہ میں کہا کرتے: اے اللہ! تو ہماری بھی اصلاح فرمادے جس طرح خلفا راشدین مہدیین (ہدایت یافتہ) کی اصلاح فرمائی تھی، پوچھا گیا کہ وہ خلفا راشدین کون ہیں؟ ان کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا: وہ میرے حبیب ابو بکر و عمر ہیں، امام الھدیٰ ہیں، شیخ الاسلام ہیں اور قریش کے معزز لوگ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدا ہیں، ان کی اتباع کرنے والا محفوظ اور معنون رہے گا، سیدھے راستے پر رہے گا، ان کی تعلیمات کو تھامنے والا حزب اللہ میں شامل ہو جائے گا۔ (نور الابصار: ۸۱) پھر جو "مہدی" ہو وہ "ہادی" بھی ہوتا ہے۔

"ہادی" کا معنیٰ ہے: ہدایت دینے والا، جو خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے وہی کسی کو ہدایت دے سکتا ہے، کوئی گمراہ کسی کو کیا راہ دکھائے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑے ہادی اور مرشد ہیں، جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار کیا اور اسلام کا اعلان کیا تو فوراً رشد و ہدایت کو عام کرنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے، آپ بڑے ہر دلعزیز، نرم خو، پسندیدہ خصائل کے حامل، بااخلاق اور دریا دل تھے، ان کے پاس ان کی مروت، دور اندیشی، تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی، آپ نے اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کو قابل اعتماد پایا تو اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی، آپ رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے لوگوں نے اسلام قبول کیا، یہ بزرگ اسلام کا ہراول دستہ ثابت ہوئے اور انہی کو عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے کا اعزاز ملا، آپ رضی اللہ عنہ کھلے عام قرآن مجید کی تلاوت فرمایا

کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ ہی نے مکہ مکرمہ میں اپنے گھر مسجد تعمیر کی، لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے شدید مخالف ہو گئے، مگر آپ رضی اللہ عنہ کے عزم ہدایت میں کوئی فرق نہیں آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے صحن کعبہ میں تبلیغ دین اور توصیف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت مانگی اور یہ کام کر گزرے، اس کے نتیجے میں آپ رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا گیا کہ بے ہوش ہو گئے، اس ہادی اسلام کے کیا کہنے جس کی ہدایت کا زمانہ گواہ ہے، قرآن گواہ ہے، حدیث گواہ ہے، صحابہ گواہ ہیں، اہل بیت اطہار گواہ ہیں، پوری تاریخ اسلام گواہ ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں کھلنے والے دروازے بند کروا دیئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رہنے دیا اور فرمایا: ان سے زیادہ کسی شخص نے بھی اپنی جان اور مال کے ساتھ میری امداد نہیں کی، کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست کا دروازہ کھلا رکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا دیکھا، مگر ابو بکر صدیق کے دروازے پر نور ملاحظہ کیا ہے۔ (کنز العمال: ۶/ ۲۳۵) ایک روایت میں ہے، فرمایا: ابو بکر صدیق وہ (سراپا ہدایت) ہے کہ اس کی جانب سے مجھے کبھی تکلیف نہیں پہنچی۔ (ایضاً: ۶/ ۲۲۶) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: یا اللہ! تو نے میرے صحابہ میں برکت رکھی ہے، یہ برکت سلب نہ کرنا اور ان کو ابو بکر صدیق پر جمع فرما دینا، وہ ان کے فرمان سے علیحدہ نہ ہو جائیں اور وہ تیرے فرمان پر اپنے فرمان کو مقدم نہ سمجھے۔ (تاریخ دمشق: ۱۸/ ۳۱۹)

64 رَاضٍ رضی اللہ عنہ

"راض" کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے والا، اس کے ہر حکم پر ہر حال میں خوش رہنے والا، یوں تو اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے فرمایا کہ وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ ان سے راضی ہو گیا لیکن اس رضامندی، خوشنودی اور سپاس گزاری کا جو انداز

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے، صرف ایک غزوہ تبوک کا مرحلہ ہی دیکھ لیجیے، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا مال قربان کر دیا اور خود سادہ دری کا لباس پہن لیا جس کو ببول کے کانٹوں کے بٹن لگے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر بتایا کہ میں گھر میں اللہ اور اللہ کا رسول چھوڑ آیا ہوں گویا میرے لیے اللہ اور اللہ کا رسول ہی کافی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کبھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں لے جا سکتا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام بھی اسی طرح کا سادہ دری کا لباس پہن کر نازل ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آج اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام فرشتوں نے بھی ایسا ہی لباس پہنا ہوا ہے جیسا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہنا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حال میں مجھ سے راضی ہے کہ نہیں، یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جھوم اٹھے اور رقت آمیز لہجے میں بولے: میں اپنے پروردگار سے کیسے ناراض ہو سکتا ہوں، میں اس سے راضی ہوں، میں اس سے راضی ہوں، میں اس سے راضی ہوں۔ (ترمذی: ۵/ ۳۸۰، تاریخ الخلفاء: ۵۰)

65 جَوَّادٌ رضی اللہ عنہ

”جواد“ کا معنی ہے: بہت زیادہ غنی اور سخی، جس کی سخاوت کا شہرہ عام ہو، یہ اسم مبارک بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر پورا اترتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

☆ ......”الذین ینفقون اموالھم...... “جو لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں رات میں اور دن میں، چھپا کر اور ظاہر کر کے تو ان کا اجر ہے ان کے رب تعالیٰ کے پاس، نہ ان کو کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۷۴)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دس ہزار درہم و دینار رات کو خرچ کیے، دس ہزار دن کو خرچ کیے، دس ہزار خفیہ خرچ کیے اور دس ہزار اعلانیہ خرچ کیے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ انداز سخاوت قرآن مجید میں نازل فرمادیا۔ (تفسیر روح البیان: ۳/۶۶) اب غور کیجئے کہ جس کے انداز سخاوت کا ذکر کتاب اللہ میں موجود ہو، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس سے بڑا جواد اور کریم شخص بھی متصور ہو سکتا ہے، امام سیوطی لکھتے ہیں:

✪ ......آپ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ سخی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاکیزہ رہے، امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ تمام علما کا متفقہ فیصلہ ہے کہ سورۃ الیل کی یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں، امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا، اس پر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور میرا مال سب آپ ہی کا ہے، امام ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بھی اس طرح کی حدیث لکھی ہے، امام ابن کثیر نے لکھا ہے، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی زبانی بھی اس طرح کی حدیث تحریر کی ہے، خطیب نے حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ کے ذریعے یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنا مال خرچ کرتے اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرتے تھے، امام ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بوقت اسلام آوری چالیس ہزار دینار تھے، جو انہوں نے سب کے سب رسول

اللہ ﷺ پر صرف کر دیئے، ہجرت کے وقت پانچ ہزار درہم تھے (وہ بھی راستے میں اور مدینہ منورہ میں خرچ کر دیئے) آپ رضی اللہ عنہ نے تمام دولت مسلمان غلاموں کے آزاد کروانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کی، امام ابن عساکر نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سات غلام ایسے آزاد کروائے جن کے آقا ان کو اسلام لانے کی وجہ سے دردناک سزائیں دیتے تھے، امام ابن شاہین نے السنہ میں، امام بغوی نے تفسیر میں اور امام ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی تحریر کیا ہے کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک ایسا لباس پہن کر آئے تھے جس کے کناروں کو اٹھا کر سینے پر کانٹوں سے اٹکا لیا تھا، اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: یارسول اللہ! آج ابو بکر سینے پر کانٹوں کا لباس کیوں اٹکائے ہوئے ہیں، فرمایا: انہوں نے اپنی دولت مجھ پر خرچ کر دی ہے، انہوں نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سلام کہا ہے اور دریافت کیا ہے: اے ابو بکر! تم اس غربت کی حالت میں ہم سے خوش ہو یا ناراض؟ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے رب سے کیسے ناراض ہو سکتا ہوں، میں تو اس سے راضی ہوں، خوش ہوں، مسرور ہوں، اس قسم کی اکثر احادیث مروی ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا مال اور سرمایہ اسلام کی راہ میں پیش کر دیا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (نے حضور اکرم ﷺ) کی زبانی بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام دری کا لباس پہن کر آئے، انہوں نے پوچھا: جبریل یہ کیا حالت ہے؟ عرض کیا: آج اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تمام فرشتے ابو بکر صدیق جیسا لباس پہنیں، اس حدیث (عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

کے متعلق امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کے راوی ضعیف ہیں، اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو اسکو لوگ قبل ازیں بھی بیان کرتے غرضیکہ اس روایت سے اعراض کرنا ہی مناسب ہے (یاد رہے کہ اگرچہ اس کے راوی ضعیف ہوں گے مگر دیگر مرویات کی وجہ سے یہ روایت بھی مضبوط ہو جاتی ہے اور پھر فضائل میں ضعیف روایت بھی قبول ہے جیسا کہ محدثین نے فیصلہ دیا ہے) امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے بحوالہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں راہ الٰہی میں مال لانے کا حکم دیا، چنانچہ میں نے اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ آج تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا، اپنی نصف دولت لا کر پیش کر دی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عمر! اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا مال چھوڑ آئے ہو، میں نے کہا: اتنا ہی ان کے لیے رکھ دیا ہے، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی پوری دولت لے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ابو بکر! اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا مال رکھ آئے ہو، انہوں نے کہا: ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہیں، یہ دیکھ کر میں نے کہا: میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہرگز سبقت نہیں لے جا سکتا، ترمذی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح وحسن ہے، امام ابونعیم نے حلیہ میں بحوالہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا کچھ مال بارگاہ نبوت میں لائے اور اس کی قیمت کم کر کے بتائی اور کہا: یارسول اللہ! یہ میرا نذرانہ ہے اور میرا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نذرانہ پیش کیا اور اس کی اصلی قیمت بتائی اور کہا: یارسول اللہ! میرا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم دونوں کے پیش کردہ مال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے الفاظ میں فرق ہے، امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جس نے احسان کیا اس کے احسان کا بدلہ دے دیا گیا، البتہ ابوبکر صدیق کی احسان مندیاں مجھ پر اتنی زیادہ ہیں جس کا بدلہ روز محشر میں خود اللہ تعالیٰ ادا کرے گا اور سب سے زیادہ مجھے ابوبکر صدیق کے مال نے نفع دیا ہے، امام بزار نے بحوالہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تحریر کیا ہے کہ میں اپنے والد بزرگوار ابوقحافہ کے ہمراہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو ارشاد عالی ہوا: تم نے اپنے ضعیف والد کو کیوں تکلیف دی، میں خود آجاتا، اس پر میں نے عرض کیا: آپ کی تشریف آوری کی نسبت ان کا آنا ہی بہتر ہے، اس پر ارشاد عالی ہوا: ابوبکر تمہارے احسانات ہمیں بخوبی یاد ہیں، امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی لکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کے مجھ پر بے انتہا احسانات ہیں، سب سے زیادہ احسان یہ کہ مال و جان کے ساتھ میری غم خواری کی اور اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کی۔ (تاریخ الخلفاء: ۵۰)

آں امن الناس بر مولائے ما

آں کلیم اول سینائے ما

یہاں یاد رہے کہ جن احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسانات کا ذکر کیا ہے تو وہ اظہار تواضع کے لیے اور اعلان محبت کے لیے کیا ہے، ورنہ واقعہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر احسان عظیم تھا کہ ان کی خدمات کو قبولیت عطا فرمائی۔ (شرح مسلم نووی: ۲/ ۲۷۲)

66 فَیَّاضٌ رضی اللہ عنہ

"فیاض" کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ فیض بانٹنے والا، سخاوت کرنے والا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیاض اور جواد ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسلام لانے کے بعد حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم کو اسلام کی تبلیغ کی اور یہ سب ان کی کوشش سے مسلمان ہوئے اور ان کی یہ فیاضی اسلام کی تعلیم دینے میں، دین کی ہدایت دینے میں اور اسلام کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے لیے تھی اور ان سب لوگوں نے اسلام کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہوا، حدیث میں ہے، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اسلام میں کسی نیک طریقے کی ابتداء کی اس کو اس نیکی کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ) ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی جود و سخا بھی اس حدیث کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جود و سخا میں داخل ہے۔ (تبیان القرآن: ۸/ ۱۱۶)

67 قَانِتٌ رضی اللہ عنہ

"قانت" کا معنیٰ ہے: بہت فرمانبردار، اطاعت گزار، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے لیے فرمانبردار (اور اطاعت گزار) بن جاؤ، اور فرمایا: فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔۔۔ ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ الاحزاب: ۳۵) تاریخ اسلام گواہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑا قانت اور اطاعت گزار کوئی نہیں ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کا حق ادا کر دیا ہو، قرآن مجید میں ہے:

☆......"امن ہو قانت اناء الیل ساجدا وقائما یحذر الاخرۃ ویرجوا

رحمة ربه ...... "کیا وہ جس کی فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں، سجدے میں اور قیام میں، آخرت سے ڈرتے ہوئے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے (اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی طرح ہو جائے گا) تم فرماؤ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں، عقل والے لوگ ہی نصیحت مانتے ہیں۔ (سورۃ الزمر:۹)

اس آیت مبارکہ میں اس شخص کریم کا تذکرہ ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی، رات کو سجدے کیے اور قیام کیے، آخرت سے ڈرتا رہا اور رحمت خداوندی کا امیدوار بنا، وہ کون ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس فرمانبردار سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے۔ (تفسیر خازن: ۴/۵۰) پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو کتنی مرویات ہیں جن سے ثابت ہے کہ انہوں نے ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی حیل و حجت سے کام نہیں لیا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کبھی ان کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سرگرم عمل رہے، صلح حدیبیہ کا مرحلہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بہت بڑی آزمائش تھی، سارے لوگ بہت زیادہ بیقرار تھے، اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت و ناموس کا معاملہ تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے لوگ سوال کر رہے تھے مگر ایک ذات اقدس تھی کہ ہر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل کی تائید کر رہی تھی اور اعلان کر رہی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ان کو بہتر معلوم ہے کہ زندگی کے معاملات میں کیا کرنا ہے، ہمارا کام ہے ان کی اتباع اور اطاعت کرنا، اس ذات اقدس کا نام مبارک ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جس کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ جس طرح چاند سورج کے پیچھے چلتا ہے اور اس کی روشنی اخذ کر کے اندھیری راتوں کو روشن کرتا ہے اس طرح وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلیں اور ان سے ہدایت کی روشنی لے کر زمانے کو روشن کریں: "والشمس وضحها والقمر اذا تلها" سورج اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی قسم

جب اس کے پیچھے آئے۔ (سورۃ الشمس:۱) کا راز اس مقام پر بھی سمجھنا چاہیے۔

"ساجد" کا معنیٰ ہے: سجدہ کرنے والا، جیسا کہ پیچھے گزرا کہ آیت الزمر:۹ میں اللہ تعالیٰ نے "قانت" کے ساتھ "ساجد" کا ذکر فرمایا تو بقول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو ایسے ساجد ہیں کہ ان کی گردن بچپن سے لے کر آخر عمر تک صرف معبود برحق، مسجود مطلق، اللہ رب العالمین کے سامنے جھکی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک لمحے کے لیے بھی کفر و شرک اختیار نہیں کیا، آپ رضی اللہ عنہ کے سجدوں میں کمال درجے کا خشوع و خضوع ہوتا تھا، قرآن مجید میں ہے:

☆......"والذین یبیتون لربہ سجدا و قیاما o" اور وہ جو راتیں کاٹتے ہیں اپنے رب تعالیٰ کے لیے سجدے اور قیام میں۔ (سورۃ الفرقان:۶۴)

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز اور عبادت سے شب بیداری کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تھوڑی عبادت والوں کو بھی شب بیداری کا ثواب عطا کرتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس نے بعد عشاء دو رکعت یا زیادہ نفل پڑھے وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے۔ (خزائن العرفان:۷۳۴) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو بہت بڑے عبادت گزار تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی راتیں قیام و سجود میں اور دن صیام و جہاد میں گزرتے تھے، پھر ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے تھے اور دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی سب سے بڑی عبادت ہے، اقبال کہتے ہیں۔

شوق ترا اگر نہ ہو مری نماز کا امام
مرا قیام بھی حجاب ، مرا سجود بھی حجاب

آیت میں "قائم" کا لفظ بھی استعمال ہوا جس کا معنیٰ ہے کھڑا ہونے والا یعنی نماز کا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قیام کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نماز قائم کرنے کا حکم

صادر فرمایا ہے گویا وہ اس کے حکم کے مطابق نماز کا قیام بہت پابندی اور دلبندی کے ساتھ کرتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مومن اول ہیں، مسلم اول ہیں، مبلغ اول ہیں، سب سے پہلے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز قائم کی جب کہ ساری دنیا کفر وشرک کے اندھیروں میں گم تھی، خود بچوں میں مومن اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے چار باتوں میں سبقت لے گئے، اظہار اسلام میں، ہجرت کے وقت رفاقت میں، غار ثور کی مصاحبت میں اور نماز کے قیام کرنے اور اس کے اظہار میں۔ (مدارج النبوۃ: ۲/۵۹) قیام نماز میں انکی خشیت اور للہیت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بقول سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے وہ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے، پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ (فضائل الصحابہ: ۱/۲۰۲) حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قیام نماز میں ایک سیدھی لکڑی کی طرح دکھائی دیتے تھے یعنی ساکت نظر آتے تھے۔ (سنن بیہقی: ۲/۳۹۸) یاد رہے کہ نماز میں بار بار رفع یدین کرنا حرکت کثیر پر مبنی ہے اور خشوع وخضوع کے منافی ہے، اسی لیے اس کو منسوخ کر دیا گیا ہے، قرآن مجید میں ہے: وہ لوگ جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ (سورۃ المومنون: ۲) خشوع سے مراد نماز کا سکون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: نماز میں سکون اختیار کرو۔ (صحیح مسلم: ۱/۲۲۹) حضرت ام رومان زوجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے نماز میں جھولتے دیکھا تو سختی سے ڈانٹا، قریب تھا کہ میری نماز ٹوٹ جاتی، پھر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازی اپنے اعضا کو ساکن رکھے اور یہودیوں کی طرح نہ جھولے۔ (نوادر الاصول: ۲/۱۷۱) نماز میں سکون کے متعلق اور بھی بہت سی روایات ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ہے، یہ تمام نماز کی تکبیر اولیٰ کے دوران ہی رفع یدین کرتے تھے۔ (سنن دار قطنی: ۱/۲۹۵) حضرت مجاہد کا قول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز میں لکڑی کے ستون کی طرح ساکت ہوتے تھے اور یہی حالت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہوتی

تھی۔(تفسیر مظہری) اہل مکہ کا قول ہے کہ حضرت ابن جریج نے حضرت عطا بن ابی رباح سے نماز سیکھی اور حضرت عطا نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نماز سیکھی اور انہوں نے اپنے نانا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی ہے۔(فضائل الصحابہ:۱/۲۰۸) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور دیگر خلفائے راشدین سے کسی صحیح سند کے ساتھ اس طرح نماز میں بار بار رفع یدین کرنے اور حرکت کثیر اپنانے کی کوئی روایت منقول نہیں، پھر آج کل کعبہ شریف اور مسجد نبوی کے اماموں کو نماز پڑھاتے دیکھیں تو افسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس طرح لاکھوں لوگوں کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں، قیام، رکوع اور سجود کے دوران بار بار ہاتھوں کو چھوڑنا، چادریں درست کرنا، بغیر ٹوپی رومال اور عمامے کے نماز پڑھانا، اِدھر اُدھر التفات کرنا ان کی عادت اور معمول ہے، یہ نماز کو قائم کیا جا رہا ہے یا تباہ کیا جا رہا ہے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ میں نے پانچ غلاموں، دو عورتوں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو (نماز پڑھتے) نہیں دیکھا۔(صحیح بخاری) پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دین اسلام کی بقا، استحکام اور فروغ کے لیے قائم و دائم ہونا تاریخی مسلمات میں سے ہے، اس حقیقت کو تو شیعہ مورخ بھی نہیں ٹھکرا سکے:

☆ ......ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اچھے اخلاق، نیک اعمال اور پسندیدہ خصائل اور عمدہ صفات کی وجہ سے عوام میں مشہور تھے، مہمان نوازی میں پورے مکہ مکرمہ میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، قریش کو ان کے ساتھ بے پناہ لگاؤ تھا، وہ ان کی صحبت کو غنیمت تصور کرتے اور اہم کاموں میں ان کی رائے کو درست سمجھتے اور ان کے انداز فکر سے راہنمائی لیا کرتے تھے، ان کو علم انساب اور تاریخ عرب میں پوری مہارت حاصل تھی، اس لیے لوگ ان کی خدمت کو قابل فخر جانتے تھے اور ان سے مفید باتیں اخذ کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے قدیمی دوستوں اور پرانے ہم نشینوں کو سیدھی راہ اور اچھے

طریقے پر دعوت دی اور واضح نشانات اور سچی علامات کے ساتھ ان تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پہنچائے، یہاں تک کہ قریش کے بڑے بڑے اور عرب کے مشہور لوگ ان کی ہمت اقدس سے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور گمراہی کے گڑھوں سے نکل کر چشمہ ہدایت تک پہنچ گئے۔ (روضۃ الصفاء: ۲/۲۷۷)

68 اُولُوالاَلباب رضی اللہ عنہ

"اولو الالباب" کا معنیٰ ہے: بہت عقل و دانش اور فہم فراست والے لوگ، آیت الزمر: ۹ میں اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کا ذکر کیا ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق عقل والوں سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں، بعض مفسرین کے اقوال کے مطابق یہ آیت حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عمار، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری زیر آیت: ۹) اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و صحابیت کی برکات سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درجہ بدرجہ "اولو الالباب" یعنی عقل و دانش کے حامل ہیں اور فہم و فراست کے وارث ہیں لیکن ان سب کے تاجدار حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہیں اور پھر ان سب سے افضل العقل اور اکمل العلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆......"ذهبت بفضائلها واحرزت سوابقها لم تعلل حجتك ولم يزغ قلبك ولم تصعف بصيرتك ولم تجبن نفسك كنت كالجبل لا تحركه العواصف ولا تنزيله القواصف" گویا کہ آپ فضائل میں آگے نکلے اور ان کے بہترین کمالات کو حاصل کرلیا اور آپ کی حجت و دلیل کبھی کمزور نہ ہوئی، آپ کا دل کبھی کمزور نہ ہوا اور آپ کی بصیرت کبھی متزلزل نہ ہوئی اور آپ کا

نفس کبھی بزدل نہ ہوا، آپ ایک پہاڑ کی مانند تھے جس کو آندھیاں اور طوفان اپنی جگہ سے نہیں سرکا سکتے۔(مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اتنی فراست عطا فرمائی تھی کہ خوابوں کے نہایت مشکل، باریک اور لطیف علم سے بخوبی آگاہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں علم التعبیر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا کروں۔(تاریخ الخلفاء: ۳۳) امام عبد الرزاق نے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں خون میں پیشاب کر رہا ہوں، فرمایا: تم اپنی بیوی کے پاس ایام خاص میں جانے سے توبہ کرو، آئندہ کبھی یہ مذموم حرکت نہ کرو۔(تاریخ الخلفاء: ۱۰۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میں نے ایک چھتری دیکھی جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا، پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اس میں سے کوئی زیادہ اور کوئی کم سمیٹ رہا ہے، میں نے دیکھا کہ ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے، میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے پکڑا اور اوپر چڑھ گئے، پھر میں نے دوسرے آدمی کو دیکھا تو وہ بھی اس کے ذریعے چڑھ گیا، پھر اسے تیسرے آدمی نے پکڑا اور وہ بھی چڑھ گیا، پھر اس کو چوتھے آدمی نے پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی اور پھر جڑ گئی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، خدا کی قسم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیان کرو، انہوں نے کہا: چھتری تو اسلام ہے اور جو اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے وہ قرآن اور اس کی حلاوت ہے پس کوئی قرآن سے زیادہ حاصل کر رہا ہے اور کوئی کم اور جو رسی آسمان سے لٹک رہی ہے وہ حق ہے، جس پر (آپ) قائم ہیں، پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اوپر اٹھا لے گا، آپ کے بعد جو دوسرا آدمی اور پھر تیسرا آدمی اس کو

پکڑے گا تو وہ بھی اٹھالیا جائیگا، چوتھا چڑھنے لگے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی مگر پھر اس کو جوڑ دیا جائیگا (گویا یہ آپ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے) اور وہ بھی اوپر چڑھ جائیگا، یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے درست تعبیر کی ہے یا اس میں غلطی کی ہے؟ فرمایا: بعض باتیں درست ہیں اور بعض نادرست ہیں، عرض کیا: یارسول اللہ خدا کی قسم! مجھے نادرست بات کی نشاندہی کر دیجئے، فرمایا: مجھے قسم نہ دو (گویا یہ ایک راز قدرت ہے)۔ (صحیح بخاری: ۳/۷۰۹) یہ روایت صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے، شارح بخاری حضرت امام ابن حجر عسقلانی نے تعبیر کی نادرست بات کے متعلق بیان کیا کہ اس میں نادرست بات یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلفا کی مدت کا تعین نہ کرسکے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دینے کے باوجود اس کو بیان نہیں کیا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کردیتے تو خلفا کا تعین منصوص ہو جاتا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف تھی، ایک قول یہ ہے کہ اس تعبیر خاص کا تعلق علم غیب کے ساتھ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (فتح الباری: ۱۲/۳۳۸، شرح صحیح مسلم: ۶/۶۶۹)

ایک بار ربیعہ بن امیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں سرسبز و شاداب جگہ پر موجود تھا اور پھر بنجر و سنگلاخ مقام پر چلا گیا، انہوں نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ تم اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرلو گے، آخر یہی ہوا، وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں روم چلا گیا اور قیصر روم کے ہاتھ پر عیسائیت قبول کرلی۔ (تعبیر الرویاء: ۵۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری نظر میں تین ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے فراست و دانائی کا اعلیٰ ترین مقام عطا کیا ہے، ان میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا کامیاب خلیفہ منتخب فرمایا۔ (ازالۃ الخفاء: ۳/۱۲۱) دوسری وہ عورت جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کہا کہ ان کو اجرت پر رکھ لیجئے، تیسرا عزیز مصر کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔ (تاریخ الخلفاء: ۸۹) حضرت خواجہ بدر الدین

سرہندی لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیاامت میں اکمل و افضل ہیں اور سب سے زیادہ عالم ہیں بلکہ پیغمبروں کے بعد تمام صدیقوں سے زیادہ کامل اور صدیق اکبر ہیں، اکابر اہل بصیرت کا اس بات پر اتفاق ہے۔ (حضرات القدس:۱/۳۸)

69 قوی رضی اللہ عنہ

"قوی" کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ قوت و طاقت والا، قرآن مجید میں یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے گویا حقیقی طور پر وہی ذات وحدہ تمام قوتوں اور طاقتوں کی مالک ہے پھر اس نے یہ لفظ اپنے محبوب ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی استعمال فرمایا:

☆......"انه لقول رسول کریم o ذی قوة عند ذی العرش مکین o"

بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا ہے۔ (سورۃ التکویر:۱۹)

اس آیت میں "ذی قوة" سے مراد کچھ مفسرین کے نزدیک حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور کچھ مفسرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو مراد لیا ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ (کتاب الشفاء:۱/۳۳۱) امام خفاجی، امام زرقانی اور قسطلانی نے بھی یہی فرمایا۔ (نسیم الریاض:۳/۳۰۶، شرح المواہب:۴/۲۱۹، المواہب:۲/۴۴) حضرت امام مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اگر اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہو تو ان کی طاقت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں رہے اور تھوڑے لوگوں کو مومن بنا سکے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس برس میں لاکھوں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ لیا اور ہر طرف دین پھیلا دیا، حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان کے اوپر پہنچ گئے جہاں پہنچنے کی طاقت حضرت جبریل علیہ السلام میں نہیں تھی، پھر

زمین پر اترے تو گھڑی بھر وقت بھی صرف نہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کا دیدار حاصل کیا، کسی دوسرے کو یہ نعمت میسر نہیں۔ (تفسیر مظہری زیر آیت: ۱۹)

یہ اسم مبارک علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے خطبہ مبارکہ سے اخذ ہوتا ہے، فرمایا: "واشدھم یقیناً" (اے ابو بکر) آپ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ سخت اور مضبوط یقین کے مالک تھے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷) اور فرمایا: "ضعیف فی بدنك قوی فی امر الله متواضعاً فی نفسك" (اے ابو بکر) گویا آپ اپنے جسم کے اعتبار سے کمزور تھے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم میں بہت قوت والے تھے، اپنے نفس کے اعتبار سے عاجزی پسند تھے، آپ کی بات فیصلہ کن اور حتمی ہوتی تھی۔ (ایضا) ایک بار انہوں نے برسر منبر ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قلب اطہر بہت قوت والا تھا۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۳۹) حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس مقام خلافت میں کسی ولی نے حکم اور قیام نہیں کیا جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق بخشی تھی کہ وہ اپنی قوت کا اظہار کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں امامت اور تقدم کے اہل کیا تھا اور یہی قوت ان کے لیے دلیل بن گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مقدم کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں جس طرح کہ نبی کی نبوت پر معجزہ دلالت کرتا ہے۔ (فتوحات مکیہ: ۵/ ۲۳) گویا کہ جس طرح کسی نبی کا معجزہ اس کی نبوت پر دلالت کرتا ہے اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قوت باطنی اور طاقت روحانی ان کی خلافت و امامت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت بلافصل کے لیے منتخب فرمایا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی قوت و طاقت کا نظارہ کیجئے:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور عرب کے قبائل مرتد ہو گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اتنے لوگوں سے کس طرح لڑیں گے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے: مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم ہوا ہے جب تک وہ "لا الہ الا اللہ" نہ کہیں، جس نے اس کا اقرار کر لیا اس نے بجز حق اسلام مجھ سے اپنی جان اور اپنا مال بچا لیا اور اس کا حساب لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، انہوں نے کہا: خدا کی قسم! زکوٰۃ مال کا حق ہے، جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور لڑوں گا، بخدا اگر وہ مجھے ایک رسی دینے سے انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں اس سے انکار پر بھی ان سے لڑوں گا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لڑائی کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور یہی حق ہے، اللہ کی قسم! اہل ارتداد کی لڑائی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان ساری امت کے ایمان پر بھاری ہے، رزین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: اے خلیفۃ الرسول! لوگوں سے تالیف قلب کریں اور اس سے متعلق نرمی سے کام لیں، وہ بولے: جاہلیت میں تم جبار تھے اور اسلام میں کمزور پڑ گئے، وحی ختم ہو چکی ہے، دین پورا ہو گیا ہے، کیا وہ اب میری زندگی میں کم ہو جائے گا۔۔۔ابوبکر صدیق شکر گزاروں کے امیر ہیں جو اپنے دین پر ثابت رہے، صبر والوں کے بادشاہ ہیں جنھوں نے اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے پر صبر کیا۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ۴۸۷) ارتداد کے خلاف جنگ زوروں پر تھی تو بنو اسد اور بنو غطفان کے کچھ لوگ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بچ بچا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے، انہوں نے فرمایا: "حرب مجلیة وسلم مخزیة" "ملک سے جلاوطن کرنے والی لڑائی قبول کر لو یا ذلیل کرنے والی صلح کر لو، خارجہ بن حسن نے پوچھا کہ ذلیل کرنے والی صلح کیا ہے؟ فرمایا: اس بات کا اقرار کرو کہ ہمارے مقتول جنت میں جائیں گے اور تمہارے مقتول جہنم میں جائیں گے اور جو کچھ تم نے ہم سے چھینا ہے وہ واپس کرو اور جو کچھ ہم نے لیا ہے وہ واپس نہیں کریں گے، نیز مقتولین کی دیت ادا کرو، ہر مقتول کی دیت ایک سو اونٹ ہو گی، جن میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی، پھر ہم تم سے جنگی سامان، گھوڑے اور ہتھیار

لے لیں گے اور تم جنگلوں میں اونٹ چرا کر گزارا کرو گے، یہ حالت اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں نبی کے خلیفہ اور ایمانداروں کو کوئی بات نہیں سمجھاتا، یا جب تک تم اس دین سے واپس نہ آجاؤ جس کو تم نے چھوڑا ہے، خارجہ نے کہا: اے خلیفۃ الرسول! ہمیں منظور ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق ہے کہ تم دن رات قرآن حکیم پڑھو گے، اپنے بچوں کو سکھاؤ گے اور اپنے مالوں کی زکوۃ سے انکار نہیں کرو گے، سب بولے: ہمیں منظور ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفۃ الرسول! آپ نے سب کچھ درست فرمایا لیکن مسلمان مقتولوں کی دیت کے بارے میں جو کچھ کہا صحیح نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں اور شہیدوں کی دیت نہیں ہوتی، اس پر سب حاضرین نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے گھوڑے اور ہتھیار اپنے قبضے میں لے لیے، ان کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب ان لوگوں کا اسلام پختہ ہوگیا ہے تو سارا سامان واپس کر دیا اور ان میں جو مر چکے تھے انکا سامان ان کے وارثوں کے حوالے کر دیا، یہ اصل واقعہ طارق بن شہاب کی روایت سے مختصراً صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ۷۵۳) اس واقعہ سے اندازہ کیجئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کفر و ارتداد کے خلاف کس قدر سنجیدہ تھے اور ایسے شر پسندوں کو کس طرح اسلام کے مقابلے میں کمزور و ناتواں دیکھنا چاہتے تھے، یہ ان کی قوت روحانی کی عمدہ دلیل ہے۔

70 اَمِیْنٌ رضی اللہ عنہ

''امین'' کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ امانت دار، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ''مطاع ثم امین'' وہ جس کی اطاعت کی جاتی ہے، پھر بہت زیادہ امانتدار ہے۔ (سورۃ التکویر: ۲۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم

مجھے امین نہیں سمجھتے ہو، میں تو آسمانی خبروں کا امین ہوں جو صبح وشام میرے پاس آتی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲/ ۷۴۲، مسند احمد: ۳/ ۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال کرم فرمایا تو اپنے یار غار اور صاحب مزار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اسم ''امین'' استعمال کیا، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی ذات اقدس ایسی ہے جس کو سب سے بڑا امانتدار ہونے کا شرف و مقام حاصل ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم آپ کے بعد کس شخص کو اپنا امیر بنائیں، فرمایا: اگر تم ابو بکر صدیق کو اپنا امیر بناؤ تو ان کو امین پاؤ گے اور دنیا میں زاہد اور آخرت کا راغب پاؤ گے، اگر تم عمر فاروق کو اپنا امیر بناؤ گے تو ان کو بھی امین اور قوی پاؤ گے اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہونے والا پاؤ گے اور اگر تم اپنا امیر علی کو بناؤ گے تو ان کو ہدایت یافتہ پاؤ گے جو تمہیں سیدھے راستے پر چلائے گا۔ (احمد، مشکوۃ: ۳/ ۳۵۵) مشکوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ (لاہور) کی اس روایت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر چھوٹ گیا ہے جبکہ مشکوۃ مطبوعہ دار الکتب بیروت میں مذکور ہے کہ اگر تم عثمان کو اپنا امیر بناؤ گے تو انہیں حجت کے ساتھ قائم پاؤ گے۔ (مشکوۃ: ۳/ ۳۶۷) اور یہی صحیح ہے اور اس سے خلافت راشدہ کی ترتیب بھی نکھر کر سامنے آگئی ہے، پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ایک حدیث میں پنجتن پاک کے یکجا ذکر کی وجہ سے ''پنجتن پاک'' کہنا جائز ہے اس طرح اس حدیث میں چار یاران مصطفیٰ کے یکجا ذکر کی وجہ سے ''حق چار یار'' کا نعرہ بھی صحیح ہے، اس حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ''امین'' دنیا میں زاہد اور آخرت کی طرف راغب کے اسماء اور الفاظ استعمال کیے ہیں جو ان کی عظمت و منزلت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری اور نیکو کاری بے مثال تھی، جو ان پر طعن کرے اس پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (معجم کبیر: ۱۰/ ۳۳۸)

71 زَاهِدٌ رضی اللہ عنہ

''زاھد'' کا معنیٰ ہے: دنیا سے رغبت وخواہش نہ رکھنے والا، متقی، پرہیزگار، اس کی جمع زاہدین، زہاد اور زاہدان ہے، یہ نام ولقب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیا جیسا کہ اوپر حدیث مبارک میں گزرا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب کے متمول اور صاحب ثروت سردار تھے لیکن انہوں نے اپنی ثروت وجائیداد اسلام کے راستے کے لیے وقف کر رکھی تھی، خود ساری زندگی دو چادروں میں گزار دی حتیٰ کہ کفن کے لیے بھی پرانی چادروں کی وصیت کی، یہ آپ کا کمال زہد ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین یا مکان فروخت کروا کر ساری تنخواہ واپس بیت المال میں جمع کروائی، جب دنیا سے رخصت ہوئے تو بالکل خالی ہاتھ رخصت ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال دیکھنا چاہے وہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے۔ (الریاض النضرۃ:۱/ ۸۲) حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کپڑا تھا، آپ سواری کے دوران اس کو کانٹوں سے جوڑ لیتے اور جب سواری نہ کرتے تو ہم دونوں اس کو استعمال کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳/ ۳۹) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام درہم و دینار بیت المال میں جمع کروا دیئے، جب دنیا سے رخصت ہوئے تو بالکل، خالی دامن تھے۔ (جمع الجوامع:۱۱/ ۷۵) حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عائشہ! یہ اونٹنی، برتن اور چادر واپس بیت المال میں جمع کروا دو کیونکہ جب تک ہم مسلمانوں کے کاموں میں مصروف تھے ان چیزوں سے نفع حاصل کر سکتے تھے (اب نہیں) جب وہ وفات پا گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ ساری چیزیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں، انہوں نے فرمایا: اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہو، آپ نے اپنے بعد آنے والوں کو تھکا دیا ہے۔ (مجمع الزوائد:۵/ ۲۳۱، معجم کبیر:۱/ ۶۰)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”شیخ الاسلام، بعد از انبیاء خیر الانام، خلیفہ پیغمبر اور امام، اہل تجدید کے سردار، ارباب تفرید کے شہنشاہ، انسانی آفات سے بعید، امیر المومنین ابوبکر عبداللہ بن عثمان الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں، روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارا جہان فانی ہے، ہمارے احوال عاری ہیں، ہمارے سانس محدود ہیں اور ہماری کاہلی نمایاں ہے، سرائے فانی کی تعمیر جہالت ہے، عاری احوال پر بھروسا حماقت ہے، گنتی کے چند سانس پر اعتبار غفلت ہے اور کاہلی کو مذہب سمجھنا خیانت ہے، جو چیز عاریتاً ملی ہو واپس کرنی پڑے گی، جو چیز فانی ہے ایک دن نابود ہو جائے گی، جو چیز گنتی کی ہے ختم ہو جائے گی، کاہلی کا بجائے خود کوئی علاج نہیں، اشارہ یہ ہے کہ دنیا و مافیہا میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کا دلدادہ ہوا جائے، فانی چیزوں کی دلدادگی حجاب حق ہو جایا کرتی ہے، دنیا اور نفس امارہ طالب و مطلوب کے درمیان بطور پردہ حائل ہیں، دوستان حق ان سے پرہیز کرتے ہیں، وہ مناجات میں کہا کرتے تھے، اے اللہ! دنیا میرے لیے فراخ کر دے اور اس میں مجھے زہد عنایت فرما یعنی اس کی آفات سے مجھے محفوظ فرما، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابتدا سے انتہا تک بجز تسلیم کسی چیز کو نہیں اپنایا، اہل تصوف، تجرید، تمکین، خواہش فقر اور ترک آرزوئے ریاست میں انہی کے پیروکار ہیں اور وہی عام مسلمانوں کے اور خاص طور پر صوفیا کے امام دین و طریقت ہیں“۔ (کشف المحجوب: ۷، ۱۳) ایک شیعہ مورخ نے بھی اعتراف کیا ہے: جب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے تقویٰ اور پرہیزگاری سے کام لیا، روئی کا لباس پہنا اور تکلیف دہ چیزوں کے خوگر ہو گئے، لوگوں پر مال غنیمت تقسیم کیا مگر خود دنیاوی مال و دولت کی طمع سے دور رہے، اس لیے لوگوں کا شبہ دور ہو گیا، چنانچہ وہ کہنے لگے کہ اگر انہوں نے نفسانی اغراض سے نص کی مخالفت کی ہوتی تو دنیاوی مال و متاع سے متمتع کیوں نہ ہوتے، کوئی بھی عقل مند آدمی جب نص کی مخالفت کرتا ہے اور اپنا دین برباد کرتا ہے تو دنیاوی زندگی بارونق بناتا ہے، انہوں نے جب دنیا سے ہاتھ کھینچ لیا تو یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے نص کی

مخالفت کی ہے۔ (ناسخ التواریخ: ۳/۷۲)

پھر "راغب" کا معنیٰ ہے رغبت رکھنے والا، رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث مبارک میں اپنے صاحب الغار والمزار رضی اللہ عنہ کے لیے "راغب الی الاخرۃ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جو ان کے زہد وتقویٰ کی دلیل ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دنیا کی بجائے آخرت کی رغبت تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ خلافت میں بھی اپنے اس نظریے کو اجاگر فرمایا کہ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی دنیا کا حکمران بننے کا شوق دامنگیر نہیں ہوا، اب بھی تم میں سے کوئی یہ مسند خلافت حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس کے حق میں دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوں، آپ رضی اللہ عنہ ہر وقت آخرت سے لرزاں رہتے، ایک بار فرمایا: اے کاش میں کسی مسلمان کے سینے کا بال ہوتا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۷) اگر کوئی آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتا تو کہتے: اے اللہ! تو میری حالت سے بخوبی آگاہ ہے اور لوگوں کے خیال کی نسبت میں اپنے آپ کو زیادہ جانتا ہوں، لوگوں کا میرے متعلق جو خیال ہے اس سے مجھے بہتر کردے اور میرے گناہوں کو معاف کردے جس سے لوگ ناواقف ہیں اور لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کا مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔ (ایضا) آپ رضی اللہ عنہ کے صاجزادے (عبد اللہ) اپنی وفات سے پہلے اپنے تکیے اور بچھونے کی جانب دیکھتے تھے، ان کی وفات کے بعد اس کا تذکرہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے تکیے اور بچھونے کو اٹھوا کر دیکھا جس کے نیچے سے پانچ چھ اشرفیاں برآمد ہوئیں، اسی نوبت پر انہوں نے کف افسوس ملتے ہوئے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور فرمایا: اے فلاں! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ تمہارا دشمن تم پر اتنا چھا جائے گا، اس موقع پر فرمایا: دوستوں کی موت کی اطلاع سے پہلے ہی مرجانا بہتر ہے۔ (ایضا: ۱۰۸) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرماتے ہیں: یہ ہستیاں صرف زاد آخرت لے کر آخرت میں نفع بخش تجارت کو ہمراہ رکھ کر دنیا سے بے رغبت ہوگئیں، یہ لوگ دنیا کی بے رغبتی کی لذت

کو اپنی دنیا میں حاصل کر چکے تھے کہ کل اللہ تعالیٰ سے آخرت میں ملنے والے ہیں، یہ وہ حضرات تھے جن کی کوئی دعا نامنظور نہیں ہوتی تھی اور ان کی آخرت کا حصہ دنیاوی لذتوں کی وجہ سے کم نہیں ہوگا۔ (نہج البلاغہ خطبہ: ۲۷)

72 وَارِثٌ رضی اللہ عنہ

"وارث" کے متعدد معانی ہیں، ایک معنی ہے مددگار، حمایتی اور حامی یا کسی کی میراث و وراثت کا مالک ہونا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک علما ہی انبیا کے وارث ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱/۱۴۶) ایک حدیث میں ہے کہ بے شک انبیاء کرام درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ اپنے علم کا وارث بناتے ہیں لہٰذا جس نے علم حاصل کر لیا اس نے (اس وراثت کا) پورا حصہ وصول کر لیا۔ (ترمذی: ۴/۳۱۲) اس مضمون کی روایات شیعہ کتب میں بھی مذکور ہیں، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے، اس پر انہوں نے عرض کیا: قسم بخدا میں آپ کا وارث ہوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے نبیوں نے بھی میراث نہیں چھوڑی، انہوں نے پوچھا: پھر انہوں نے کیا چیز میراث میں چھوڑی؟ فرمایا: اپنے رب تعالیٰ کی کتاب اور اپنی سنت میراث میں چھوڑی، اے علی! تم میرے ساتھ جنت میں میرے محل میں رہو گے، میری بیٹی فاطمہ بھی تمہارے ساتھ ہوگی، وہ دنیا و آخرت میں تمہاری زوجہ ہے اور تم میرے رفیق ہو۔ (تفسیر فرات: ۸۲) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: علما ہی نبیوں کے وارث ہیں اور انبیا وارث نہیں بناتے درہم و دینار کے بلکہ وہ اپنی احادیث کے وارث بناتے ہیں، جس نے ان احادیث سے کچھ لیا اس نے کافی حصہ لے لیا۔ (اصول کافی: ۱/۳۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت ایک محض عبادت گزار پر ایسی ہے جیسی پورے چاند کی فضیلت ستاروں پر ہوتی ہے اور بے شک علما ہی انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء اپنی وراثت میں

درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ علم دین چھوڑتے ہیں جس نے علم دین کو حاصل کیا اس نے بہت سارا حصہ وصول کر لیا۔ (امالی صدوق: ۴۷) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے اور ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوئے اور ہمارے پاس تورات، زبور اور انجیل کا علم ہے اور الواح موسیٰ کا علم ہے۔ (اصول کافی: ۱/۲۲۵) معلوم ہوا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی جائیداد پر قبضہ نہیں کیا اور نہ ہی اس محبوب ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جائیداد چھوڑی ہے، حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی درہم و دینار، کوئی لونڈی اور غلام نہ چھوڑا، صرف ایک سفید خچر، چند ہتھیار اور کچھ قطعہ زمین تھا اور وہ بھی مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔ (صحیح بخاری: ۲/۲۳۱) لہذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی و دینی وارث بنے اور ان کی اس وراثت کو ساری امت نے تسلیم کیا، کیونکہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں "اعلم الناس" تھے، اس لیے وراثت علمی میں بھی اور خلافت دینی میں بھی "احق الناس" تھے یعنی سب لوگوں میں زیادہ حقدار تھے، انہی کو امامت کبریٰ کا منصب بھی نصیب ہوا، پھر انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی علمی و دینی قابلیت کی بنا پر منتخب کیا اور اس کو اپنے وصیت نامے میں ذکر کیا اور حالت بیماری میں اپنا سر کھڑکی سے نکال کر فرمایا: لوگو! میں نے ایک شخص کا انتخاب کیا ہے، کیا تم راضی ہو، لوگوں نے کہا: ہم آپ کے انتخاب پر راضی ہیں لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہم کسی اور کو اس منصب کے لیے پسند نہیں کرتے، اس پر انہوں نے فرمایا: میں نے عمر ہی کا انتخاب کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۸۹) وہ عظیم لوگ تھے، سچے اور راست باز تھے، ان کے دلوں سے دنیا نکل چکی تھی، ان کے فیصلے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کے لیے ہوا کرتے تھے، لہذا حقیقی معنوں میں وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل تھے۔

73 مَتِینٌ رضی اللہ عنہ

"متین" کا معنیٰ ہے، بہت زیادہ سنجیدگی والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت سنجیدہ رہتے، فضول گوئی سے کنارہ کش رہتے، احیاء العلوم میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے منہ میں چھوٹے کنکر رکھ لیا کرتے تاکہ زیادہ گفتگو سے اجتناب کیا جائے، جو بات علم میں نہ ہوتی اس کو کرنے سے بہت زیادہ پرہیز کرتے، آپ کا فرمان ہے کہ میں شروع دن ہی سے شراب نہیں پیتا کیونکہ شراب نوشی سے غیرت اور عزت ختم ہو جاتی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو فرمایا: ابو بکر نے سچی بات کی ہے۔ (کنز العمال: ۱۲/ ۲۲۰) عرب میں شعر گوئی کا رواج تھا، لوگ عام شعر سنا کرتے، یاد کیا کرتے اور ہر موقع پر سنایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ اس کام سے بھی پرہیز کرتے رہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی شعر گوئی سے اجتناب کیا۔ (تاریخ دمشق: ۱۰/ ۲۳۴) اس طرح اور بہت سے اعمال جن کو اعلان بعثت کے بعد حرام کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ ان سے عہد جاہلیت میں بھی مبرا اور پاکدامن رہے، یہ آپ رضی اللہ عنہ کی فطری متانت اور جبلی سنجیدگی کی دلیل ہے۔

74 جَامِعٌ رضی اللہ عنہ

"جامع" کا معنیٰ ہے: جمع کرنے والا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جامع کمالات اور جامع اوصاف تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت عظمیٰ کی برکت سے ان کی ذات اقدس میں بے شمار خوبیوں کو جمع کر دیا تھا، حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی خصلتوں کی تعداد تین سو ساٹھ ہے، اللہ تعالیٰ کسی سے خیر

کاارادہ فرماتا ہے تو اس کو کوئی ایک اچھی خصلت عطا کر دیتا ہے جس کی بدولت اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میرے اندر بھی کوئی اچھی خصلت ہے؟ فرمایا: اے ابو بکر! تمہارے اندر تو تمام کی تمام اچھی خصلتیں موجود ہیں۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۱۰۳) پھر آپ رضی اللہ عنہ جامع القرآن بھی ہوئے، جنگ یمامہ میں جب کثیر حفاظ کرام شہید ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے مصحف قرآن جمع فرمایا، پھر وہی مصحف قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پوری ریاست میں عام کروایا، یہ آپ رضی اللہ عنہ کا پوری امت پر بہت بڑا احسان ہے، حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا، فرمانے لگے: میرے پاس عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قاری (حفاظ) شہید ہو گئے ہیں، اندیشہ ہے کہ اگر مختلف جنگوں میں قاری حضرات اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا، مناسب ہے کہ آپ قرآن مجید جمع کرنے کا حکم صادر کریں، تم ایک عقلمند نوجوان ہو، ہمیں تم پر اعتماد ہے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی لکھا کرتے تھے، اس لیے قرآن مجید کی تمام آیتوں اور سورتوں کو کتابی صورت میں جمع کر دو، میں نے کہا: جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، آپ کیسے کر سکتے ہیں، انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اب اس طرح کرنا بہتر ہے، وہ مجھ سے برابر تکرار کرتے رہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا جس کام کے لیے اس نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا، چنانچہ میں نے قرآن مجید چیتھڑوں، کھجور کی جھڑیوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا، مجھے باوجود تلاش بسیار کے سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں: ''لقد جاء کم رسول.....'' نہیں مل رہی تھیں، بالآخر مجھے

یہ آیتیں خزیمہ یا ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مل گئیں، یہ لکھا ہوا قرآن مجید تا زندگی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، ان کے بعد تا زندگی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔ (صحیح بخاری، مختصر سیرۃ الرسول: ۷۵۹) حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اول من جمع القرآن ابو بکر" سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید جمع کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/ ۲۵۹) حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید سب سے پہلے جمع کیا اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کو رقم کیا۔ (عون المعبود: ۱۰/ ۲۰) پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر وہ نسخہ مبارکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منگوایا اور اس کی ایک ایک کاپی کروا کر ہر ملک کے دار الخلافہ میں بھیج دی نیز ہدایت کی کہ آئندہ ان کے مطابق قرات کی جائے اور اگر اس کے خلاف لکھا ہوا ملے تو اس کو جلا دیا جائے (تا کہ قرآن مجید کی حفاظت ہو سکے)۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ۷۵۹) معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ "جامع القرآن" ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ "جامع الناس علی القرآن" ہیں یعنی تمام لوگوں کو ایک قرآن مجید پر جمع کرنے والے ہیں، ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے فرمائی، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار و اطوار کو مشکوک سمجھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور قرآن مجید کی ثقاہت مشکوک ہو جائے گی، اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں آیات میں ان عظیم لوگوں کے کردار و اطوار کی گواہی دی ہے، موجودہ دور میں روافض کی بہت بڑی چالاکی سامنے آ رہی ہے کہ انہوں نے اہل اسلام کے کچھ سرکردہ لوگوں کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار و اطوار پر تنقید کا دروازہ کھول رکھا ہے، قوم کو فوراً ان کی اس چالاکی کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اپنی نسلوں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احسانات کا علم و عرفان پہنچانا چاہیے، یاد رہے کہ اگر معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار و اطوار ہماری نسلوں کی نظر میں

مشکوک ہو گئے تو ہمارا سارا دین، شریعت، تصوف، عرفان، سب کچھ مشکوک ہو جائے گا، پھر نہ کسی کے اباجی محفوظ ہوں گے اور نہ کسی کے پیر صاحب بچیں گے، لہذا اس دور میں اپنے ابوں اور پیروں کا ذکر کریں مگر ان سے ہزاروں گنا زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر مبارک کریں جن کی ذوات قدسیہ پر سارے نظام کا دارو مدار ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: قرآن مجید کے حوالے سے سب سے زیادہ اجر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے اس کو دو جلدوں میں جمع کیا۔ (المستدرک: ۳/ ۶۵)

75 صَاحِبُ السَّكِينَةِ رضی اللہ عنہ

''صاحب السکینہ'' کا معنیٰ ہے: سکون و اطمینان والا، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی رحمت و سکینت سے سرفراز فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆...... اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے اس کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے اس کو (مکہ مکرمہ سے) باہر جانا پڑا، صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے دوست سے کہتا تھا کہ غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اس پر سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی، اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ (سورۃ التوبہ: ۴۰)

حضرت امام رازی نے لکھا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں اس لیے تشریف لے گئے کہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باطن پر بھروسا نہیں ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مومن کامل اور صادق و صدیق نہ سمجھتے تو کبھی غار میں ساتھ

نہ لے جاتے، پھر اگر فرض کیا جائے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا باطن ان کے ظاہر کے مخالف ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدشہ ہوتا کہ وہ کفار کو غار کا پتا بتا دیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باوجود بھی ان کو صادق و مخلص سمجھا تو اس سے کم از کم یہ معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا باطن ان کے ظاہر کے مطابق تھا، پھر یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مخلص لوگوں کا ایک گروہ تھا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت قریبی اور نسبی لوگ بھی شامل تھے، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خطرناک سفر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہ لیتے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سفر کے لیے چنا تو اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی (صادق و مخلص اور) دین میں بلند رتبہ تھے، پھر اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ثانی اثنین کہا گیا تو وہ اکثر مراتب دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی (یعنی دوسرے) ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی تو وہ اسلام لائے، دوسرے درجے پر انہوں نے تبلیغ کی تو طلحہ، زبیر، عثمان، عبد الرحمان اور سعد رضی اللہ عنہم جیسے لوگ اسلام لائے، اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ثانی (دوسرے) ہیں، اس طرح تلوار اٹھانے میں بھی وہ ثانی ہیں کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بہت بعد میں تلوار اٹھائی، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو انہوں نے نماز پڑھائی، امامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور وہ ثانی ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے، بعد میں وہاں وہ مدفون ہوئے، اس طرح تبلیغ، جہاد، امامت اور تدفین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور وہ ثانی (دوسرے) ہیں، پھر اس آیت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہونے کا وصف بیان ہوا جو ان کی بہت بڑی فضیلت ہے، حسین بن فضیل بجلی نے کہا کہ جس نے ان کی صحابیت کا انکار کیا وہ کافر ہے کیونکہ

ساری امت کا اجماع ہے کہ یہاں "صاحب" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، یہاں کچھ لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو بھی یہ وصف دیا ہے کہ وہ مومن کا صاحب ہے، فرمایا: "قال له صاحبه وهو يحاوره اكفرت بالذی خلقك من تراب" اس کے صاحب نے کہا اس سے کہ کیا تو اس کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے تخلیق کیا۔ (سورۃ الکھف: ۳۷) اگرچہ یہاں کافر کا وصف "صاحب" بیان کیا گیا ہے مگر ساتھ ہی اس کی تذلیل کے لیے کہا کہ "اکفرت" تو اس کا انکار کرتا ہے یعنی کفر کرتا ہے، اس کے برعکس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وصف "صاحب النبی" ذکر فرمایا اور ساتھ ان کی تعظیم پر دلالت کرنے والے الفاظ بولے: "لاتحزن ان الله معنا" اگر دل میں بغض و عداوت نہ ہو تو ان دو اوصاف میں کیا مناسبت دکھائی دیتی ہے، ایک مرتبہ ایک عالم نے کہا کہ احادیث میں منافقین پر بھی "اصحاب" کا اطلاق مذکور ہے، اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اگرچہ منافقین پر "اصحاب" کا اطلاق مذکور ہے، لیکن ساتھ ان کی تذلیل بھی مذکور ہے جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وصف صاحب آیا تو ساتھ ان کی تعظیم بھی مذکور ہوئی (ان دونوں مقامات میں کیا مناسبت رہ جاتی ہے) پھر اس آیت میں "ان الله معنا" ہے، یہ معیت حفاظت اور امداد کی معیت ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا، اگر شیعہ اس معیت کو فاسد قرار دیں تو پھر معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس معیت فاسد میں شامل ہونا ضروری ہوگا جو کہ باطل ہے، لہٰذا معنیٰ یہی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا (یعنی ہم دونوں کا) مددگار ہے اور محافظ ہے، جس کا محافظ اللہ تعالیٰ ہو گیا اس کے عقائد میں منافقت ہو سکتی ہے، پھر اس نے فرمایا: بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور وہی نیکوکار ہیں۔ (سورۃ النحل: ۱۲۸) سورۃ التوبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (اپنے رسول اور) ابو بکر کے ساتھ

ہے، سورۃ النحل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیکو کار ہوتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ (رسول اللہ ﷺ اور) ابو بکر متقی اور نیکو کار ہیں، پھر اس آیت میں ہے: "لا تحزن" غم نہ کرو، یہ نہی ہے اور نہی دوام کو واجب کرتی ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مطلق کوئی غم لاحق نہ ہوگا، نہ زندگی میں، نہ موت سے اور نہ موت کے بعد، یہ اسی کا وصف ہو سکتا ہے جو دو جہان میں کامیاب ہو، بعد ازاں فرمایا: اللہ نے اس پر سکینہ نازل فرمائی، شیعہ کا قول ہے کہ یہ سکینہ (یعنی تسکین) رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی حالانکہ حزن تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہو رہا تھا اس لیے تسکین بھی انہی پر نازل ہوئی، اگر یہ سکینہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ پہلے خوفزدہ تھے، اگر آپ ﷺ خوفزدہ تھے تو ان کو "غم نہ کرو" کہنا غیر معقول ثابت ہوگا، صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے ہی پر سکون تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو وعدہ مل چکا تھا کہ وہ کفار کے مقابلے میں آپ کی امداد کرے گا، اب واضح ہو گیا کہ یہاں "صاحب السکینہ" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس پر اللہ تعالیٰ سکینہ نازل کرے وہ ضرور ہمیشہ کے لیے کفر وارتداد اور دو جہان کے خطرات سے محفوظ رہے گا، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہو گئے تو انصار نے آپ ﷺ کے ہمراہ صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہی کو اپنے محبوب کی رفاقت سفر وحضر کے لیے چنا ہوا تھا، چونکہ اس سفر میں بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے تو اگر فرض کیا جائے کہ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو جاتی تو آپ ﷺ کے جملہ معاملات کے کفیل صرف وہی ہوتے، آپ ﷺ کے وصی بھی وہی ہوتے، راستے میں جتنا قرآن نازل ہوا اس کی تعلیم بھی صرف وہی دیتے تو ان تمام امور میں آپ کے بہت بلند فضائل اور کمالات کی دلیل موجود ہے۔ (تفسیر کبیر: ۴/۴۳۸)

76 مَامُوْنٌ رضی اللہ عنہ

"مامون" کا معنیٰ ہے: جس کو بہت زیادہ امن، امان اور سکون حاصل ہو، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی دو جہان میں سکون قلبی اور امان ایمانی سے مالا مال ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆......"ان الذین یلحدون" "بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں، تو کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا جو شخص قیامت میں امان سے آئے گا (وہ بہتر ہے) اب جو چاہتے ہو کرو، بے شک وہ (اللہ) تمہارے سب کام دیکھتا ہے۔ (سورۂ حم سجدہ: ۴۰)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں "من یاتی امنا" (جو شخص امان سے آئے گا) سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے اور یہ تفسیر حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (تفسیر در منثور: ۷: ۳۳۰) پھر کتنی احادیث مذکور ہیں جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مامون اور محفوظ ہونے کی گواہی موجود ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں لہذا ہمارا حشر بھی ان برگزیدہ شخصیات کے ساتھ ہوگا، جس طرح وہ عذاب الٰہی سے مامون ہیں اور ثواب الٰہی کے حقدار ہیں، ان کے وسیلے سے ان کے چاہنے والے بھی ان انعامات الٰہی سے سرفراز ہوں گے، پھر یاد رہے کہ زیادہ مامون وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ مقرب ہوتا ہے۔

"مقرب" کا معنیٰ ہے: نہایت برگزیدہ، پسندیدہ اور اللہ تعالیٰ کی قربت و محبت کا حامل شخص کریم، سب سے زیادہ مقرب بارگاہ الٰہی تو خود خدا تعالیٰ کے محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کے باقی انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، نبیوں اور رسولوں کے بعد سب

سے برگزیدہ شخصیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے جن کو تقرب خداوندی کا مقام مخصوص حاصل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اہل ''مقربین'' کا مرتبہ بیان کیا ہے:

☆ ......''والسابقون السابقون ۝ اولئك المقربون ۝ ... ''اور جو لوگ سبقت لے گئے وہ سبقت لے گئے، وہی لوگ مقرب بارگاہ ہیں، چین کے باغوں میں، اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے، لاؤ تختوں پر ہوں گے، ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے، ان کے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے، کوزے اور آفتابے اور جام اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب کہ اس سے نہ ان کو دردسر ہو نہ ہوش میں فرق آئے اور میوے جو پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں، جیسے چھپے ہوئے موتی ہوں، صلہ ان کے عملوں کا، اس میں نہ سنیں گے کوئی بیکار بات اور نہ گناہ گاری، ہاں یہی کہنا ہوگا سلام سلام۔ (سورۃ الواقعہ: ۱۰۔۔۔)

ان آیات میں جن ''سابقون'' کا ذکر ہوا تو صحیح قول کے مطابق ان سے مراد امت محمدی کے پہلے پہلے لوگ جو مہاجرین و انصار ہوئے، وہی ''سابقون اولون'' ہیں اور پچھلوں سے اس امت کے بعد والے لوگ مراد ہیں، احادیث سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے، حدیث مرفوع ہے کہ اولین اور آخرین سے مراد اس امت محمدی کے پہلے اور پچھلے لوگ مراد ہیں، یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں گروہ میری ہی امت کے ہیں۔ (تفسیر کبیر، خزائن العرفان: ۲۹۳) جب ''السابقون'' سے مراد اسی امت کے پہلے لوگ ہیں اور وہی ''المقربون'' ہیں تو بتایا جائے کہ ان سب میں کون سی ذات اقدس ہے جو سب سے زیادہ سالق ہے، اسبق ہے، سباق ہے، یقیناً وہ ذات اقدس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے تو پھر ثابت ہوا کہ وہ مقرب اول بھی

ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ ﷺ کا قرب حاصل ہوا ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک تالاب پر تشریف لائے، فرمایا: ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ تیراکی کرے، چنانچہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ تیراکی کرنے لگا، آخر میں رسول اللہ ﷺ بھی تیراکی کرتے ہوئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو گلے لگا کر فرمایا: اگر میں اپنی زندگی بھر کے لیے کسی کو اپنا خلیل (دوست) بناتا تو ابو بکر کو بناتا، وہ تو میرے صاحب (ساتھی) ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۶۴) یاد رہے جو شخص رسول اللہ ﷺ کے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اتنا زیادہ قریب ہوگا، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مقرب بارگاہ خداوندی بھی ہیں اور مقرب بارگاہ مصطفوی بھی ہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

پھر مذکورہ آیات الواقعہ میں مقربین کے لیے جن عظیم انعامات کا ذکر ہوا ان کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد باقی مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قطعی جنتی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، جو آدمی ان کو جنتی نہیں مانتا وہ اپنے جہنمی ہونے کا اعلان کرتا ہے، وہ تمام مغفور بھی ہیں، وہ سب ماجور بھی ہیں۔

77 صِرَاطٌ رضی اللہ عنہ

''صراط'' کا معنیٰ ہے راستہ، سورۃ الفاتحہ میں ہر مسلمان دعا مانگتا ہے: (یا اللہ) ہم کو سیدھے راستے پر چلا، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا، آیت الفاتحہ میں مذکور ''الصراط المستقیم'' سے مراد کیا ہے، ایک قول ہے کہ مراد قرآن مجید ہے، ایک قول ہے کہ مراد اسلام ہے، ایک قول ہے کہ مراد افراط و تفریط سے پاک نظریہ ہے جس کو قرآن و

حدیث سے مزین کیا گیا ہے، خود قرآن مجید نے بتایا کہ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کا راستہ ہے جس پر انعام یافتہ لوگ گامزن رہے، ایک بہت مشہور تفسیر ہے، دیکھئے:

☆......حضرت ابو العالیہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دو اصحاب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (تفسیر مظہری زیر آیت: ۵)

☆......حضرت عاصم نے حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دو خلفا (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) ہیں، میں نے حضرت امام حسن (بصری) سے پوچھا کہ حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر آپ کا کیا موقف ہے تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا اور ٹھیک کہا۔ (تفسیر قرطبی زیر آیت: ۵)

☆......"عن ابی العالیہ فی قوله (اهدنا الصراط المستقیم) قال هو رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وصاحباه من بعده ابو بکر و عمر قال (عاصم) فذکرت للحسن فقال صدق ابو العالیه ونصح"۔ (تفسیر الطبری زیر آیت: ۵)

☆......عبد بن حمید، ابن جریج، ابن ابی حاتم، ابن عدی اور ابن عساکر نے عاصم الاحول کے طریق سے حضرت ابو العالیہ سے لفظ "الصراط المستقیم" کے بارے میں نقل کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دو ساتھی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، پھر انہوں نے یہی بات امام حسن سے کی تو انہوں نے کہا: انہوں نے سچ فرمایا اور صحیح بات کی۔ (در منثور زیر آیت: ۵)

☆......امام حاکم نے ابو العالیہ کے طریق سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "الصراط المستقیم" سے مراد خود

رسول اللہ ﷺ اور ان کے دوساتھی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (درمنثور زیر آیت: ۵)

☆...... امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حق ہے، ان کا قول سب سے مقبول ہے، باقی مذکورہ اقوال کا کوئی مخالف نہیں، ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ اور ان کے دو خلیفہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، وہ اس قول کی تصدیق اور تحسین کرتے ہیں اور دراصل یہ سب اقوال صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، نبی اکرم ﷺ اور ان کے دونوں خلفا کا تابعدار حق کا تابع ہے اور حق کا تابع اسلام کا تابع ہے اور اسلام کا تابع قرآن کا مطیع ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کی طرف مضبوط رسی اور اس کا سیدھا راستہ ہے، حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صراط مستقیم وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چھوڑا۔ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت: ۵)

سورۂ یٰسین میں بھی فرمایا: "علی صراطٍ مستقیم o" "آپ سیدھے راستے پر ہیں، ہجرت کی رات جب یہ آیات آپ ﷺ کی زبان نبوت پر جاری تھیں تو اس وقت آپ ﷺ اپنے گھر سے نکل کر کدھر جارہے تھے، یقیناً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف جارہے تھے تو اس میں بھی اشارہ موجود ہے کہ "سیدھا راستہ" وہی ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے ہو کر جاتا ہے، پھر اگر کوئی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر اور راستے سے ملیں گے، کوئی مانے نہ مانے آج بھی ان کی جلوہ گری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ سعادت میں ہے، وہاں فرشتے نازل ہوتے ہیں، وہاں ساری امت حاضر ہو کر درود اور سلام کے نذرانے پیش کرتی ہے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے لکھا ہے: "میں آل عبا رضی اللہ عنہم کو ایصال ثواب کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی تو فرمایا: میں کھانا عائشہ صدیقہ کے گھر سے تناول کرتا

ہوں''۔(مکتوبات:۳۶/۲) یا اس طرف اشارہ فرمایا کہ ان کو بھی ایصال ثواب میں شامل کر لیا کرو، ان تمام مبارک شخصیات میں تفریق نہیں ہونی چاہیے، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں جلوہ فرمائیں، کون ان کو جدا کر سکتا ہے، صراط کے ساتھ مستقیم بھی مستعمل ہے۔

''مستقیم'' کا معنیٰ ہے سیدھا، عزیمت و استقامت کا مالک، قرآن مجید میں ہے، فرمایا: بے شک جو لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے ''ثم استقاموا'' پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو جاؤ اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔(سورہ حم سجدہ:۳۰) حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہت سی تکالیف و مصائب کا سامنا کیا اور صبر د استقامت سے کام لیا۔(تفسیر کبیر:۵۶۰/۹) اہل استقامت کا بہت زیادہ مقام ہے، استقامت کے متعلق خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے فرمودات دیکھئے:

- ......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔(تفسیر خازن:۸۵/۴)
- ......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ بندہ امر و نہی پر قائم رہے اور لومڑی کی طرح حیلہ سازیاں کر کے راہ فرار اختیار نہ کرے۔(ایضا)
- ......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ بندہ عمل میں اخلاص پیدا کرے۔(ایضا)
- ......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ بندہ فرائض (پابندی سے) ادا کرے۔(ایضا، صراط الجنان:۶۳۲/۸)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکورہ آیت حم سجدہ نازل ہوئی تو یقیناً ان میں استقامت کے مذکورہ تمام معانی و معارف بدرجہ اتم موجود تھے، انہوں نے ساری زندگی شرک

نہیں کیا، وہ ہمیشہ امر و نہی پر قائم رہے اور کبھی حیلہ سازی سے کام نہیں لیا بلکہ ان کی سنجیدگی تو ضرب المثل ہے، پھر انہوں نے ہر عمل پورے اخلاص اور صمیم قلب سے ادا کیا اور اپنے فرائض وواجبات پر پورا اترے، ان سے زیادہ مستقیم الاحوال شخص کہاں ملے گا، ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں تو اس کا معنیٰ ہے کہ ان کی دینی و دنیاوی مشکلات میں اس چیز سے امداد کرتے ہیں جو ان کے سینوں کو کشادہ کردے اور الہام کے ذریعے ان کے خوف اور غم کو دور کر دے۔ (روح المعانی: ۱۲/ ۵۱۰، صراط الجنان: ۸/ ۶۳۳) حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ان پیشوایان خلافت (ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) کے متعلق کیا خوب فرمایا: لوگو! اب تو میری خواہش ہے کہ میرا رب میرے اور تمہارے درمیان تفرق کردے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق کردے جو تم سے زیادہ میرے لیے مناسب ہیں، ان لوگوں کی رائیں اور تدبیریں مامون و مبارک تھیں، وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے، وہ راست گفتار تھے، بغاوت اور جور و ستم کو ختم کرنے والے تھے، وہ گزر گئے دراں حالانکہ ان کے قدم طریقہ اسلام پر مستقیم تھے، وہ راہ واضح پر چلے اور انہوں نے ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و کامیابی حاصل کی، وہ نیک کرامتوں سے فیض یاب ہوئے۔ (نہج البلاغہ: ۱۷۴)

78 مَرضِیٌّ رضی اللہ عنہ

''مرضی'' کا معنیٰ ہے: جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو، کلیم طور نبوت، یار غار رسالت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو باقاعدہ آیت ہے:

☆ ......''ولسوف یرضی'' اور عنقریب وہ راضی ہوگا۔ (سورۃ الیل: ۲۱)

ویسے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین عظام رضی اللہ عنہم کے لیے آیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بطور خاص یہ انعام رضا نازل کیا گیا، مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ سورۃ الیل کی اس آیت اور اس

سے ما قبل آیات کی مراد انہی کی ذات اقدس ہے، شیعہ مفسر ابو علی فضل طبرسی نے بھی لکھا ہے: ابو زبیر سے مروی ہے کہ سورۃ الیل کی آیات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں کیونکہ انہوں نے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان بن چکے تھے مثلاً حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) ۔ (تفسیر مجمع البیان: ۱۰/ ۷۶۰) شیعہ مفسر کی تفسیر کے مطابق ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حق کا مصداق، راہ حق میں خرچ کرنے والا اور سب سے زیادہ متقی قرار دیا ہے، جو اپنے مال کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں، انہیں جہنم سے نجات کی نوید سنائی اور آخرت میں راضی ہونے کی بشارت دی اور یہ اعلان کر دیا کہ کسی شخص کا ان پر کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے، ہر چند کہ شیخ طبرسی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس آیت کو عموم پر محمول کرنا اولیٰ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے، در اصل جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھاری قیمت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا تو مشرکین نے کہا: ضرور بلال نے ابو بکر پر پہلے کوئی احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے ابو بکر نے بلال کو اتنی بھاری قیمت پر خرید کر آزاد کیا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس نیکی پر مشرکین کا یہ طعن اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوا اور ان کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں کہ تم بلال کی بات کرتے ہو، ابو بکر پر تو کسی کا بھی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اتارا جاسکے، سورۃ الیل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر طعن کا ازالہ اور ان کے فضائل کا بیان ہے، اسکے بعد متصل سورۃ الضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کا ازالہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان ہے، ان کے بارے میں "ولسوف یرضیٰ" فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق "ولسوف یعطیك ربك فترضی" فرمایا، پہلی سورت کو رات کی قسم سے اور دوسری سورت کو دن کی قسم سے شروع کیا اور اس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان انتہائی قرب اور اتصال اور کامل اتحاد کو ظاہر فرمایا۔ (شرح مسلم سعیدی: ۶/ ۹۰۱)

79 مُنِیبُ رضی اللہ عنہ

''منیب'' کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کی جانب بہت زیادہ رجوع کرنے والا،

قرآن مجید میں ہے:

☆ ......''واتبع سبیل من اناب الی'' اور تو اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع لایا۔ (سورۃ لقمٰن: ۱۵)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مشہور ہے کہ ''من اناب الی'' جو میری طرف رجوع لایا، کے قرآنی جملے سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے، جب وہ ایمان کا اظہار کرنے لگے تو چونکہ نامور تاجر تھے اور بہت اثر انداز تھے اس لیے ان کے قبول اسلام کی خبر بہت جلد مشہور ہوگئی اور ان کے انتہائی قریبی احباب عثمان، سعد، عبد الرحمان بن عوف اور زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ پوچھنے لگے تو انہوں نے اپنے قبول اسلام کا واقعہ سنایا، پھر وہ سب (آپ کی تلقین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ تو اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع لایا، یہاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بطور خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ (روح المعانی: ۲۱/ ۱۱۸) قرآن مجید کی بعض آیات کی شان نزول میں کوئی ایک واقعہ ہوتا ہے مگر یہ اس کا اعجاز بیان ہے کہ اس سے قیامت تک کے انسان مکمل راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں، اب اسی واقعہ کو لیا جائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان و منزلت کس قدر نکھر کر سامنے آتی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری انسانیت کے لیے راہنما قرار دیا ہے اور ان کے راستے کو راہ صواب قرار دیا ہے اور ان کی صفت انابت اور رجوع الی اللہ کا تذکرہ فرمایا ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

☆ ...... صحابہ کرام ہر وقت سچ کے ساتھی اور دین کے ناصح تھے، اپنے اور دوسروں کے لیے ظلم روا نہ رکھتے تھے، پسندیدہ طریقے پر چلے، اللہ تعالیٰ کے باد لائل راستے پر یوں چلے کہ اِدھر اُدھر التفات نہ کیا، وہ دائمی ثواب اور ابدی نعمتوں میں پہنچ گئے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن میثم: ۳/ ۱۰۸)

☆ ...... میں تمہیں اصحاب رسول کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ کسی کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں کیا اور نہ ایسے کرنے والوں کو دوست بنایا اور نہ پناہ دی، رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے متعلق یہی وصیت دی ہے۔ (نہج البلاغہ ابن میثم: ۲/ ۳۶)

☆ ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی امر میں میری حدیث موجود نہ ہو تو پھر جو فیصلہ میرے صحابہ کرام دیں وہ مانو کیونکہ میرے صحابہ کرام ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کر لو گے ہدایت پا لو گے اور میرے صحابہ کرام کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔ (بحار الانوار: ۲۱/ ۳۰۷، عیون الاخبار: ۲/ ۸۵، احتجاج طبرسی: ۲/ ۱۰۵)

☆ ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام میری ڈھال ہیں، ان کے عیب چھپاؤ اور خوبی بیان کرو۔ (بحار الانوار: ۲۲/ ۳۱۲)

☆ ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے گالی دی وہ بھی کافر ہو گیا اور جس نے میری کسی صحابی کو گالی دی تو وہ بھی کافر ہو گیا اور جو انہیں گالی دے اس کو کوڑے لگاؤ۔ (جامع الاخبار: ۱۸۲)

☆ ...... مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ ان دو صاحبوں (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا اسلام میں بہت عظیم مرتبہ ہے اور ان کے وصال پر اسلام میں سخت مصائب کا دور آیا ہے، اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزا عطا کرے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن میثم: ۴/ ۳۶۲)

اس طرح امام حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان تاریخی صلح ہوئی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہت بڑے ایثار وقربانی کا مظاہرہ کر کے اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مستحکم کیا، صلح نامے میں یہ شرط بھی درج فرمائی، یہ وہ صلح نامہ ہے جو حسن بن علی اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان طے پایا، مسلمانوں کی ولایت میں تم کو اس شرط پر سپرد کرتا ہوں کہ تم کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ اور سیرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مطابق عمل کرو۔ (کشف الغمہ: ۱/۵۷۰)

80 مُفلِحٌ رضی اللہ عنہ

''مفلح'' کا مطلب ہے: کامیابی حاصل کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا رسول اللہ ﷺ کے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامیابی اور فلاح و کامرانی کا تذکرہ کیا ہے، ان بشارات کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں لیکن بطور خاص ایک آیت المجادلہ انہی کے حق میں نازل ہوئی، جب انہوں نے اپنے والد حقیقی ابو قحافہ عثمان کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کی سزا دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین و تائید کے لیے فرمایا کہ تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والوں کو ہرگز نہ پاؤ گے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کریں اگر چہ وہ دشمن ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، انہی لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی اپنی طرف سے روح القدس کے ساتھ امداد کی ہے اور ان کو باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی'' اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون ''وہی تو اللہ کی جماعت ہے، خبردار! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ (سورۃ المجادلہ: ۲۲) یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی: ۲۸/۳۲۳) امام بغوی نے بھی لکھا ہے کہ منقول

ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو جنگ احد میں قتل کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے بیٹے عبد الرحمن کو لڑائی کے لیے طلب کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر حمزہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رشتہ دار عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بیٹے ولید اور بھائی کو قتل کیا۔ (تفسیر بغوی: ۴/۲۸۵) گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس غیرت مندانہ کردار کی توصیف کی گئی ہے، بطور خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے پھر یہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے اور خبردار اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب ہے، گویا ان لوگوں اور بطور خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "مفلح" اللہ تعالیٰ نے قرار دیا ہے، حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مجادلہ کے نکات بیان کیے ہیں جو "مفلح" لوگوں کے فضائل بیان کر رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا اور کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا فائدے حاصل ہوں گے:

① ...... اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کردے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لکھا نہیں مٹتا۔

② ...... اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

③ ...... تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

④ ...... تم خدا تعالیٰ کا گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

⑤ ...... منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

⑥ ...... سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہوگا۔

⑦ ...... بندے کے لیے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب تعالیٰ اس سے راضی ہو

مگر انتہائی بندہ نوازی یہ کہ فرمایا: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کردے تو واللہ کہ مفت پائیں، پھر زید وعمر سے علاقہ محبت یک لخت قطع کردینا کتنی بڑی بات ہے۔جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔(فتاویٰ رضویہ: ۳۰/ ۳۱۲) ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:"ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون "اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی لوگ"مفلح "یعنی فلاح پانے والے ہیں۔(سورۃ التغابن: ۱۷) اب امت محمدی میں کون ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ غنی اور سخی جس کو جان کے بخل اور لالچ سے بچایا گیا ہو، جب کوئی نہیں تو ان سے بڑا"مفلح "فلاح یاب بھی کوئی نہیں۔

81 مُسلِمٌ رضی اللہ عنہ

"مسلم" کا معنیٰ ہے: اسلام لانے والا، اپنی گردن اللہ تعالیٰ کے حضور جھکانے والا، قرآن مجید میں ہے:

☆......"ومن احسن قولا ممن دعا الی الله وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین "اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہو جو اللہ کی طرف بلائے اور اچھا عمل کرے اور کہے کہ میں مسلم ہوں۔(سورۃ حم سجدہ: ۳۳)

ایک قول ہے کہ یہ آیت موذنوں کے حق میں نازل ہوئی، ایک قول ہے کہ جو کوئی کسی طریقے پر چل کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے وہ اس حکم میں داخل ہے، دعوت الی اللہ کے کئی مرتبے ہیں، اول: دعوت انبیاء علیہم السلام ہے جو معجزات، براہین اور تلوار کے ساتھ کہ یہ مرتبہ انہی کے ساتھ خاص ہے، دوم: دعوت علماء ہے جو فقط براہین کے ساتھ ہوتی ہے، علماء کئی طرح کے ہیں، ایک عالم باللہ، دوسرا عالم بصفات اللہ، تیسرا عالم

باحکام اللہ، پھر سوم: دعوت مجاہدین ہے جو کفار کو تلوار کے ساتھ دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوں اور اطاعت قبول کرلیں، چہارم: دعوت موذنین جو نماز کے لیے ہے، عمل صالح کی بھی دو قسم ہیں، ایک جو قلب سے ہو اور وہ معرفت الٰہی ہے، دوم: جو اعضاء سے ہو اور وہ تمام طاعات ہیں۔ (خزائن العرفان: ۶۲۲)

اب اس آیت کے معیار حق پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کردار پرکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد آج تک کوئی ایسا شخص کریم گزرا ہے جس نے براہین، احکام، تلوار کے ساتھ ان سے زیادہ دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا ہو، ان سے بڑا عالم باللہ کون ہے؟ عالم بصفات اللہ کون ہے؟ عالم باحکام اللہ کون ہے؟ ان سے بڑا مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ ان سے زیادہ عمل صالح کس کا ہے؟ وہ قلب مبارک سے ہو یا اعضا کے ذریعے ہو، امت تو ان کے صرف ایک ''جمع القرآن'' کا اجر نہیں دے سکتی جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے، آپ رضی اللہ عنہ وہ مسلم عظیم، مسلم اولین اور مسلم عزیز ہیں کہ جس نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے سامنے گردن جھکائی، پھر وہ ایسا داعی احسن ہے، جس کی دعوت الی اللہ کے اثرات نے امت محمدی کو عشرہ مبشرہ جیسے عظیم افراد بخشے ہیں اور وہ ایسا عامل صالح ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم جیسے عظیم افراد اپنے آپ کو اس کی نیکیوں میں سے ایک نیکی تصور کرتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چند واقعات ملاحظہ کیجئے جن سے ان کے اسلام کا عرفان حاصل ہوگا:

☆ ...... ایک مرتبہ انہوں نے خواب دیکھا کہ آسمان کا چاند مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا ہے اور اس کا ہر ٹکڑا مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں نازل ہوا ہے اور پھر اس کے تمام ٹکڑے مل گئے تو وہ مکمل چاند بن گیا اور ان کی گود میں اتر آیا، انہوں نے ایک راہب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو اس نے بتایا

عنقریب رسول آخر الزمان ﷺ تشریف لائیں گے اور تم ان کی اتباع کرو گے۔ (الروض الانف: ۱/۴۳۱)

☆......حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ملک شام گئے، وہاں ایک نصاریٰ کی جماعت نے ان کو ایک گرجے میں تصاویر دکھائیں، ایک تصویر محمد رسول اللہ ﷺ کی تھی، ان کے قدم مبارک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھے تھے، انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ تمہارے نبی یہی ہیں اور جو شخص کریم ان کے پاؤں کے پاس ہیں، یہ ان کے خلیفہ ہیں۔ (کتاب الوفاء: ۷۵، ودلائل النبوۃ لابی نعیم وغیرہ)

☆......حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا بذریعہ وحی تھا، آپ رضی اللہ عنہ بغرض تجارت ملک شام گئے، وہاں ایک خواب دیکھا اور ایک راہب سے اس کا ذکر کیا، اس نے سارا تعارف کیا اور خواب کی تعبیر بتائی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری قوم میں ایک نبی آخر الزمان ﷺ مبعوث فرمائے گا اور تم اس کے صاحب (ساتھی) معتمد اور مشیر اعلیٰ ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ بنو گے، انہوں نے یہ واقعہ پوشیدہ رکھا، جب رسول اللہ ﷺ نے اعلان بعثت فرمایا تو ان کی مقدس بارگاہ میں آئے اور عرض کیا: حضور (اگر کوئی پوچھے تو) آپ کے دعوائے نبوت کی کیا دلیل ہے (تو کیا بتایا جائے) فرمایا: وہ خواب جو تم نے ملک شام میں دیکھا تھا (وہی میرے دعوائے نبوت کی دلیل ہے) یہ جواب سن کر وہ رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے، پیشانی پر بوسہ دیا اور سمع وطاعت اور استجابت وشہادت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ

آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (خصائص کبریٰ: ۱/۱۰۹)

☆......فرماتے ہیں: جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے اسلام قبول کرنے پر پوری وادی مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کوئی خوش نہ تھا۔ (اسد الغابہ: ۳/۲۰۸)

☆......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایک درخت کے نیچے میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک اس کی ایک شاخ میرے سر تک پہنچ گئی اور اس سے آواز آئی، اللہ تعالیٰ کا نبی (آخر الزمان) عنقریب مبعوث ہوگا تو تم اسلام قبول کر کے سب سے زیادہ سعادت حاصل کرلو، میں نے پوچھا: وہ نبی کون ہوگا؟ آواز آئی: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، میں نے اس سے وعدہ لیا کہ جب وہ نبی مبعوث ہوگا تو مجھے خبردار کر دینا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان بعثت کیا تو اسی درخت نے مجھے پکار کر کہا: اے ابو قحافہ کے فرزند! وہ نبی مبعوث ہو چکا ہے، رب موسیٰ کی قسم! کوئی تم سے قبول اسلام میں آگے نہ نکل سکے گا، پھر میں فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو فرمایا: ابو بکر! میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی دعوت دیتا ہوں، میں نے فوراً کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو روشن چراغ بنا کر حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ (ازالۃ الخفاء: ۳/۳۱)

☆......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام میں کوئی تردد نہیں آیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ دعوت اسلام سے پہلے ہی وہ تمام دلائل ملاحظہ کر چکے تھے، جوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی

انہوں نے قبول کرلی۔ (دلائل النبوۃ: ۲/ ۱۶۴)

☆ ...... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ کعبہ مشرفہ کے سامنے بیٹھا تھا کہ زید بن عمرو بن نفیل کھڑا تھا، اتنے میں امیہ بن صلت میرے پاس آیا اور مزاج پرسی کے بعد بولا: نبی منتظر ہمارے خاندان میں آئے گا یا تمہارے خاندان میں، اس سے پہلے میں نے نبی منتظر کے متعلق کچھ نہیں سنا تھا، میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا کیونکہ وہ آسمانی کتابوں میں کافی بصیرت رکھتے تھے اور ان کے سینے سے غیر معلوم المعنیٰ آواز سنائی دیتی تھی، میں نے ان سے ماجرا بیان کیا تو وہ بولے: ہاں بھائی! نبی منتظر وسط مملکت عرب میں نمودار ہوگا، جس کے نسب کا مجھے علم ہے اور تمہارا قبیلہ بھی بلحاظ نسب وسط عرب میں ہے، میں نے کہا: چچا جان! وہ نبی منتظر کیا تعلیم دے گا، وہ بولے وہ وہی تعلیم دے گا جو اس کو سکھائی گئی ہوگی، ظلم نہ کرو، ظلم نہ سہو، ظلم نہ ہونے دو، غرضیکہ جب اعلان بعثت ہوا تو میں ہی نے ان کی تصدیق کی اور فوراً اسلام سے مشرف ہوا۔ (تاریخ الخلفاء: ۴۶ بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

☆ ...... امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اسلام لانے میں اولیت کا حق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے پہل اسلام سے مشرف ہوئے، ان سب کے اقوال کی تطبیق یہ ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے، یہ تطبیق سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دی ہے۔ (ایضاً: ۴۰)

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اسلام کے پہلے دن بھی کوئی رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ بلا فصل ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے کیونکہ اس وقت وہی ۳۸ سال کے مرد کامل تھے، کوئی بچہ، غلام اور خاتون خلیفہ نہیں ہو سکتا، ان کی اس شان خلافت کو تمام اہل ایمان سلام نیاز پیش کرتے ہیں:

82 مُطَھَّر رضی اللہ عنہ

''مطہر'' کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ پاکیزہ، صاف ستھرا، منزہ، مبرا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ اسم مبارک بھی قرآن، حدیث اور تاریخ سے ماخوذ ہے، قرآن مجید میں ہے:

☆......''اذ یغشیکم النعاس امنة منه و ینزل من السماء ماء لیطهر کم به و یذهب عنکم رجز الشیطن ولیربط علی قلوبکم ویثبت به الاقدام'' یاد کرو جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا جو اس کی طرف سے چین تھی اور آسمان سے پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے قدم خوب جما دے۔ (سورۃ الانفال: ۱۱)

اس آیت الانفال میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین بدر کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے حق میں آیت تطہیر نازل فرمائی ہے، اس آیت تطہیر کو کبھی کسی پیر، نعت خوان، نقیب اور خطیب نے نہیں سنایا (الا ماشاء اللہ) یہ آیت تطہیر اصحاب بدر کی پاکدامنی اور طہارت قلبی اور نظافت جسمی کا ذکر رہی ہے، اس آیت تطہیر کو ذرا اس آیت تطہیر کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے: فرمایا:

☆......''انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا'' اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

ان دونوں آیات کا مضمون بھی ایک جیسا ہے اور مفہوم بھی ایک جیسا ہے، نتیجہ بھی ایک جیسا ہے لیکن دین کے وعظ فروشوں نے فرق قائم کر کے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کو دو فرقے بنا دیا اور صرف ایک طرف کی بات کی جس سے خارجیت کو ہوا ملی یا رافضیت کو فائدہ ہوا، سنت و جماعت کے علمبر داروں کا یہی نظریہ ہے کہ ان دونوں آیات کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی پاکیزہ ہیں اور اہل بیت بھی پاکیزہ ہیں، ان سب پر امنہ اور سکینہ نازل ہوئی ہے، ان کے قلوب وضمائر درجہ اطمینان پر فائز ہیں اور ان کے اقدام دین حق و صداقت پر مضبوط ہیں، ان سے شیطان کی آلودگی اور گناہوں کی ناپاکی اور عقیدے کی پلیدی اور عمل کی ناپختگی دور ہو چکی ہے، وہ نفوس طہارت ہیں اور نقوش وجاہت ہیں، پھر ان سب سے زیادہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پاکیزگی حاصل ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ میدان طہارت میں بھی نقش اکمل ہیں کہ جس کو دور جاہلیت بھی اپنی آلائشوں اور آلودگیوں سے داغدار نہ کر سکا، شراب سے بڑی آلودگی اور نجاست کیا ہو گی جس کو "ام الخبائث" کہا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دور جاہلیت ہی سے اس کو اپنے آپ پر حرام کر رکھا تھا۔ (تاریخ الخلفاء: ۴۴)

حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں: اے ابو بکر صدیق! آپ نے کبھی کسی کی عیب جوئی نہیں کی، کبھی کی غیبت نہیں کی، کبھی لالچ نہیں کیا، آپ تو بہت زیادہ شفیق اور مہربان تھے۔ (الریاض النضرۃ: ۱/۲۶۲) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین سو ساٹھ خصلتوں کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ وہ تمام کی تمام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں تو بتا دیا کہ آپ بہترین قائم اللیل بھی ہیں، صائم النہار بھی ہیں، حافظ الفروج بھی ہیں، صادق الوعد بھی ہیں، قانت الصلوٰۃ بھی ہیں، صابر الجسم بھی ہیں، متصدق المال بھی ہیں، دائم الصدق بھی ہیں، مجتنب عن المعاصی بھی ہی، کثیر الاستغفار بھی ہیں، زاھد الدنیا بھی ہیں، راغب الآخرہ بھی ہیں، مجاہد الاسلام بھی ہیں، دلیل الاسلام بھی ہیں، محب اللہ و رسولہ بھی ہیں

اور محبوب اللہ و رسولہ بھی ہیں، ایسی مجموعہ کمالات اور مجسمہ حسنات ہستی ہی افضل البشر بعد الانبیاء کے مقام پر فائز ہو سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جملہ طہارتوں کے ساتھ مطہر بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ" اور میرا نبی تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (سورۃ البقرہ: ۱۵۱) اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ رذائل اور خبائث سے پاکیزہ کر دیا اور ان کے سینے علم و حکمت سے بھر دیئے، اس تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا سب سے زیادہ حقدار وہی شخص کریم ہے جس نے سب سے پہلے اسلام کا جھنڈا اٹھایا۔

83 مُطْمَئِنٌ رضی اللہ عنہ

"مطمئن" کا معنیٰ ہے: پر سکون، اطمینان پانے والا، خاطر جمع رکھنے والا، بے فکر، آسودہ، قرآن مجید میں اصحاب بدر کے متعلق فرمایا گیا ہے:

☆ ......"وما جعله الله الا بشرىٰ ولتطمئن به قلوبكم ..." اور (یہ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ) امداد کر کے اللہ نے نہیں کیا مگر تمہاری خوشی کو اور اس لیے کہ دل تمہارے چین پائیں اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے، بے شک اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ (سورۃ الانفال: ۱۰)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ کیا کہ میدان بدر میں ایک ہزار مشرکین مکہ جمع ہو چکے ہیں اور ان کے ہمراہ صرف تین سو تیرہ (یا بروایت دیگر تین سو انیس یا بروایت دیگر تین سو بارہ) صحابہ موجود ہیں، انہوں نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ پھیلائے اور نہایت تضرع و انکسار سے دعا مانگی: اے اللہ! جو تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے پورا کر دے، اگر تو یہ جماعت اسلام ختم ہو گئی تو قیامت تک تیری عبادت نہ ہو گی، ان کے مبارک شانوں سے چادر بھی اتر گئی، حضرت ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر شانوں پر ڈال کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی دعا کافی ہے، وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم: ۱/ ۹۶۹) پھر اس تعداد ملائکہ میں اضافہ بھی ہوگیا، بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پورا اطمینان قلب حاصل تھا، آپ رضی اللہ عنہ مطمئن تھے، اسی لیے تو عرض گزار ہوئے: اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، باقی رہ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا مانگنا تو یہ ان کی عبدیت کی دلیل ہے، وہ اپنے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور ان کے دل میں اس بارگاہ جلالت پناہ کی سب سے زیادہ خشیت اور عظمت موجزن ہے، اس دعا اور تفرع و انکسار کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ معاذ اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی امداد پر بھروسا نہیں تھا، ان سے بڑھ کر کون متوکل علی اللہ ہوسکتا ہے، جس طرح غار ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکینت حاصل ہوئی اسی طرح میدان بدر میں انہی کے توسل سے اطمینان نصیب ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ مطمئن ہوگئے، امام واقدی کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی گوشمالی کے لیے ایک ہزار فرشتے نازل کردیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! تمہیں بشارت ہو، یہ جبریل امین (علیہ السلام) ہے جو زرد عمامہ پہن کر آیا ہے، اس کے دانتوں پر غبار ہے اور زمین و آسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آرہا ہے، پھر وہ زمین پر اتر کر ایک ساعت کے لیے غائب ہوا، پھر ظاہر ہو کر بولا: یارسول اللہ! آپ نے امداد مانگی تو اللہ تعالیٰ کی امداد آگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مشت اقدس میں کنکریاں لیں اور یہ پڑھ کر کفار کی طرف پھینکیں کہ چہرے تباہ ہوجائیں: اے اللہ! ان کے دلوں پر ہیبت طاری فرما، ان کے قدم اکھاڑ دے، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو شکست ہوئی تو مسلمانوں نے ان کو قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر

دیا، مشرکوں کے چہرے اور آنکھیں خاک آلودہ تھیں اور مسلمان اور ملائکہ ان کو مار رہے تھے۔ (کتاب المغازی: ۱/۸۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی امداد کی خوشخبری بھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

☆ ...... ''اے اطمینان والی جان! اپنے رب تعالیٰ کی طرف واپس آ کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا''۔ (سورۃ الفجر: ۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جب یہ آیات الفجر نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کتنا پیارا کلام ہے، فرمایا: بہت جلد یہ بات تمہارے ساتھ بھی کی جائے گی (کہ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس آ)۔ (تفسیر النکت والعیون: ۴/۴۱۸) معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطمینان والی جان کہا گیا ہے، ان کا نفس مبارک مطمئن ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جنت کے وارث ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنت میں داخل ہوگا۔ (المستدرک: ۳/۷۷، فضائل الصحابہ: ۱/۳۹۲)

84 یَعْسُوبُ رضی اللہ عنہ

''یعسوب'' کا معنیٰ اہل لغت نے بیان کیا ہے: ''الیعسوب ملكة النحل وهي انثى وكان العرب يظنونها ذكرا لضخامتها ويقال هو يعسوب قومه رئيسهم وكبيرهم ومقدمهم (ج) يعاسيب'' گویا یعسوب شہد کی مکھیوں کی ملکہ کو کہا جاتا ہے، یہ مونث ہے مگر اہل عرب اس کو مذکر خیال کرتے ہیں اس کی ضخامت کی وجہ سے اور محاورتاً کہتے ہیں، اپنی قوم کا یعسوب یعنی اپنی قوم کا رئیس، بزرگ اور پیش رو، اس لفظ کی جمع یعاسیب

ہے۔(المعجم الوسیط) شہد کی مکھیوں کا بادشاہ، ملکہ، قوم کا قائد۔(فیروز اللغات) یہ اسم مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیا ہے، فرمایا: "كنت والله للدين يعسوباً اولاً حين تفرق الناس عنه و اخراً حين قبلوا" اللہ کی قسم! آپ دین کے پہلے سردار (بزرگ، رئیس، پیشوا، قائد اور بادشاہ) تھے جب لوگ اس سے متفرق ہو گئے اور آپ ہی آخری سردار تھے جب لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔(مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷، مسند بزار: ۳/ ۱۳۸، نوادر الاصول: ۳/ ۱۴۲، الاستیعاب: ۱/ ۹۸، تاریخ دمشق: ۳۰/ ۴۴۰) گویا آپ نے اپنے مختصر دور خلافت میں تمام متفرق اور منتشر لوگوں کو ایک پرچم اسلام کے نیچے جمع کر دیا، یہ آپ رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ قیادت اور عمدہ فراست کی واضح دلیل ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق فرما رہے ہیں، پھر وصال صدیق رضی اللہ عنہ کے موقع پر حاضر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ان الفاظ میں تائید فرما رہے تھے: "صدقت یا ختن رسول اللہ" اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد عالی شان! آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔(ایضاً) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام قوم اسلام کا "یعسوب" یعنی بزرگ و پیشوا ہونا اور قائد و امام ہونا اظہر من الشمس ہے اور اس کا اظہار و اعلان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گاہے بگاہے کرتے رہتے تھے کیونکہ ان کے زمانہ خلافت میں ایک گروہ عبد اللہ بن سبا یہودی کی سرکردگی میں ان کے متعلق احادیث گھڑ رہا تھا اور ان کو پہلے خلفا کرام رضی اللہ عنہم سے افضل و اعلیٰ گردان رہا تھا اور ان کے بارے میں محیر العقول عقیدے ایجاد کر رہا تھا، جب بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس طرح کی کوئی خبر موصول ہوتی تو وہ بہت شدت سے تردید فرماتے بلکہ انہوں نے اس غالی گروہ کے سرغنہ ابن سبا یہودی کو جلا وطن کر دیا، ایک روایت ہے زندہ جلوا دیا۔(رجال الکشی: ۹۹) وہ بکثرت حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرتے تھے تاکہ لوگ ہدایت پر قائم رہیں، یہ حدیث

بھی انہی سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تمہارے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے، ان سے یہودیوں نے بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی پاکیزہ ماں پر الزام لگا دیا اور عیسائیوں نے ایسی محبت کی کہ انہیں اس مقام تک پہنچا دیا جس کے وہ حقدار نہیں تھے۔ (سنن نسائی: ۱/ ۴۴۶، المستدرک: ۳/ ۱۲۲) ہمارے حقیر سے مطالعے کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جتنی شان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے اس کی پوری جماعت صحابہ اور گروہ تابعین میں مثال نہیں ملتی اور یہ تمام حوالجات اہل سنت اور اہل تشیع کی کتابوں میں عام مذکور ہیں لیکن کورچشمی اور بے انصافی کا کیا علاج کیا جائے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند واقعات اور ارشادات اور ملاحظہ کیجئے جو کتب روافض سے اخذ کیے گئے ہیں:

☆ ...... جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس گراں چیز کو اٹھانے والا اور کوئی فرد ہمیں دکھائی نہیں دیتا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ کمالات و اوصاف بیان کیے اور فرمایا: اے خلیفۃ الرسول! آپ کی پسند ہماری پسند ہے، ہم آپ کی خوشی میں خوش ہیں، ہم سب کو معلوم ہے کہ آپ نے ساری زندگی بہت ہی اچھی گزاری ہے، آپ ہمیشہ ہی اس امت کے خیر خواہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے اور اپنی بخشش سے مخصوص فرمائے۔ (روضۃ الصفاء: ۲/ ۲۴۲)

☆ ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ جملہ اہل اسلام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے تو اتنی تیزی سے اٹھے اور اپنے در دولت سے باہر نکلے کہ چادر بھی نہ اوڑھ سکے اور تہبند بھی درست نہ کر سکے، صرف ایک پیراھن میں ملبوس ہو کر حضرت صدیق کے پاس آئے اور بیعت کی، فراغت بیعت کے بعد اپنے پورے کپڑے منگوائے، بعض روایات میں

ہے کہ ابوسفیان نے ان کو کہا کہ کیا تم بنو تیم کے ایک فرد کے خلیفہ بننے پر راضی ہو گئے ہو، اگر تم کہتے ہو تو میں اس وادی کو پیادوں اور سواروں سے بھر دوں (جو تمہاری مدد کریں) انہوں نے فرمایا: ابوسفیان! تو جاہلیت کے زمانے میں بھی فتنہ انگیز تھا اور اب بھی اسلام میں فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے "ابو بکر را شائستہ ایں کار میدانم" میں تو ابو بکر کو اس کار خلافت کے لیے بہت موزوں سمجھتا ہوں۔ (روضۃ الصفاء: ۲/ ۴۳۲)

☆ ......حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب گرامی میں لکھا: مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں حضرات ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اسلام میں بہت اونچا مقام ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو غریق رحمت فرمائے اور بہت اچھی جزا سے نوازے۔ (واقعہ صفین: ۲۳)

☆ ......ان حضرات (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی بارگاہ رسالت میں اسی ترتیب کے ساتھ شان تھی جس طرح اس کی اسلام میں فضیلت تھی جیسا کہ (اے معاویہ) تمہارا بھی خیال ہے، اسلام میں سب سے افضل پہلے خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ سب سے زیادہ خیر خواہ تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ہے، مجھے اپنی عمر کی قسم! اسلام میں ان دونوں کا مرتبہ بہت عظیم ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن میثم: ۴/ ۳۶۲)

☆ ......حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا "واحسنا السیرۃ وعدلا فی الامۃ" ان دونوں کی سیرت و کردار بہت احسن تھا اور انہوں نے امت میں عدل کیا، ہمیں صرف شکایت تھی کہ اس کام کے ہم زیادہ حقدار تھے لیکن وہ ہمارے مشورے کے بغیر خلیفہ بن گئے لیکن ہم

نے ان کو معاف کر دیا۔ (واقعہ صفین: ۱۴۹)

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے، نماز کی تیاری کی، مسجد میں آئے اور حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ (تفسیر قمی: ۵۰۳)

دراصل جس طرح کتب سماویہ سے یہود و نصاریٰ نے حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وفضائل کا ذکر ختم کر دیا یا اس کا انداز تبدیل کر دیا لیکن اس مذموم کوشش کے باوجود بہت سے حوالہ جات آج بھی ان میں موجود ہیں جو اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ ؎

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹانے سے کسی کے نہ گھٹا ہے، نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اس طرح روافض نے اپنی کتب حدیث و تاریخ میں خلفاء راشدین کا ذکر انتہائی غلط طریقے سے کیا، یا الفاظ تبدیل کر دیئے یا بہت سارے شکوے وغیرہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیئے اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ ان پاکباز ان امت کی پاکدامنی اور طہارت قلبی پہ حرف آئے گا، اس طرح اہل سنت کی بعض کتابوں میں بھی جو اس قسم کی روایات مذکور ہوئیں جن کی تہہ تک پہنچنے کے بعد آدمی یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ان کے راویوں میں بھی کوئی نہ کوئی جماعت ابن سبا کا بندہ موجود ہے جو اس قسم کی کارستانیاں کر رہا ہے اور درفتنیاں چھوڑ رہا ہے، روافض کی ان حرکات کے باوجود ان کی کتابوں میں آج بھی اچھا خاصا مواد موجود ہے جس سے خلفاء راشدین کے مقامات و کمالات ابھر کر سامنے آجاتے ہیں ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

85 جَلِیلٌ رضی اللہ عنہ

''جلیل'' کا معنیٰ ہے: بڑا بزرگ، اعلیٰ، افضل، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی اسم مبارک ہے اور حقیقی طور پر وہی اس کا حقدار ہے، اس کے کرم و فضل سے یہ نام اس کے محبوب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی استعمال ہوا، اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا جلیل القدر اور رفیع المرتبت کون ہوسکتا ہے

لا یمکن الثناء کما حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خراج ارادت پیش کرتے ہوئے کہا: ''کنت عظیما عند الله جلیلاً فی الارض'' آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم تھے او ساری زمین میں جلیل تھے، یعنی بڑے بزرگ اور اعلیٰ انسان تھے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷) گویا ان کو ''اسم جلیل'' کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یاد فرمایا ہے، کیا یہ سب کچھ تقیہ بازی تھی یا حقیقت بیانی تھی، ایک جدید شیعہ اسکالر ڈاکٹر موسیٰ الموسوی العراقی نے کتاب لکھی ''الشیعة والتصحیح'' اور اس کا اردو ترجمہ چھپا ہے ''اصلاح شیعہ'' کے نام سے، یہ کتاب پڑھنے کے قابل ہے، صرف ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

☆ ...... یہ حقیقت کہ اگر خلافت اللہ کے صریح حکم سے ہوتی تو کوئی بڑی سے بڑی شان والا بھی اس کی خلاف ورزی کرسکتا نہ اس کا انکار یا اس سے تغافل برت سکتا لیکن ہمارا سامنا علماء شیعیت کے ایک بڑے گروہ سے ہے جس نے اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا اور اسی لیے انہیں حضرت علی کی بیعت کی یہ تاویل کرنا پڑی کہ انہوں نے تقیہ کیا، یا خوف زدہ ہو گئے یا انہیں ان کی

خواہش وعقیدہ کے برخلاف ایک کام پر مجبور کر دیا گیا، یہاں ان لوگوں کے کردار کی باری آئی جنھوں نے حضرت علی اور ان کی شخصیت کو ختم کرنا چاہا اور بالواسطہ طور پر انہیں الزامات کا نشانہ بنانا چاہا، اس طرح زمانہ رسالت وعہد صحابہ کے متعلق ہر چیز کو ختم کیا جاسکتا ہے کیونکہ زمانہ رسالت کو جس میں کبار صحابہ کرام بھی شامل ہیں تاریک ترین منظر میں اسی وقت پیش کیا جاسکتا ہے جبکہ اس اسلامی معاشرہ کی اللہ تعالیٰ کے صریح احکام سے بغاوت کا نقشہ کھینچا جائے اور یہ امر اس بات پر موقوف تھا کہ حضرت علی کی خلافت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصوص باور کروایا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صحابہ تک اس نص کی تبلیغ اور صحابہ کے اس نص کو جان لینے کے باوصف اس کی خلاف ورزی اور پھر حضرت علی کی ایک دغاباز، مداہنت کیش اور چاپلوس آدمی کی شکل میں تصویر کشی کی جائے جو پچیس برس تک اپنے خلفا ثلاثہ کا بظاہر دیانتدار مشیر اور گرم جوش دوست بنا رہا جو ان کی مدح میں رطب اللسان اور ان کی تعریف میں بہترین کلمات نچھاور کرنے والا (ثناخوان) ہوا اور اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ نہ تھا، جو وہ کرتا تھا اس پر اس کا ایمان نہ تھا، یہاں تک کہ اس نے مجبوری کی حالت میں اپنی بیٹی ام کلثوم عمر بن خطاب کے عقد میں دے دی اور بیٹوں کے نام ابو بکر وعمر وعثمان رکھے حالانکہ وہ ان کے نام رکھنے پر راضی نہ تھے وعلی ھذا القیاس، علما شیعہ اور ان کی احادیث کے راویوں نے اللہ ان کو معاف کرے حضرت علی کے متعلق صراحتاً یا کنایۃً جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے، میں نہیں جانتا کہ قیامت کے دن جب حضرت علی نے ان کے متعلق اپنے رب سے شکایت کی تو ان لوگوں کا موقف کیا ہوگا۔ (اصلاح شیعہ:۶۹)

الحمد للہ! ہمارا موقف ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اخلاص، تقویٰ اور للہیت کے اعلیٰ مقام پر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اقدس تھے، انہوں نے خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ پورے اخلاص اور اعتماد والا تعلق قائم رکھا، ان کے معاون اور مددگار رہے، قاضی القضاۃ کے عہدے پر متمکن ہوئے، بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی محبت و مودت بہت گہری تھی، ان کو بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ پیار تھا، اسی لیے دونوں بزرگ ایک دوسرے کی جلالت شان اور عظمت کردار کا اعتراف کرتے تھے، یہ روایت دیکھئے، امام محب طبری نے لکھا ہے:

☆ ......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ ان کو دیکھ کر مسکرائے، پوچھنے پر بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، پل صراط سے وہی شخص گزرے گا جس کو علی (رضی اللہ عنہ) جواز نامہ عطا کرے گا، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسکرائے، انہوں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ جواز نامہ فقط اس شخص کو ملے گا جس کے دل میں ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی محبت ہوگی۔ (الریاض النضرۃ ۱: ۲۰۷)

86 کَبِیْرٌ رضی اللہ عنہ

''کبیر'' کا معنیٰ ہے: بڑا، بزرگ، بلند مرتبہ، یہ اسم مبارک بھی حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کو شایان ہے، اس کے بعد اس کے لطف و احسان سے اس کے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیبا ہے کیونکہ کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ بلند مرتبہ ہوئے۔

خلق سے اولیاء ، اولیاء سے رسل
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"وتعزروہ وتوقروہ" اور اس کے محبوب کی تعظیم اور توقیر کیا کرو۔(سورۃ الفتح) اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ ضمیریں حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹتی ہیں "توقروہ" پہ کلام تمام ہوا، اس پہ وقف تام ہے۔(تفسیر خازن: ۴/ ۱۴۶) یہی "تفسیر مظہری: ۹/ ۵" اور "تفسیر بغوی: ۶/ ۱۵۹" میں بھی مرقوم ہے، امام اسماعیل حقی نے لکھا ہے: حضور کی حیات دنیاوی اور حالت پردہ پوشی غرضیکہ ہر حال میں تعظیم وتوقیر پوری امت پہ لازم اور فرض ہے، دلوں میں جتنی تعظیم وتوقیر زیادہ ہوگی اتنا ایمان کا نور زیادہ ہوگا۔(تفسیر روح البیان: ۴/ ۷ /۶۳) شیخ ابن تیمیہ حرانی نے بھی لکھا ہے: ہم اہل اسلام اپنا خون بہاتے ہیں اور اپنے مال خرچ کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں اور ان کی بلندی ذکر میں اور اظہار شرف میں اور علو قدر میں، اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام پہ ان کی تعزیر وتوقیر کو فرض کیا ہے، تعزیر یہ ہے کہ ان کی نصرت وامداد کی جائے اور ان سے ہر ایذا کو دور کیا جائے جبکہ توقیر یہ ہے کہ ان کی تکریم وتعظیم کی جائے، یہ واجب کرتی ہے کہ ہر طریقے سے ان کی ناموس کی حفاظت کی جائے۔(الصارم المسلول: ۲۰۷) رسول اللہ ﷺ کی بزرگی کا تقاضا ہے کہ ان کی ساری مخلوق سے زیادہ عزت اور احترام کیا جائے، یہ ایمان کا بنیادی اصول ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنی تسبیح کا ذکر کیا، گویا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو یہودی، عیسائی، سکھ، قادیانی اور بدھ مت بھی کر لیتے ہیں مگر محبوب اکرم واکبر ﷺ کا ادب نہیں کرتے، ذکر اسی کا مقبول ومحمود ہوگا جس پہ ادب مصطفےٰ کی مہر توثیق لگی ہوگی، رسول اللہ ﷺ کے بعد "اسم کبیر" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال ہوا ہے اور یہ استعمال کرنے والے خود مولائے کائنات، تاجدار ھل اتٰی، جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہیں، اپنے خطبہ مبارکہ میں فرماتے

ہیں: (کنت) ”کبیراً عند المومنین لم یکن لاحد فیك مھمز ولا لقائل فیك معمز“ آپ ہی تمام مومنوں کے ہاں کبیر (برگزیدہ اور بلند مرتبہ) تھے، کوئی شخص بھی آپ کے متعلق طنز نہیں کرسکتا اور انگشت نمائی نہیں کرسکتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۷) معلوم ہوا جس کو اپنا بڑا تسلیم کیا جائے جس کی بزرگی اور پارسائی کا علم بلند کیا جائے، جس کے اخلاق و اطوار کی گواہی دی جائے، پھر اس پر طنز کرنا، اس کی طرف انگشت نمائی کرنا، اس کو توہین و تنقید کا نشانہ بنانا ایک عام مسلمان کی شان نہیں چہ جائیکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی پاک اولاد رضی اللہ عنہم کی طرف یہ منسوب کیا جائے، انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا کبیر و عظیم اور جلیل و شہیر تسلیم کیا ہے تو سچے جذبے اور کھرے ولولے سے تسلیم کیا ہے، دونمبری اور دوغلہ پالیسی ”سبائی“ کرشمہ ہے، مرتضائی جذبہ نہیں، حصول برکات کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند فرمودات اور صحابہ کے آثار دیکھئے جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی روز روشن کی طرح چمکتی نظر آتی ہے:

☆......①......☆

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرزنے لگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳/ ۱۳۴۴، مسند احمد: ۵/ ۳۲۱، جامع ترمذی: ۵/ ۶۲۴، سنن ابی داود: ۴/ ۲۱۲، مسند احمد: ۳/ ۱۱۲)

☆......②......☆

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں لوگوں میں موجود تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور لوگ ان کے لیے دعا مانگ رہے تھے، ایک شخص نے اپنی کہنی میرے شانے پر رکھی ہوئی تھی اور فرمارہا تھا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کا

مقام آپ کے دو ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا، میں نے کئی بار رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ وہاں میں ابوبکر اور عمر تھے، یہ کام میں، ابوبکر اور عمر نے کیا، وہاں میں، ابوبکر اور عمر گئے، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد: ۱/ ۱۱۴)

☆ ...... (۳) ...... ☆

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنا تہبند (تکبر و غرور کے ساتھ) اپنے ٹخنوں سے نیچے لٹکایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک طرف لٹک جاتی ہے مگر یہ کہ میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو (از راہ تکبر) نہیں لٹکاتے ہو (گویا تم اس وعید سے ماورا ہو)۔ (صحیح بخاری: ۳/ ۱۳۴۰، سنن ابی داود: ۴/ ۵۶، سنن نسائی: ۸/ ۲۰۸، مسند احمد: ۲/ ۶۷)

☆ ...... (۴) ...... ☆

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ مہاجرین اور انصار کی محفل میں تشریف فرما ہوتے اور وہ بھی بیٹھے ہوتے، ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوتے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک فرد بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتا تھا سوائے ان دونوں ہستیوں کے، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتے اور رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی طرف دیکھتے، وہ ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور یہ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۶۱۲، مسند احمد: ۳/ ۱۵۰، المستدرک: ۱/ ۲۰۹)

☆ ...... (۵) ...... ☆

انہی سے روایت ہے کہ جب ہم صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں حاضر

ہوتے تو اس طرح ساکت ہوتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (ہم حرکت کریں گے تو وہ اڑ جائیں گے) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے علاوہ ہم میں سے کوئی بھی کلام نہ کرسکتا تھا۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۵۳، معجم طبرانی اوسط: ۸/ ۵)

☆......⑥......☆

حضرت ام ہانی (ہمشیرہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح ہوتے ہی میرے گھر میں آئے، ابھی اندھیرا طاری تھا اور میں اپنے بستر پر تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میں مسجد حرام میں آرام فرما تھا (کہ معراج ہوئی، پھر معراج کا واقعہ سنایا) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا: آپ نے سچ فرمایا، پس اس دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے ابو بکر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرا نام "صدیق" رکھا ہے۔ (الاصابہ: ۸/ ۱۳۸، الفردوس: ۵/ ۳۰۷)

☆......⑦......☆

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا تشدد کیا کہ ان پر غشی طاری ہوگئی، صرف ایک شخص نے کہا: تمہاری بربادی ہو، کیا تم اس ہستی کریم کو شہید کرنا چاہتے ہو جس کا عقیدہ ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے، کچھ کفار بولے: یہ کون ہے؟ جواباً کفار نے کہا: یہ ابو قحافہ کا بیٹا مجنون ہے۔ (المستدرک: ۳/ ۷۰، مجمع الزوائد: ۶/ ۱۷)

☆......⑧......☆

انہی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے غار ثور میں اپنے سروں کے مساوی مشرکوں کے قدم دیکھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کوئی مشرک اپنے قدموں کی طرف دیکھے گا تو ہمیں بھی دیکھ سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یا ابا بکر! ماظنك باثنین الله ثالثهما" "اے ابوبکر! تمہارا ان دونوں کے بارے میں کیا گمان ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ ہے (گویا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے)"۔(مسند ابو یعلی: ۱/ ۷۶، فضائل الصحابہ لاحمد: ۱/ ۳۵۲)

☆......⑨......☆

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زمین کے دو ٹکڑے عطا فرمائے، ہمارے درمیان کھجور کے ایک درخت پر مسئلہ بن گیا، انہوں نے کہا: یہ میرے حصے میں ہے اور میں نے کہا: یہ میرے حصے میں ہے، پھر گفتگو ہوئی تو انہوں نے کوئی ایسی بات کردی جو مجھے پسند نہ آئی، وہ نادم ہو گئے اور فرمایا: جو بات میں نے کہی ہے تم بھی مجھے کہو تاکہ بدلہ ہو جائے، میں نے کہا: میں تو ہرگز نہیں کہوں گا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چلے گئے، میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا، میرے قبیلے کے لوگ مجھے کہنے لگے: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے، وہ کس وجہ سے تمہارے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد لینا چاہتے ہیں، انہوں نے خود ہی تو بات کہی ہے (جو تمہیں پسند نہیں آئی) میں نے کہا: کیا تم جانتے ہو وہ کون ہیں، وہ دو میں سے دوسرے ہیں، وہ تمام مسلمانوں میں اول ہیں، لہذا تم جاؤ کہیں وہ تمہیں دیکھ لیں، وہ مزید غصے میں آئیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جائیں گے، ان دونوں کی ناراضی سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، پھر ربیعہ تو برباد ہو جائے گا، انہوں نے کہا: کیا تم ہمیں حکم دے رہے ہو کہ ہم چلے جائیں، میں نے کہا: ہاں واپس جاؤ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے، میں اکیلا ان کے پیچھے چلا گیا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری بات کردی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک سر اٹھایا اور فرمایا: اے ربیعہ! تم دونوں کے درمیان کیا معاملہ ہوا ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انہوں نے اس

معاملے میں مجھے وہ بات کہی ہے جو مجھے پسند نہیں تھی، پھر انہوں نے کہا: تم بھی مجھے وہی بات کہو تا کہ بدلہ ہو جائے، میں نے اس سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم بدلے کے طور پہ وہ بات نہ کرنا، بلکہ تم یہ کہو اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، میں نے کہا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ (المستدرک: ۲/۱۸۹، مسند احمد: ۴/۵۸)

☆......⑩......☆

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے مسجد میں داخل ہوئے، انہوں نے دائیں ہاتھ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اور بائیں ہاتھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا، فرمایا: "ھکذا نبعث یوم القیامۃ" "ہم قیامت کے روز اسی طرح مبعوث ہوں گے۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۶۱۲، المستدرک: ۴/ ۳۱۲) جو لوگ غدیر خم کے مقام پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بلند کرنے اور "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے فرمان کا ذکر کرتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ کبھی کبھار ان ہاتھوں کا اور اس فرمان کا ذکر بھی کر دیا کریں تا کہ لوگوں کو صحیح عقیدہ اور درست راستہ نظر آسکے۔

☆......⑪......☆

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گھر سے وضو کر کے اس ارادے سے نکلا کہ آج میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہوں گا، میں مسجد میں گیا اور دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ اس طرف تشریف لے گئے ہیں، پس میں بھی دریافت کرتا ہوا چل پڑا، معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بئر اریس کے مقام پر گئے ہیں، میں اس کے دروازے پر بیٹھ گیا جو کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا، جب رسول اللہ ﷺ حاجت سے فارغ

ہوئے اور وضو کر لیا تو میں بھی حاضر ہو گیا، پھر آپ ﷺ بیئر اریس (کنویں) پر بیٹھ گئے اور پنڈلیاں کھول کر کنویں میں لٹکا دیں، میں نے سلام عرض کیا اور واپس دروازے پر آگیا، سوچا آج تو میں آپ ﷺ کا دربان بن جاؤں گا، کچھ دیر گزری تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے، انہوں نے دستک دی تو میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ابو بکر، میں نے کہا: ذرا ٹھہریں (میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگ لوں) پھر حاضر خدمت ہو کر بولا: یارسول اللہ! ابو بکر حاضری کی اجازت مانگتے ہیں، فرمایا: ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت سناؤ، میں نے ان سے کہا: اندر آجائیے، رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت عطا کر رہے ہیں، پھر وہ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں طرف پنڈلیاں کھول کر اور کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ (صحیح مسلم، صحیح بخاری، جامع ترمذی: ۵/۲۳۱، مسند احمد: ۴/۴۰۷)

87 مُتَوَکِّل رضی اللہ عنہ

''متوکل'' کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والا اور کامل یقین رکھنے والا، قرآن مجید میں ہے: اے محبوب! جب تو کسی کام کا عزم کرے تو اللہ پر بھروسا رکھ بے شک اللہ بھروسا رکھنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (سورۃ آل عمران: ۱۵۹) رسول اللہ ﷺ نے تمام زندگی اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، بلکہ سیرت طیبہ کا جلی عنوان توکل علی اللہ ہے، جب ایک مختصر جماعت صحابہ کے ساتھ گامزن ہوئے تو کفار مکہ نے کہا: ہم آپ کی ہر طرح خدمت کے لیے تیار ہیں، عرب کے خزانے دے سکتے ہیں، سرداری دے سکتے ہیں، کسی خوبصورت خاتون سے شادی کروا سکتے ہیں، بس ہمارے خداؤں کی مذمت چھوڑ دیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سورج کو اتار کر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دو اور چاند کو اتار کر بائیں ہاتھ پر رکھ دو، میں

پھر بھی اپنے رب تعالیٰ کا راستہ نہیں چھوڑ سکتا، پھر ہجرت، بدر، احد اور خندق میں توکل کی عظیم مثالیں قائم کیں، چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے اس لیے ان کے کردار میں بھی ان کے اس وصف عظیم کی سب سے زیادہ جھلک دکھائی دیتی ہے، جب ابن دغنہ ان کو لے کر مکہ مکرمہ آیا اور ان کو پناہ دی تو انہوں نے اسی طرح تبلیغ دین کا آغاز کر دیا جس طرح پہلے کیا کرتے تھے، کچھ ایام گزرے تو کفار نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابو بکر سے صرف اتنا کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے، نماز پڑھے یا تلاوت کرے، بازار میں تبلیغ کر کے ہمیں ایذا نہ پہنچائے کیونکہ اس سے ہمارے بیٹے اور عورتیں فتنے میں مبتلا ہو جائیں گی، اس نے یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہی، انہوں نے اپنے گھر میں مسجد بنائی اور وہاں بیٹھ کر عبادت و تلاوت کرنے لگے، مشرکین کے بچے اور عورتیں وہاں آ کر ان کی عبادت دیکھنے لگیں اور تلاوت سننے لگیں، مشرکین مکہ مزید پریشان ہو گئے، انہوں نے ابن دغنہ کو مکہ مکرمہ بلایا اور کہا کہ ہم لوگوں نے تمہاری وجہ سے ابو بکر کو پناہ دی ہے لیکن اس نے کوئی پرواہ نہیں کی، ابن دغنہ نے ان سے کہا: میں نے آپ سے عہد و پیمان کیا تھا، آپ اس کی پابندی کریں یا مجھے واپس کر دیں، میں آپ کی خاطر عرب میں بدنام نہیں ہونا چاہتا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارا عہد و پیمان واپس کرتا ہوں اور رب تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں۔ (صحیح بخاری: ۱/۳۰۷) پھر بعد کے احوال بھی بتاتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے سہارے پر زندگی گزاری ہے۔

اوڑھک فضل پناہ الٰہی تے ہور نہ کجھ وی بجھ دا
جس دیوے نوں رب آپ جلاوے، کدوں کسے توں بجھ دا

88 تالٍ رضی اللہ عنہ

"تالٍ" کا معنیٰ ہے: قرآن مجید کی بہترین تلاوت کرنے والا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ان سے کہا: "ما تقول فی ابی بکر" آپ ابو بکر کے بارے میں کیا کہتے ہیں، انہوں نے ایک عالی شان خطبہ بیان کر دیا جس کے ہر ایک لفظ سے عشق و وارفتگی کے سوتے پھوٹتے تھے، انہوں نے فرمایا: "رحم اللہ ابا بکر کان واللہ للقرآن تالیاً" اللہ تعالیٰ نے ابو بکر پر رحم فرمایا، خدا کی قسم! وہ قرآن کے بہترین قاری تھے۔ (معجم طبرانی کبیر: ۱۰/۴۳۸) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ان کو بہترین حافظ القرآن اور قاری القرآن بنایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء: ۵۲۱) آپ رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو ماحول پر گہرے اثرات چھوڑتے، خود بھی آنسو بہاتے اور لوگوں پر بھی رقت طاری کر دیتے، مکہ مکرمہ میں آپ کی تلاوت بہت مشہور تھی، کفار کی اولادیں اور عورتیں کان لگا کر قرآن مجید سنا کرتی تھیں اور ان پر قرآن اور اسلام کا گہرا اثر ہوتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی قرآن مجید پڑھتے تو خوب رویا کرتے تھے۔ (شعب الایمان: ۱/ ۴۹۳) گویا آپ بہت زیادہ رقت و رحمت والے تھے۔

89 ناہٍ رضی اللہ عنہ

یہ نہی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس کا معنیٰ ہے کسی چیز سے روکنے اور منع کرنے والا، یہ اسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا ہے یعنی وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ (سورۃ الاعراف: ۱۵۷) امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

نبیا الآمر الناهی فلا احد
ابر فی قول لا منه ولا نعم

ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور نہیں کہنے اور ہاں کہنے میں کوئی ان جیسا صاف گو نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی یہ اسم مبارک حاصل ہو گیا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے خطبہ مبارکہ میں فرمایا: (کان) عن المیل نائیاً و عن الفحشاء ساھیاً و عن المنکر ناھیاً، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر میل سے دور تھے اور گندی عادتوں کو فراموش کرنے والے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے۔ (معجم طبرانی کبیر: ۱۰/۴۳۸) ایک آدمی آپ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، اس نے اپنے والد کا انکار کیا تھا، آپ نے فرمایا: اس کے سر پر مارو، اس کے دماغ میں شیطان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۵۹۱) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

☆ ......سعید بن منصور نے بحوالہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عاصم بن عمر کی اپنی والدہ سے کچھ چشمک ہو گئی جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عاصم! تمہاری والدہ کے پسینے، ان کی خوشبو اور ان کی مہربانیوں کی وجہ سے تم کو برتری حاصل ہوئی ہے اور وہ تم سے بہتر ہیں، بیہقی نے قیس بن حازم کی زبانی لکھا کہ ایک آدمی آیا اور حضرت ابو بکر سے کہا: میرے والد مجھ سے پوری دولت لے کر مجھے محتاج بنا دینا چاہتے ہیں، آپ فیصلہ فرمائیے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے والد سے فرمایا: تم اس کے مال سے بقدر ضرورت لے سکتے ہو، اس نے کہا: اے خلیفۃ الرسول! کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑکے کا مال اس کے باپ کا ہے، ارشاد ہوا، بالکل درست ہے، اور اس کا مطلب ہے کہ اس کے مال سے بقدر ضرورت تم نفقہ لے سکتے ہو، احمد نے عمرو بن شیب کے دادا کی زبانی لکھا کہ

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کسی غلام کے خون کے بدلے میں کسی آزاد کو قتل نہیں کرواتے تھے، بخاری نے ابو ملیکہ کے دادا کی زبانی لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر کاٹا، مظلوم نے جب اپنا ہاتھ ظالم کے منہ سے ہٹایا تو ظالم کے کاٹنے والے اگلے دونوں دانت ہی نکل پڑے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس صورت میں ظالم کوئی جرمانہ اور دیت وغیرہ ادا نہیں کرے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کان کٹے شخص کے مقدمے میں ظالم سے پندرہ اونٹ جرمانے میں دلائے اور حکم دیا کہ مظلوم اپنے کٹے ہوئے کان کو اپنے بالوں اور صافے میں چھپا سکتا ہے، بیہقی نے ابن عمران کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام جانے والی فوج پر یزید بن ابو سفیان کو سپہ سالار مقرر کیا اور ان سے فرمایا میں تمہیں دس نصیحتیں کرتا ہوں، ان پر کار بند رہنا کسی عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، کوئی میوہ دار درخت نہ کاٹنا، آبادی کو ویران نہ کرنا، کھانے کے بغیر کسی اونٹ اور بکری کو مار کر نہ پھینکنا، باغوں کو ویران نہ کرنا، کھیتوں کو آگ نہ لگانا، فضول خرچی اور کنجوسی سے ہمیشہ علیحدہ رہنا، احمد، ابو داؤد اور نسائی نے بحوالہ ابو برزہ اسلمی لکھا ہے کہ ایک شخص پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بے انتہا غصہ آیا، میں نے کہا، اس کی گردن مار دیجئے، فرمایا: تم پر افسوس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب یہ اختیار کسی کے پاس نہیں، سیف نے کتاب الفتوح میں اپنے شیوخ کی زبانی لکھا ہے کہ مہاجر بن امیہ حاکم یمامہ کے پاس کچھ لوگ دو گانے والی عورتوں کو پکڑ کر لائے جن میں سے ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو یہ گیت گاتی تھی اور دوسری مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی، حاکم یمامہ نے

دونوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور دانت بھی نکلوا دیئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو لکھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے دو عورتوں کو سزا دی ہے، اگر سزا دہی میں تم جلدی نہ کرتے تو ہم یہ حکم دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والی عورت کو قتل کر دیا جائے کیونکہ انبیاء کرام کی شان دوسروں سے بلند و بالا ہے اور دوسری عورت جو مسلمانوں کی ہجو کرتی رہی اس کو شرم دلائی جاتی یا کوئی معمولی سزا دی جاتی، اس کے ناک کان کاٹ کر بوچا کر دینا ٹھیک نہیں اور اگر یہ عورت ذمیہ ہے تو مشرکہ سے بری نہیں حالانکہ شرک نہایت ہی برا کام ہے اور مشرکہ سے بھی چشم پوشی کی جا سکتی ہے، احکام سزا کی اجرائی سے پہلے تم کچھ سوچ لیتے تو ہاتھ کٹوانے کو خود ناپسند کرتے، ان عورتوں کے ساتھ اب نرمی کا برتاؤ کرو، قصاص کے سوا دوسرے جرائم میں لوگوں کے ہاتھ کٹوا دینا مناسب نہیں ہے، سزا پانے والے خود ہی گنہگار لوگوں کی نظروں میں ذلیل رہتے ہیں، مالک اور دار قطنی نے بحوالہ صفیہ بنت عبید لکھا ہے، ایک آدمی نے باکرہ سے زنا کا اقرار جرم کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو سو کوڑے لگوا کر فدک کی جانب جلاوطن کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص چوری کے الزام میں لایا گیا جس کے ہاتھ، پاؤں پہلے ہی کٹ چکے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس پانچویں مرتبہ چوری کے ملزم سے فرمایا: تم لوگوں کے قتل کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین فیصلہ صادر فرمایا تھا اور میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کروا دیا، مالک نے بحوالہ قاسم لکھا ہے کہ ایک یمنی شخص کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا، اس نے حاکم یمن کے جور و ستم کی شکایت کی اور حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رات بھر ٹھہرا رہا اور رات بھر عبادت کرتا رہا، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: افسوس! میری رات تو اس چور کی رات سے اچھی نہیں، پھر معلوم ہوا کہ آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس کا زیور چوری ہوگیا ہے، وہ یمنی شخص سارا دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور ان کے متعلق دعا مانگتا رہا، تلاش کرنے سے وہ زیور ایک سنار کی دوکان سے ملا، سنار نے بیان دیا کہ ایک ہاتھ پاؤں کٹا ہوا آدمی یہ زیور میرے ہاتھ پر فروخت کرگیا ہے، پھر جب اس یمنی سے تفتیش کی گئی تو اس نے اقرار جرم کرلیا، ساتھ گواہی بھی پیش ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا اور فرمایا: اس شخص کی دعا بخدا مجھے اس کی چوری سے بھی زیادہ بری معلوم ہو رہی تھی، دارقطنی نے بحوالہ انس لکھا ہے کہ پانچ درہم کی ڈھال کی چوری پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ کٹوایا۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے مصائب میں گرفتار کر رکھا ہے، ابوعبید نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک دن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جو اپنے ہمسائے سے لڑ رہے تھے، یہ دیکھ کر فرمایا: تم اپنے پڑوسی سے نہ لڑو کیونکہ یہ جھگڑا لوگوں کی زبان پر رہے گا اور وہ تمہارے جھگڑے اور تصادم اور تکرار کرنے کو کہتے پھریں گے۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۰)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برائی سے روکتے تھے تو اس کے ساتھ نیکی کے آمر بھی تھے "آمر" کا مطلب ہے، امر و حکم کرنے والا، یعنی نیکی کا حکم دینے والا، یہ وصف عظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا حکم کیا کرتے تھے، معاشرے کی اصلاح فرمایا

کرتے تھے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں شامل تھا، ان کی نسبت مبارکہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس وصف عظیم سے متصف ہوئے اور لوگوں کو اچھائی کی تعلیم دیتے رہے، نیکی کا حکم کرتے رہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خطبہ مبارکہ میں ہے، فرمایا:

(کان)عن المھلکات جالفاً وباللیل قائماً وبالنھار صالماً ... وبالمعروف امراً،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مہلکات سے یعنی ہلاک کر دینے والے گناہوں سے نکلتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے تھے اور نیکی کا حکم کرتے تھے۔ (معجم طبرانی کبیر: ۱۰/۳۳۸) حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے امر بالمعروف کے واقعات درج کیے ہیں:

☆ ......آپ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کچھ یمنی لوگ آئے اور قرآن مجید سن کر بہت روئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری بھی یہی کیفیت تھی لیکن پھر دل مضبوط ہو گئے، ابو نعیم نے دل مضبوط ہو جانے کا مطلب لکھا ہے کہ معرفت الٰہی کے ذریعے پھر دلوں کو تقویت مل گئی اور اطمینان ہو گیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت میں بیدار رہتے تھے، فرمایا: فتنہ و فساد سے پہلے زمانہ اسلام میں جس نے وفات پائی وہ بڑا خوش نصیب ہے، ائمہ اربعہ نے لکھا ہے کہ دادی اپنا ترکہ اور ورثہ طلب کرنے کے لیے آئی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن و حدیث میں تمہارا کوئی حصہ مقرر نہیں، اب جاؤ، پھر آنا، میں لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوچھ کر بتاؤں گا، پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلا دیا، یہ سن کر فرمایا: کیا تمہارے ساتھ اور بھی کوئی شخص تھا، اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: واقعہ یہی ہے جو مغیرہ نے بیان

کیا،اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے دادی کو چھٹا حصہ دلانے کا حکم جاری کیا(کمال درجے کا تقویٰ ہے) بارگاہ خلافت میں ایک نانی اور ایک دادی اپنا ترکہ طلب کرنے آئی، آپ رضی اللہ عنہ نے نانی کو ترکہ دلایا،عبد الرحمن بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفۃ الرسول! آپ نے نانی کو ترکہ دلایا،اگر نانی مرجائے تو اس کی وراثت محجوب نواسی کو نہیں مل سکتی،اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے نانی اور دادی دونوں کو ترکہ مقررہ نصفا نصف تقسیم کرنے کا حکم صادر فرمایا،عمرو بن عاص اور سرجبیل رضی اللہ عنہما نے نبان کا سر کاٹ کر بارگاہ خلافت میں بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بنظر ناپسندیدگی دیکھ کر فرمایا: یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے،عقبہ نے کہا: حضور! یہ ظالم بھی تو ہمارے ساتھ اسی قسم کی بدسلوکی کرتے ہیں،فرمایا: ان دونوں نے اہل فارس اور اہل روم کی پیروی کی ہے،آئندہ سے کسی کا سر کاٹ کر ہمارے پاس روانہ نہ کیا جائے اور ہم سب کو قرآن وحدیث کی پیروی کرنی چاہیے،قبیلہ احمس کی ایک زینب نامی عورت تھی،حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے،وہ خاموش رہتی تھی،فرمایا: تم بولتی کیوں نہیں؟ لوگوں نے کہا: اس نے چپ کا روزہ رکھا ہے،آپ نے فرمایا: بات چیت کرو،یہ چپ کا روزہ جاہلیت کی پیداوار ہے،جو اسلام میں ناجائز ہے،اس نے زبان کھولی اور کہا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: ایک مہاجر،اس نے پوچھا: کون مہاجر؟ فرمایا: قرشی،اس نے پوچھا: قریش کے کس قبیلے سے؟ فرمایا: تم تو بہت باتونی نکلی ہو،میں ابو بکر ہوں،اس نے پوچھا: جاہلیت کے بعد جو یہ مذہب نکلا ہے اس پر ہمیں کون چلائے گا؟ فرمایا: اس مذہب پر تمہارا امام چلائے گا،بولی: امام کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: کیا تمہاری

قوم میں کوئی سردار نہیں جن کا تم کہنا سنتی ہو، جو تمہارے قبیلے کے حاکم ہیں، اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: یہی لوگ تمہارے امام کہلاتے ہیں، امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی لکھا ہے، والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا جس کی مزدوری میں آپ نے کچھ لینا مقرر کر دیا تھا، ایک دن وہ کوئی چیز لایا جسے آپ نے تناول فرمایا، کھاتے وقت غلام نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ چیز کہاں سے لایا ہوں؟ فرمایا: تم ہی بتاؤ، اس نے کہا: میں عہد جاہلیت میں فال نکالا کرتا تھا اور کچی جھوٹی باتیں بنا لیا کرتا تھا، عہد جاہلیت میں ایک شخص کو فال بتا کر دھوکا دیا تھا تو اتفاقاً وہی شخص آج مجھے ملا اور اس نے یہ چیز دی جو آپ نے تناول فرمائی، یہ سن کر انہوں نے منہ میں انگلیاں ڈال کر قے کی اور پیٹ میں جو کچھ تھا سب اگل دیا، ابن سیرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے سوائے میں نے کسی اور کی بابت نہیں سنا کہ اس نے قے کر کے پیٹ سے سب کچھ نکال دیا ہو۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمہ وقت وعظ و نصیحت سے لوگوں کو صراط مستقیم پہ چلانے کے لیے کوشاں رہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے امر بالمعروف کے حوالے سے چند ارشادات ملاحظہ کیجئے:

☆......①......☆

اے سلمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یقین کر لو وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جبکہ تم اپنا حصہ معلوم کر لو گے اور اس امر سے بھی واقف ہو جاؤ گے کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا چھوڑا ہے اور اس امر کا بھی یقین کر لو گے کہ جس نے پنجگانہ نماز پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ

گیا، یعنی رات دن اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور جس کا محافظ ونگہبان اللہ تعالیٰ ہو اس کو کون قتل کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کو جو شخص ٹھکرا دے تو اس ناشکرے کو وہ دوزخ میں اوندھے منہ جھونک دے گا۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۶)

☆......②......☆

نیکو کار لوگ اٹھا لیے جائیں گے اور جو لوگ زندہ رہیں گے وہ کھجور اور جو کے چھلکے کی طرح بیکار ہوں گے اور غیر کار آمد ہوں گے اور ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۶)

☆......③......☆

عورتوں کو زعفران اور سونے کی باہم ملی ہوئی سرخیوں نے ہلاک و برباد کر دیا، مسلمان کو ہر کام کا بدلہ ملتا ہے، یہاں تک کہ دکھ درد اور جوتے کی ڈوریاں ٹوٹنے کا بھی بدلہ ملتا ہے اور اگر کسی کی جیب سے اس کا سرمایہ گم ہو جائے تو اسی کی آستین میں سے مل جاتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۶)

☆......④......☆

سر راہ ایک مرا ہوا کوا ملا تو فرمایا: پرندے کی موت اور درخت کی قطع و برید اس وقت ہوتی ہے جبکہ یاد الٰہی چھوڑ دی جائے۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۷)

☆......⑤......☆

فی سبیل اللہ ایک بھائی کی دعا دوسرے بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے، عبد اللہ نے لبید شاعر کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ ایک مصرعہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی اشیاء باطل (فانی) ہیں تو فرمایا: بالکل درست ہے اور جب میں نے دوسرا

مصرعہ بنایا، ہر نعمت لازماً زائل ہو جاتی ہے تو فرمایا: بالکل غلط، تم غلط بیانی کر رہے ہو، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زائل نہیں ہوتیں، پھر میرے چلے جانے پر فرمایا: شاعر بسا اوقات کلمات حکمت بھی کہہ جاتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۷)

☆......⑥......☆

خوف الٰہی میں رونے والو! گریہ وزاری کرلو ورنہ وہ دن آنے والا ہے جب تمہیں خوف دلایا جائے گا۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۷)

☆......⑦......☆

اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں نیکی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں بدی کروں تو مجھے سیدھا کرو، صدق امانت ہے، کذب خیانت ہے، تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہوگا جب تک کہ میں اس کا حق نہ لے کر دوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہوگا جب تک میں اس سے دوسروں کا حق لے کر نہ دوں، جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت نازل فرمادیتا ہے، تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں، جب میں ان کی اطاعت چھوڑ دوں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں، جب کسی قوم میں برائی پیدا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر بلا نازل فرمادیتا ہے۔ (جواہر نقشبندیہ:۱۳۴)

☆......⑧......☆

لوگوں میں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ فرمانبردار وہ ہے جو گناہ کا دشمن ہے۔ (ایضاً)

☆......⑨......☆

اس قول میں کوئی خوبی نہیں جس سے رضائے الٰہی مراد نہ ہو اور اس مال میں کوئی

خوبی نہیں جو راہ خداوندی میں خرچ نہ کیا جائے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جس کی جہالت اس کے علم پر غالب آجائے۔ (جواہر نقشبندیہ: ۱۳۴)

☆ ...... ۱۰ ...... ☆

جو شخص بغیر توشہ آخرت کے قبر میں گیا اس نے بغیر کشتی کے سمندر میں سفر کیا، رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت ہی بنالو، آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کی زینت ہیں، پرہیزگاری زینت ہے فقر کی، شکر زینت ہے دولتمندی کی، صبر زینت ہے بلا کی، تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی، علم زینت ہے عالم کی، عاجزی زینت ہے طالب علم کی، احسان نہ جتانا زینت ہے احسان کی اور خشوع زینت ہے نماز کی۔ (جواہر نقشبندیہ: ۱۳۴)

☆ ...... ۱۱ ...... ☆

صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں ہے اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے (حضرت خالد سے فرمایا) تو موت کا حریص بن، تجھے حیات عطا ہوگی۔ (جواہر نقشبندیہ: ۱۳۴)

90 سَالِمٌ رضی اللہ عنہ

"سالم" کا معنی ہے: صحیح وسلامت، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے خطبہ مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اسم مبارک بھی ارشاد فرمایا: (کان) من دنیاہ سالما و علی عدل البریۃ عازما، آپ رضی اللہ عنہ دنیا سے صحیح وسلامت رہے یعنی اس کے شر سے محفوظ رہے اور مخلوق کے عدل و انصاف پر کمر بستہ رہے۔ (معجم طبرانی کبیر: ۱۰/۲۳۹) دنیا کی آزمائشوں سے کس طرح صحیح وسلامت رہے، یہ واقعہ دیکھئے:

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے حلوہ کھانا چاہا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس وہ چیز نہیں جس سے حلوہ خرید لیں، بیوی نے کہا کہ میں چند روز میں اپنے نفقہ سے اس قدر بچالوں گی کہ جس سے حلوہ خریدا جائے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بچالو، بیوی نے ایسا ہی کیا، بہت دنوں کے بعد تھوڑی سی بچت ہوئی، جب بیوی نے آپ رضی اللہ عنہ کو بچت کی اطلاع دی تا کہ اس سے حلوہ خرید لیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس بچت کو لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور فرمایا: یہ ہمارے نفقہ سے زائد ہے اور اپنے نفقہ سے اتنا ساقط کر دیا جتنا کہ بیوی نے روزانہ خرچ میں کمی کی تھی، قسم بخدا کہ یہ غایت درجہ کا تقویٰ ہے جس سے زیادہ نہیں ہو سکتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بجا کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ و سردار بنایا۔ (تذکرہ نقشبندیہ: ۳۲)

بیت المال میں جو کچھ آتا فوراً تقسیم کر دیتے اور وہ خالی پڑا رہتا اور کبھی آمدہ دولت سے اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ بانٹ دیتے، ایک بار دیہاتی ساخت کی کچھ چادریں خرید کر مدینہ منورہ کی بیوہ و محتاج عورتوں کو تقسیم فرمائیں، ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہاں کوئی چیز نہیں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بحرین سے مال و دولت کی آمد پر تمہیں بہت زیادہ دوں گا، چنانچہ بحرین کا مال آیا تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا قرض ہو یا جس سے وعدہ فرمایا ہو وہ ہمارے پاس آئے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مال سے لے لو، انہوں نے پانچ سو درہم اٹھا لیے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈھائی ہزار عطا کیے۔ (تاریخ الخلفاء: ۸۵)

91 صَابِرٌ رضی اللہ عنہ

"صابر" کا معنیٰ ہے: صبر و رضا والا، صبر کا بہت زیادہ مقام ہے، قرآن مجید میں ہے: "بے شک صبر کرنے والوں کا اجر (یہ ہے کہ) ان کو بغیر حساب دیا جائے گا"۔ (سورۃ الزمر: ۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے مصائب و آلام پر صابر رہے، فرمایا: کسی نبی کو بھی اتنی تکلیفیں نہیں آئیں جتنی میں نے برداشت کی ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مصائب و آلام کے پہاڑ برداشت کیے اور اس وصف عظیم میں بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر کامل بن گئے، کفار مکہ نے آپ کو زدوکوب کیا، تھپڑوں اور جوتوں سے مارا، بارہا بیہوش ہو کر گر پڑے مگر صبر و رضا کا دامن نہیں چھوڑا، اسی لیے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (وکان) الیہ صابراً "وہ دنیا کی تکالیف پر صابر تھے، صبر کے کئی مقام ہیں، ایک ہے" صبر علی المصیبہ "یعنی مصیبت پر صبر کرنا اور ایک ہے "صبر علی المعصیہ" یعنی گناہوں سے رکنا، آپ رضی اللہ عنہ صبر کے جملہ مقامات پر فائز تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد نفاق کی بلا پھوٹ پڑی، عرب مرتد ہو گئے، انصار یکسو ہو کر بیٹھ گئے، اگر اتنی مصیبتیں پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن والد بزرگوار نے نہایت مستعدی اور استقلال کے ساتھ ان مشکلات کا حل نکالا۔ (تاریخ الخلفاء: ۷۸) آپ رضی اللہ عنہ صابر ہونے کے ساتھ کمال درجے کے شاکر بھی تھے۔

"شاکر" کا معنیٰ ہے: شکر ادا کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا چرچا کروں گا، میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو"۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۲) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی شکر خداوندی کے جذبوں کو فروغ دیتے رہے، خود بار بار فرماتے کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، ان کی اتباع میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہر حال میں شکر گزاری سے سرشار رہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (کان) وفی الاحوال شاکراً"

آپ رضی اللہ عنہ تمام احوال میں شکر گزار تھے۔ (معجم طبرانی کبیر: ۲۲۹/۱۰) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہار تشکر کے لیے بکثرت روزہ رکھتے، پھر گرمیوں میں زیادہ روزے رکھتے۔ (کتاب الزہد الاحمد: ۱۴۱) تاکہ نفس پر زیادہ مشقت پڑے اور وہ اللہ تعالیٰ کا سپاس گزار رہے، آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ چھ روز تک کچھ بھی نہ کھاتے۔ (احیاء العلوم: ۱۱۲/۳)

92 ذَاکِرٌ رضی اللہ عنہ

"ذاکر" کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنے والا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وصحابیت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے مقام ذکر پر بھی فائز فرما رکھا تھا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے خطبہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا: (کان) واللہ بالغدو الاصال ذاکراً "اللہ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ صبح وشام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے تھے، آج تو لوگ اس ذکر کے بڑے معاوضے طلب کرتے ہیں، پروٹوکول مانگتے ہیں، اچھے کھانوں کا مطالبہ کرتے ہیں، بعض تو سیدھا بینکوں میں رقم منگواتے ہیں اور اپنے وقت مقرر کے مطابق وعظ کرتے ہیں اور لوگوں کو التباسات کا شکار بنا کر نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں اور ظالم تنقید ان ہستیوں پر کرتے ہیں جن کی نماز بھی اللہ کے لیے تھی، قربانی بھی اللہ کے لیے تھی، جینا بھی اللہ کے لیے تھا اور مرنا بھی اللہ کے لیے تھا، دیکھئے ذرا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کس طرح کفار مکہ کے جھرمٹ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھیڑتے ہیں:

☆ ......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد اڑتیس ہوئی تو جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی کہ اسلام کا اعلان کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! ابھی تعداد کم ہے، مگر ان

کے اصرار پر اجازت دے دی، اہل اسلام مسجد حرام کے گرد پھیل گئے اور اپنے خاندان کو دعوت دینے لگے، جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطاب کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاس ہی جلوہ گر تھے، چنانچہ ان کو اسلام کا خطیب اول ہونے کا شرف بھی مل گیا جس نے لوگوں کو علانیہ طور پر دعوت دی، مشرکین مکہ ان پر لوٹ پڑے اور دیگر مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مارا پیٹا اور قدموں سے روندا گیا، عتبہ بن ربیعہ فاسق نے اپنے جوتوں سے ان کے چہرے پر ضربیں لگائیں اور ان کے پیٹ پر چڑھ کر روندنے لگا، یہاں تک کہ ان کا چہرہ پہچاننا مشکل ہو گیا، ان کے قبیلے کے افراد دوڑ کر آئے اور مشرکین کو دور کیا، پھر وہ ان کو کپڑے میں ڈال کر ان کے گھر لے گئے، کسی کو ان کے زندہ بچنے کی امید نہیں تھی، اہل قبیلہ نے حرم کعبہ میں اعلان کیا: اگر ابو بکر وفات پا گئے تو ہم عتبہ کو بھی قتل کر دیں گے، ان کے والد ابو قحافہ اور دیگر لوگ ان سے گفتگو کی کوشش کر رہے تھے، آخر دن کے آخری دورانیے میں ان کو ہوش آیا تو ان کی گفتگو کا جواب دیا، سب سے پہلے پوچھا: اللہ کے رسول کا کیا حال ہے؟ سارا قبیلہ ناراض ہو کر چلا گیا، ان کی والدہ کچھ کھانے کے لیے لائیں تو ان سے بھی وہی سوال کیا، انہوں نے بتایا کہ واللہ! مجھے تمہارے دوست کا علم نہیں کہ اس کا کیا حال ہے، جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ام جمیل سے پوچھ کر آؤ، ان کی ماں ام جمیل کے پاس گئیں اور سارا معاملہ بیان کیا، اس نے بھی کہا: میں ابو بکر اور اس کے دوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتی کہ کیا حال ہے، ہاں آپ کے بیٹے کے پاس چلتی ہوں، وہ چل کر

جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان کی حالت زار دیکھ کر کہا: اے ابو بکر! واللہ! ان ظالموں نے جو تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے کفر کی خاطر تو مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے تمہارا انتقام لے گا، انہوں نے پوچھا: اے ام جمیل! اللہ کے رسول کا کیا حال ہے؟ اس نے اشارتاً کہا: تمہاری والدہ سن رہی ہیں، فرمایا: فکر مند نہ ہو، کھل کر بیان کرو، اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحمد اللہ ٹھیک ہیں، پوچھا: کہاں ہیں، بولیں: دار ارقم میں جلوہ گر ہیں، فرمایا: میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک ان کا چہرہ زیبا نہ دیکھ لوں، تمام لوگ چلے گئے تو یہ عورتیں ان کو سہارا دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، ان پر بہت رقت طاری ہو گئی، مسلمان بھی آگے بڑھے، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ٹھیک ہوں، یہ میری والدہ ہیں، اپنی اولاد سے اچھا سلوک کرتی ہیں، آپ مبارک ہیں، ان کے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام عطا کر دے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے توسل سے ان کو دوزخ سے بچائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ (البدایہ والنہایہ: ۳/ ۳۰، الاصابہ: ۸/ ۲۰۰)

93 قَاهِرٌ رضی اللہ عنہ

''قاہر'' کا معنیٰ ہے: طاقت، غلبے اور استحکام کا مالک اور زورآور، حقیقی طور پر تو یہ اسم صفاتی اللہ تعالیٰ کے لیے بیان ہوا ہے، اس کے فضل وعنایت سے اس کے محبوب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی طاقت، غلبے اور استحکام کے حامل ہوئے، خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆......"کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز ٥" اللہ نے لکھ دیا کہ ضرور میں ہی غالب آؤں گا اور میرے رسول (غالب آئیں گے) بے شک اللہ بڑی قوت والا، عزت والا ہے۔ (سورۃ المجادلہ:۲۱)

☆......وہی ہے (اللہ) جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے برا مانیں مشرک لوگ٥ (سورۃ الصف:۹)

اللہ تعالیٰ نے اس وصف عظیم میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر کامل بنایا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خطبہ مبارکہ میں ہے: (کان) لنفسه فی المصالح قاهراً" آپ رضی اللہ عنہ نیکیوں اور بھلائیوں میں اپنی جسمانی اور روحانی جذبے کے ساتھ غالب و زور آور ہوتے۔ (معجم طبرانی کبیر:۱۰/۲۳۹) پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قہر و جلال دیدنی ہوتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر انسان بھی پناہ مانگتے تھے، جب کفر وارتداد کے برخلاف جنگ کا آغاز کرنے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک مشورے پر فرمایا: تم جاہلیت میں بڑے جبار تھے اور اسلام میں کمزور پڑ گئے ہو، کیا انداز جلالت ہے، کسی ایک فرد مسلمان میں جرات نہ ہوسکی کہ اس قاہر برحق، مرد کامل (رضی اللہ عنہ) کے حکم و فرمان کے سامنے ٹھہر سکے، قرآن مجید نے ان کے لشکر ابرار کی شان میں پیش گوئی کی ہے:

☆......اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا (ہوگا) وہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت (ہوں گے) اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بہت وسعت والا، علم والا ہے۔ (سورۃ المائدہ:۵۴)

حضرت علی، حضرت قتادہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس آیت المائدہ میں ابو بکر صدیق اور ان کے لشکر ابرار (رضی اللہ عنہم) کے خصائل بیان کیے گئے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتدوں اور زکوٰۃ کے منکروں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ (تفسیر در منثور: ۳/۱۰۲)

"اعزۃ علی الکافرین" کا جملہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اپنے دشمنوں کے خلاف کس قدر قہر و جلال بھرا ہوا تھا۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن، نئی شان
گفتار میں کردار میں، اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن
ہمسایہ جبریل امیں بندہ مومن
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

☆......امام ذہبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی جب عام خبر پھیلی تو عرب کے اکثر قبیلے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے پہلوتہی کرنے لگے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ سے روکا مگر انہوں نے فرمایا: جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا تو میں اس سے لازماً جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق پر جنگ کی جائے، حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لیے آپ کے دل کو آگاہ کر دیا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مہاجرین اور انصار کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور جب نجد کی بلندیوں پر پہنچے تو مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے، پھر لوگوں نے کہا کہ آپ کی مراجعت فرمائی بہتر ہے، البتہ کسی کو امیر فوج مقرر کر دیجئے، لوگوں کے متواتر اصرار پر آپ نے مراجعت فرمائی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر فوج مقرر کر کے فرمایا: اگر مرتدین اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ دے دیں تو تم اپنی فوج میں سے جس کو چاہنا واپس کر دینا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی کہا: آپ واپس چلے جائیے: اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو بخدا اسلامی نظام کبھی باقی نہیں رہے گا، آپ یہ احکام دے کر واپس آ گئے، کلمہ طیبہ، پنج وقتہ نماز، رمضان کے روزے، حج بیت اللہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی، اگر کوئی کسی ایک رکن کا بھی انکار کرے تو اس سے جنگ کی جائے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر ابرار لے کر جمادی الآخر میں نکلے اور بنو اسد، بنو غطفان وغیرہ کے بعض مرتدین کو تہہ وتیغ کیا، بعض کو گرفتار کیا، بعض دوبارہ اسلام لے آئے، اس جنگ میں عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ بھی شامل تھے، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسی سال کے آخر میں اپنی فوج لے کر یمامہ کی جانب بڑھے تاکہ مسیلمہ کذاب کو قتل کر سکیں، طرفین کی فوجوں میں جنگ ہوئی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی بن حرب (جو کہ مسلمان ہو چکا تھا) نے مردود مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا (اور کہا اگر میں نے اسلام کے بہترین آدمی کو قتل کیا تھا تو آج کفر کے بدترین آدمی کو بھی قتل کر دیا ہے) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علاء بن

حضرمی رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بحرین کی جانب روانہ کیا، اہل بحرین بھی مرتد ہو چکے تھے، جوائی کے مقام پر دونوں گروہ نبرد آزما ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح عطا فرمائی، آپ رضی اللہ عنہ نے عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو عمان کی طرف لشکر دے کر بھیجا، اہل عمان بھی مرتد ہو چکے تھے، مہاجر بن امیہ اور زیاد بن لبید رضی اللہ عنہما کو دیگر مرتدین کی طرف روانہ کیا، سب کو فتح نصیب ہوئی، مرتدین کی اور ختم نبوت کے منکرین کی سرکوبی کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سرزمین بصرہ کی طرف روانہ کیا، انہوں نے عراق کے مختلف علاقے فتح کیے اور اسلامی پرچم لہرایا، فراغت حج کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک بڑی فوج دے کر شام کی طرف بھیجا (اور بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اپنے لشکر لے کر شام میں اکٹھے ہوئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے) مقام اجنادین پر گھمسان کا رن پڑا اور بالآخر مسلمانوں کو فتح و کامیابی ملی، اس فتح کی خوشخبری آپ رضی اللہ عنہ کو زندگی کے آخری لمحات میں ملی، اس جہاد میں حضرت عکرمہ، ہشام بن عاص اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء: ۸۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر اسلامی لشکروں نے کامیاب سپہ سالاروں کی سرکردگی میں عرب، شام اور عراق کے صحراؤں، جنگلوں، پہاڑوں اور ندی نالوں کو روند ڈالا، ہر طرف اسلام کے پرچم لہرانے لگے، دو سال کے قلیل عرصے میں ان کی ضرب قاہرانہ نے وہ کام کر دکھایا کہ ان کے سامنے سیزر، سکندر، نپولین جیسے فاتحین کی فتوحات شرمندہ نظر آتی ہیں، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روم اور ایران اور مصر کی سرزمینوں کو پامال کیا اور ہر طرف اسلام کی صولت و کامرانی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

94 مُجتبیٰ رضی اللہ عنہ

"مجتبیٰ" کے معنی ہیں: چنا ہوا، منتخب، برگزیدہ، پسندیدہ، سب سے پہلے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجتبیٰ کہا جاتا ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بھی لقب ہے، یہ نام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطوط میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے بھی استعمال کیا تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے تردید کی بجائے اس کی توثیق فرمائی:

☆......اجتبیٰ له من المسلمین اعواناً وایدهم به فکانوا فی منازلهم عنده علی قدر فضائلهم فی الاسلام وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت وانصحهم لله ورسوله الخلیفة الصدیق وخلیفة الخلیفة الفاروق والعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم.... (اے معاویہ) تم نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اہل اسلام میں سے مددگار چنے اور ان کے ذریعے ان کو تقویت دی اور وہ ان کی بارگاہ میں اپنی ان منازل (مراتب) کے حساب سے مقرر تھے جو اسلامی فضائل کے اعتبار سے ان کو حاصل ہوئے جیسا کہ تمہارا خیال ہے (اور میں بھی تصدیق کرتا ہوں کہ) ان میں اسلام کے اعتبار سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کے لحاظ سے اعلیٰ خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد ان کے خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، مجھے اپنی جان کی قسم! ان دونوں صاحبوں کا اسلام میں بہت عظیم مقام ہے۔ (شرح نهج البلاغه لابن میثم: ۴/ ۳۶۲)

یہاں لفظ "اجتبیٰ" سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم "مجتبیٰ" اخذ ہوتا ہے، واقعی وہ اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص انتخاب تھے جو انہوں نے اپنے محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و تصدیق کے لیے پیدا کیا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "وفاق اصحابه ورعاً و کفافاً وزهداً

وعفافاً و سراًوحیاطۃً" گویا آپ رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب سے فوقیت حاصل کر گئے،ورع میں روزمرہ کی ذمہ داری میں اور زہد میں اور پارسائی میں اور پوشیدگی میں اور راعلیٰ احتیاطی میں۔(معجم طبرانی کبیر:۱۰/۲۴۰)حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں خراج محبت پیش کیا ہے:اے خلیفۃ الرسول! آپ کی وفات نے قوم اسلام کو سخت مصیبت اور مشکلات میں مبتلا کر دیا ہے،ہم آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے،آپ کے مرتبے کو کس طرح پاسکتے ہیں۔(شان صحابہ:۸۹)حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا حاکم بننا کتاب اللہ میں موجود ہے،ارشاد خداوندی ہے:"واذا سر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً"اور جب نبی نے اپنی بیوی سے راز کی بات کی۔(سورۃ التحریم:۳)حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:"ابوك وابو عائشۃ اولیاء الناس بعدی فایاك ان تخبری بہ احداً"تیرا باپ اور عائشہ کا باپ میرے بعد لوگوں کے والی یعنی حاکم ہوں گے اور دیکھو یہ بات کسی کو نہ بتانا۔(خلفاء رسول:۸۱)یہی قول حضرت علی،میمون بن مہران،حبیب بن ثابت،ضحاک اور مجاہد رضی اللہ عنہم کی روایات سے بھی ثابت ہے،حضرت میمون کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے فرمایا:میرے جانشین ابو بکر ہوں گے۔(تفسیر مظہری زیر آیت التحریم:۳/۴)یہ قول شیعہ مفسرین نے بھی نقل کیا ہے۔(تفسیر قمی:۲/۳۷۶،تفسیر مجمع البیان:۱۰/۳۱۴،تفسیر صافی:۴/۷۱۶)راقم نے عرض ہے

ابو بکر سلطانِ ملکِ ہدایت ابو بکر ارمانِ چشم عنایت
امام الھدیٰ بھی ، وفاء الوفا بھی ابو بکر سامانِ علم و درایت
ابو بکر سرکار کا نقش کامل ابو بکر ہے ربِ یکتا کی آیت
صحابہ نے جس کو کہا اکمل دین یہی مرتضیٰ کی ہوئی غرض و غایت
ابو بکر ہادی ، ابو بکر مہدی ابو بکر ہے دافع ہر غوایت
کف دست میداں کی رونق تو دیکھو برس کر گیا ہے وہ ابر عنایت

قرآن مجید میں ہے: "یجتبی الیہ من یشاء" وہ جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب فرمایا اور ان میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔

95 قرشی رضی اللہ عنہ

"قرشی" کا معنیٰ ہے: قبیلہ قریش کا ایک فرد وحید، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اسم "قرشی" استعمال ہوا۔ (الریاض الانیقہ لسیوطی: ۲۲۵، القول البدیع لسخاوی: ۷۵، سبل الہدیٰ لصالحی: ۴۹۸) تاریخ عرب گواہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی قبیلہ قریش کے ایک اہم فرد تھے، قبیلہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت فہر کی بدولت قریش کہلاتا ہے، فہر کا معنیٰ ہے "ہتھیلی کے برابر پتھر" ان کی کنیت ابو غالب تھی، ایک قول کے مطابق فہر ہی کا لقب قریش تھا، "قریش" ایک سمندری حیوان (غالباً وھیل) کا نام ہے جو تمام بحری حیوانات پر غالب رہتا ہے، یوں قوت و طاقت کے وصف کی بنا پر ان کا نام قریش (طاقتور) پڑ گیا، بعض کہتے ہیں کہ ان کی ماں نے ان کا نام قریش رکھا تھا، جبکہ "فہر" ان کا لقب تھا، فہر القریش کا ایک بیٹا تھا غالب، غالب کے دوسرے بیٹے تیم الادرم کی نسبت سے ان کی کنیت تھی "ابو تیم" غالب کاہن بھی تھے، ان کا ایک بیٹا تھا "لوئی" ایک قول کے مطابق ان کا نام "لای" (سست) سے مشتق ہے، دوسرے قول کے مطابق لواء پرچم سے ماخوذ ہے، یہ بڑے بردبار اور حکمت والے تھے، ان کے یہ دو قول مشہور ہیں، جس نے ہمیشہ نیکی کی اس کی نیکی کبھی ختم نہ ہوگی اور مسلسل اس کا تذکرہ ہوتا رہے گا، جس پر نیکی کی جائے اس کو چاہیے کہ اس کا تذکرہ کرے اور نیکی کرنے والے کو چاہیے کہ لوگوں میں چرچا نہ کرے، ان کا بیٹا تھا "کعب" اس کا معنیٰ ہے "ٹخنہ" قدم پر ٹخنے کی اونچائی کے باعث یہ شرف و عزت کے معنی

بھی دیتا ہے، کعب بن لوئی کی شرف وعزت عرب میں اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی وفات سے برسوں کا تعین کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ عام الفیل تک جاری رہا، ایک قول کے مطابق کعب ہی نے یوم عروبہ کا نام بدل کر یوم جمعہ رکھا، ان کی کنیت ''ابو ہصیص'' تھی، ان کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۶۰ سال پہلے تھا، انہوں نے خطبہ میں ''امابعد'' کا استعمال شروع کیا، ان کے ایک بیٹے ''عدی'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جد امجد تھے، کعب کے ایک بیٹے کا نام ''مرہ'' تھا، اس کا ایک معنیٰ ''قوی'' ہے، تلخ مزاج شخص کو بھی ''مرہ'' کہتے ہیں، ان کی کنیت ''ابو یقظہ'' تھی، ان کے ایک بیٹے ''تیم'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جد امجد تھے، ''یقظہ'' کی نسل سے ''بنو مخزوم'' تھے، پھر ''مرہ'' کے ایک بیٹے کا نام ''کلاب'' ہے، انہی کی نسل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پورا شجرہ یہ ہے:

☆......حضرت محمد رسول اللہ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب، پھر آگے یہ شجرہ اس طرح جاتا ہے: کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر القریش بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، یہاں تک سارا نسب معلوم اور مستند ہے۔

مگر عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک مختلف آراء ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے نسب بیان کرنے والوں نے غلط بیانی کی ہے۔ (ملخصاً اطلس السیرۃ: ۵۰) مرہ بن کعب کے تین فرزند تھے، کلاب، تیم، یقظہ (یقظان) کلاب کی نسل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے، تیم کی نسل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ بھی قریش مکہ میں ایک خاص مقام کا حامل تھا، اس میں بھی دیگر قبائل وشعوب کی خوبیاں موجود تھیں، مثلاً بہادری، جفاکشی، مہمان نوازی، راست گوئی وغیرہ، آپ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت کی بدولت پورے قبیلے کی عزت وناموس

میں اضافہ ہوا، یہ بھی امر صحیح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنے قبیلے کو اسلام کی اہم ذمہ داریوں پر مسلط نہیں کیا، پورے دور خلافت میں شاید ایک عہدہ بھی اپنے قبیلے کے کسی فرد کو نہیں دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اخوت اسلامی کو پیش نظر رکھا اور لوگوں کی عزت افزائی علم وتقویٰ کی بنیاد پر کی، آپ رضی اللہ عنہ خود علم وتقویٰ، زہد واخلاص، جرات و بسالت اور بالخصوص صدق و امانت جیسی صفات کاملہ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی مسند خلافت پر جلوہ فرما ہوئے، نسب کا شرف اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس کا مقام عقیدے، عمل اور نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آتا ہے، صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں کر سکتا، آج کچھ اپنے آپ کو قریشی، ہاشمی اور فاطمی کہلانے والے لوگ دوسری امت کو حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ ان کی نظر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات قدسیہ کی بھی کوئی قدر ومنزلت نہیں، وہ ان کے لیے بھی عموماً ''امتی'' اور ''در والے'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں تاکہ اہل بیت اطہار میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرق وتفریق نمودار کر کے رافضیت کو بھرپور امداد فراہم کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کوئی فرق وتفریق قائم نہیں فرمائی، ان کا سارا خاندان موجود تھا اور ہر شخص قابل تھا اور بے پناہ شان وعظمت کا حامل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک فرد کا نام بھی لے جاتے تو کسی غلام میں انکار کی کوئی جرات نہ ہوتی، مگر انہوں نے اپنا مصلیٰ اس شخصیت کو دیا جو ہر اعتبار سے ان تمام لوگوں پر فائق تھی، اس شخصیت کے لیے تحریر خلافت چاہی جو ہر لحاظ سے سب لوگوں پر مقدم تھی، کاش آج کے سجادہ نشینوں کو بھی یہ اسوہ رسول زندہ کرنے کی توفیق مل جائے اور مخلوق خدا کی بہت سارے نااہل ''شہزادوں اور جگر پاروں'' سے جان چھوٹ جائے، تصوف بھی عام ہو جائے اور شریعت بھی بچ جائے، افسوس ؎

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

انہی نااہل ”شہزادوں اور جگر پاروں“ کی وجہ سے پاکستان کی تقریباً اسی فیصد خانقاہیں ”سیاہ جھنڈوں“ سے مسخر ہو چکی ہیں، ہر طرف کالے لباس، کڑے، امام ضامن، ڈھول، تاشے، نشے سے ٹن گھورتی آنکھیں اور امتیوں کی تذلیل کرتی فاخرانہ اور متکبرانہ ادائیں دکھائی دے رہی ہیں، نجدستان کی طرح ایران کا سرمایہ بھی اپنا پورا اثر دکھا رہا ہے، آج امریکی نشریاتی ادارے تسلیم کر رہے ہیں کہ ہم نے نجدستان کا سرمایہ پاکستان کی بہت ساری مسجدوں، لائبریریوں اور مدرسوں پر خرچ کیا تھا تاکہ مخصوص مسلک خارجیت پھیل سکے، کل وہ دن بھی آئے گا کہ ایرانی میڈیا اعتراف کرے گا، نہیں تو تاریخ بتائے گی کہ ”نسب پرستی“ پر ایمان، عقیدہ، عمل اور نسبت رسول جیسی دولتیں قربان کرنے والے کون تھے اور ان کا مقصد حیات کیا تھا ؎

ذرا بھی نرخ ہو بالا تو تاجران حرم
گلیم و جبہ و دستار بیچ دیتے ہیں
یہ لوگ کیا ہیں کہ دو چار خواہشوں کے لیے
تمام عمر کا پندار بیچ دیتے ہیں

افسوس! کل جو لوگ اپنی تقریروں اور تقریظوں میں یہ اشعار لکھا کرتے تھے آج حالات نے وہ پلٹا کھایا کہ خود ان اشعار کا مصداق بن گئے، ان کی نذر حضرت اقبال کا یہ شعر ہے ؎

یہ وہ شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بو ذر و دلق اویس و چادر زہرا

آج ”چادرِ زہرا“ کا نام لے کر جو تفضیلت کا اور پھر بعد ازاں رافضیت کا راستہ ہموار کیا جا رہا ہے اس فتنہ کبریٰ کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دل گردے کی ضرورت ہے، الحمدللہ! ”چادرِ زہرا“ کی تطہیر کا اصل وارث سوادِ اعظم ہے جس نے ہر قدم پر ناموس اہل بیت کا تحفظ کیا

ہے، ذرا پیچھے جائیں تو آپ لوگوں کو محسوس ہو گا کہ یہ وہ "شیطان حرم" تھے جو ہر قدم پر سواد اعظم کے اتحاد میں رخنہ ڈالتے تھے، کئی کئی پارٹیاں بناتے تھے، ان کی تقسیم در تقسیم کا عمل عام گلی محلوں کی مساجد و مدارس تک پہنچتا تھا، دلوں میں نفرت اور دماغوں میں کدورت پروان چڑھتی تھی، ہم ان کو اپنا راہنما تصور کرتے تھے، آج کیا ہوا، راقم نے عرض کیا ہے ؎

آنے والے وقت کے اندیشوں میں الجھے رہتے ہیں
افسردہ افسردہ بندے ، پژمردہ پژمردہ لوگ
رہبر بن کر آنے والے رہزن بن کر لوٹ گئے
کس کو دکھائیں داغ محبت ، کس کو سنائیں بپتا لوگ
مر کے پہنچے جب منزل پر وہ بھی ایک سراب لگی
شاید منزل کے سپنوں میں بھول گئے ہیں رستا لوگ

آج بھی اگر منزل مقصود پر پہنچنا چاہتے ہو تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اس قرشی اعظم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنا عقیدہ تاجدار ھل اتی' مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے عقیدے کے مطابق کرلو، علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے، اگر ان کی افضلیت اور اکملیت برحق ہوتی تو علی جیسا حق پسند انسان کامل بھی ان کے متعلق ایسا عقیدہ نہ رکھتا اور ان کو بار بار "خیر الناس بعد رسول اللہ" کے مبارک جملے سے یاد نہ کرتا۔

96 نُورٌ رضی اللہ عنہ

"نور" کا معنی ہے: روشنی ۔ (مختار الصحاح: ۳۹۳) یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے "اللہ نور السموات والارض "۔ (سورۃ النور: ۳۵) یہاں معنی یہ ہو گا کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کے نور والا ہے، یا آسمانوں اور زمینوں کو چمکانے والا ہے گویا ان کو

ہدایت و راہنمائی اس کے لطف و کرم سے حاصل ہوتی ہے، مفسرین کے نزدیک ''نور'' چونکہ ایک حادث کیفیت کو کہتے ہیں اس لیے بلا تاویل اس کا اطلاق اس ذات قدیم پر جائز نہیں ہے، نور کا اس کے لیے یہی استعمال ہوگا کہ وہ ہدایت دینے والا ہے، تدبیر کرنے والا ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے آسمان کو سورج اور چاند ستاروں سے روشن کیا جبکہ زمین کو نبیوں اور دین کے عالموں سے روشن کیا۔ (تفسیر کبیر: ۸/ ۹/ ۳۷) اس مفہوم کے ساتھ اس ذات جل شانہ کو ''نور'' کہا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے نور ہی نور دیکھا۔ (صحیح مسلم) یہ اسم مبارک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی استعمال ہوا۔ قرآن مجید میں ہے:

☆ ......''قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین o'' بے شک تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ کی طرف سے ''نور'' اور چمکدار کتاب۔ (سورۃ المائدہ: ۱۵)

یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کی اتباع میں امت کے غالب ترین مفسرین نے ''نور'' سے مراد ذات مصطفےٰ ﷺ کو لیا اور ''کتاب مبین'' سے مراد قرآن مجید کو لیا ہے، اس حقیقت کے لیے تمام پرانی تفاسیر کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، مشہور حدیث نور بھی مذکور ہے، فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا۔ (مصنف عبدالرزاق، مواہب: ۱/ ۷۱) پھر یہ اسم مبارک رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے خود استعمال فرمایا:

☆ ......''ما من احد من اصحابی یموت بارض الابعث قائداً و نوراً لھم یوم القیامۃ'' میرا جو صحابی بھی کسی زمین میں فوت ہوگا تو قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کے لیے قائد اور نور بن کر اٹھے گا۔ (جامع ترمذی کتاب المناقب، مشکوٰۃ: ۳/ ۳۲۵)

☆......اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: اے محمد! تمہارے صحابہ میرے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں، بعضھا اضوء من بعض، ان میں بعض اپنے بعض سے زیادہ روشن ہیں (مگر روشنی سب میں ہے) پس جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لے لیا تو میرے ہاں ہدایت پر ہے۔ (مسند الفردوس: ۲/ ۳۱۰)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم "نور" ہیں، یعنی ہدایت وصداقت کی روشنی بن کر چمکتے ہیں اور ستارے ہیں جو ایمان واسلام کا اجالا بانٹتے ہیں، قرآن مجید نے فرمایا:

☆......اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر وہی تو صدیقون (یعنی سب سے زیادہ) سچے ہیں اور (دوسروں پر) گواہ ہیں، اپنے رب کے پاس، انہی کے لیے اجر ہے ان کا اور نور ہے ان کا۔ (سورۃ الحدید: ۱۹)

یہ آیت الحدید بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے طفیل ہونے والے ہر مسلمان کو اجر اور نور کا مژدہ جانفزا سنا رہی ہے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مکتوبات دفتر سوم میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے: میں اللہ تعالیٰ کے نور (کے فیض) سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں، گویا جہاں ہم کہتے ہیں: "تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا" وہاں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں: "تیری امت پاک میں ہے مومن مومن نور کا" اقبال بھی لکھتے ہیں۔

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو فروغ دیدہ افلاک ہے تو
ترے صید زبوں افرشتہ و حور کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

جب ہر صحابی "نور" ہے، نور آشنا ہے اور نور پاشیوں سے زمانے کو جگمگا رہا ہے تو ان کے فرد افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں نہ نور ہوں گے اور کیوں نہ ان سب سے بڑھ کر اپنی نورانیت کے جلوؤں سے بزم جہاں کو منور کر رہے ہوں گے۔

97 حبل اللہ رضی اللہ عنہ

"حبل اللہ" کا معنیٰ ہے: امان، پناہ اور اللہ کی مضبوط رسی، قرآن مجید میں ہے:

☆......"واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا......" "اور تم لوگ مل جل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم (باہم) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈالی تو تم اس کی نعمت سے (ایک دوسرے کے) بھائی بن گئے۔ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

اس آیت مبارکہ میں موجود لفظ "بحبل الله" سے مراد کیا ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد جماعت مسلمین ہے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے یا اللہ تعالیٰ کا عہد اور حکم ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز ہے جو آسمان سے زمین تک آرہی ہے، حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ (تفسیر جامع البیان طبری: ۴/ ۱۹۵) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جن کو تم نے پختگی سے پکڑ لیا تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے، پہلی چیز زیادہ عظمت والی ہے، وہ اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی رسی ہے، جو آسمان سے زمین کی جانب لٹکی ہوئی ہے، دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، یہ دونوں کبھی علیحدہ نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ میرے ساتھ حوض پر پہنچیں گے، پس تم دیکھنا کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو۔ (جامع ترمذی: ۱/ ۵۴۱)

یہ تمام اقوال اپنی اپنی جگہ صحیح اور برحق ہیں، اسی سلسلے میں ایک اور حدیث مبارک ملاحظہ کیجئے:

☆......"اقتدوا بالذین من بعدی ابا بکر و عمر فانھما حبل اللہ الممدود من تمسك بھما فقد تمسك بالعروۃ الوثقیٰ لانفصام لھا"
میرے بعد تم لوگ ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کرنا، بے شک یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طویل رسی ہیں، جس شخص نے ان کو پکڑ لیا تو بے شک اس نے ایک نہ ٹوٹنے والی مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔ (معجم طبرانی، صواعق محرقہ: ۷۷)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی مقدس ذوات بھی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہیں، ان کی اتباع اور اقتداء کرنا لازم ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے نقش قدم پر چل کر امت کا اتحاد برقرار رکھا اور ان کے زمانوں میں فتوحات کے سلسلے بہت دراز ہوئے اور اسلام قیصر و کسریٰ کی سرزمینوں پر چھا گیا، ان دونوں شخصیتوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس اس مقام پر فائز ہے کہ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی پیروی کی اور قدم قدم پر ان کی مثالیں دیں، گویا ان کو "حبل اللہ" تسلیم کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، کاش میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارکہ کا ایک بال ہوتا۔ (تاریخ دمشق: ۳۰/ ۳۴۳) اور فرمایا: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سید (سردار) ہیں جنہوں نے ہمارے سید (سردار) بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزادی دلائی۔ (جمع الجوامع: ۱۱/ ۲۱۹) ایک مرتبہ ان کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل و اکرم کہا ہے، وہ بہت زیادہ جلال میں آئے اور فرمایا: اے شرارتی گروہ! تم مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل و اکرم سمجھتے ہو، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو جنت میں اس جگہ رہنا پسند کروں گا جہاں مجھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) ان کی زیارت ہوتی رہے۔ (ایضا) اور انہی کا ارشاد ہے کہ کوئی آدمی نیکیوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکا، وہ سب لوگوں سے آگے بڑھ گئے۔ (ایضا) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، جس آدمی نے حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی وہ قیامت کے روز انہی کے ہمراہ ہوگا، جہاں وہ جائیں گے وہ بھی وہاں جائے گا۔ (کنز العمال: ۷/۶) گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہیں گے تو اس آدمی کو بھی ان کی محبت کے توسل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا قرب حاصل ہوگا، یہ محبت کتنی عظیم اور حسین محبت ہے، صحیح حدیث ہے: "المرء مع من احب" آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆...... میرے صحابہ (اس میں اہل بیت بھی شامل ہیں کیونکہ ان کو بھی صحابیت ملی) کے متعلق میرے اللہ سے ڈرو اور میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو میری بدولت ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا، جس نے ان کو ایذیت دی تو اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تو اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی تو بہت جلد ہے کہ وہ پکڑ لیا جائے گا۔ (ترمذی، مسند احمد: ۴/۸۷)

اسی "حبل اللہ" کی نسبت سے آپ رضی اللہ عنہ کو "ربانی" ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

"ربانی" کا معنیٰ ہے: اللہ پروردگار والا، اس کا خاص بندہ، قرآن مجید میں ہے:

☆...... کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور حکم اور نبوت بخشے اور وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن (وہ تو یہی کہے گا کہ) "کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الکتاب" "تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب سکھاتے ہو اور تم (اس کو) پڑھتے پڑھاتے ہو۔ (سورۃ آل عمران: ۷۹)

"ربانین" کا واحد "ربانی" ہے، یہ رب کی طرف منسوب ہے، اس طرح مولوی وہ

شخص ہے جو مولا کی طرف منسوب ہے، اس کا معنیٰ ہے "مولا والا" اسی طرح "ربانی" کا معنیٰ ہے رب والا، ربانی اس عالم کو کہتے ہیں جو علم کے تقاضوں پر ہمیشہ عمل کرے، فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات پر عامل ہو جائے اور ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے، جب حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو تو حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس امت کے ربانی فوت ہو گئے، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "ربانیین بن جاؤ" کی تفسیر میں فرمایا: حکماء، علماء اور فقہا بن جاؤ، ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو بڑے علوم سے پہلے چھوٹے علوم کی تعلیم دے۔ (صحیح بخاری: ۱/۱۶) ربانی، ربان کی طرف منسوب ہے، ربان عطشان اور سکران کی طرح صفت مشبہ ہے، بعض نے کہا: یہ رب کی طرف منسوب ہے جو شخص تعلیم دے وہ ربانی ہے، بعض نے کہا: جو شخص علم سے اپنے نفس کی تربیت و اصلاح کرے وہ ربانی ہے، بعض نے کہا: یہ رب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اس میں نون زاید ہے جیسے جسمانی میں نون زاید ہے، ربانی مولوی کی طرح ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس امت کا ربانی ہوں، اس کی جمع "ربانییون" ہے۔ (المفردات: ۱۸۴، تفسیر تبیان القرآن: ۲/۲۲۵) ایک قول ہے کہ ربانی کا درجہ "حبر" سے اونچا ہے، حبر تو عالم کو کہتے ہیں جبکہ ربانی اس عالم کو کہتے ہیں جو صاحب بصیرت بھی ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری زیر آیت: ۷۹)

حضرت ابو العباس عطا رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ "کونوا ربانیین" (رب والے بن جاؤ) کا کیا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ کن لوگوں جیسا بننے کا حکم صادر فرما رہا ہے، انہوں نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم صادر فرما رہا ہے کہ تم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح بن جاؤ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو مسلمان بہت زیادہ غمناک ہو گئے، ان کو محسوس ہوا کہ اب دین اسلام ختم ہو جائے گا، اس مشکل وقت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبر و تحمل سے کام لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: اگر تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے تو جان لو کہ وہ

وصال فرما گئے ہیں اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اس کو کبھی موت نہیں آسکتی۔ (عمدۃ القاری:۲۶/۳۶۷)

98 شَیْخٌ رضی اللہ عنہ

"شیخ" کا معنیٰ ہے: بزرگ، بڑا، پیر و مرشد، مذہبی علوم میں فائق، سرکردہ، پیشوا، خانقاہ کا سربراہ، سجادہ نشین وغیرہ، اہل اسلام نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے لفظ "شیخین" یعنی دو بزرگ اور پیر و مرشد بکثرت استعمال کیا ہے، ان دونوں میں درجے کے اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شیخ اکبر یعنی سب سے بڑے بزرگ ہیں، حدیث مبارک ہے، فرمایا: "وما ولد فی الاسلام مولود ازکی ولا اطہر ولا افضل من ابی بکر و عمر" "اسلام میں کوئی آدمی ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے پاک تر، اطہر اور افضل پیدا ہی نہیں ہوا۔ (کنز العمال:۱۱/۲۵۹) فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ میں تمام علاقوں میں کچھ لوگ بھیجوں جو لوگوں کو سنتوں اور فرضوں کی تعلیم دیں جس طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا، لوگوں نے کہا: ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو بھیج دیں، فرمایا: "انہ لا غنی بی عنہما انہما من الدین کالسمع والبصر" "بے شک میں ان دونوں سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دونوں دین میں کان اور آنکھ کی طرح ہیں۔ (المستدرک:۱/۷۸) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اسی افضلیت کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے لیے "شیخ" یعنی بزرگ و پیشوا کا لفظ استعمال کرتے تھے جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے، حضرت ابن ابی معلیٰ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ مبارکہ دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو اختیار دیا ہے کہ وہ جتنا چاہے دنیا میں رہے اور دنیا میں جو چاہے کھائے یا پھر اپنے رب سے ملاقات کرے تو اس شخص نے رب کی ملاقات کو اختیار کیا ہے، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ نے کہا: "الا تعجبون من ھذا الشیخ اذ ذکر رسول اللہ ﷺ رجلاً صالحاً خیرہ ربہ بین الدنیا و بین لقاء ربہ فاختار لقاء ربہ "کیا تم لوگوں کو اس بزرگ پر حیرت نہیں ہو رہی کہ رسول اللہ ﷺ نے تو کسی بھی ایک نیک شخص کا ذکر فرمایا ہے جس کو اس کے رب تعالیٰ نے دنیا اور اپنے رب کی ملاقات میں سے کوئی ایک چیز منتخب کرنے کا اختیار دیا تو اس نے اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات اختیار کر لی (پھر سب کو معلوم ہو گیا کہ) ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتے تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے والدین اور اموال آپ پر قربان ہو جائیں۔ (جامع ترمذی: ۵/ ۶۰۷، مسند احمد: ۴/ ۲۱۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک چیز کے انتخاب کا ذکر کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے باپ اور ہماری مائیں آپ پر قربان ہو جائیں، ہمیں تعجب ہوا اور لوگوں نے کہا: "انظر وا الی ھذا الشیخ "اس بزرگ کی طرف تو دیکھو، رسول اللہ ﷺ تو کسی ایک شخص کے متعلق فرما رہے ہیں کہ اس کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا گیا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے باپ اور مائیں آپ پر قربان ہوں (پھر معلوم ہو گیا کہ) رسول اللہ ﷺ ہی کو یہ اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ اس راز کے عالم تھے۔ (بخاری، مسلم، جامع ترمذی: ۶/ ۴۱) معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لفظ "شیخ "یعنی بزرگ و پیشوا بکثرت استعمال کرتے تھے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں ہی امام، عادل اور منصف تھے، دونوں برحق تھے اور حق پر ان کا خاتمہ ہوا، دونوں پر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ (احقاق حق: ۱۶) اور فرمایا: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں ہی میرے حبیب ہیں اور ہدایت کے امام ہیں اور شیخ الاسلام ہیں اور قریش کے بہت معزز لوگ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مقتداء ہیں اور دونوں کی اقتداء اور اتباع کرنے والا محفوظ اور مصئون ہوگا اور

سیدھے راستے پر گامزن ہوگا اور ان کی تعلیمات کو تھامنے والا اللہ تعالیٰ کی جماعت میں شامل ہو گا۔ (نور الابصار: ۸۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے رہے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کا ان دونوں بزرگوں نے ارادہ فرمایا، حجرہ مبارکہ کے پاس پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفۃ الرسول! آپ آگے بڑھیے، انہوں نے فرمایا: میں اس آدمی سے آگے کس طرح بڑھوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک علی کا وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا مقام ہے، اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسے شخص سے آگے کس طرح بڑھوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر کے علاوہ ہر شخص نے میری تکذیب کی، تم میں جو بھی صبح اٹھتا ہے تو اس کے دروازے پر اندھیرا ہوتا ہے مگر ابو بکر کے دروازے پر اندھیرا نہیں ہوتا، انہوں نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ارشاد فرمایا ہے، انہوں نے کہا: ہاں! چنانچہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں اکٹھے قبر انور پر حاضری سے مشرف ہوئے۔ (الریاض النضرۃ: ۱/ ۱۳۴)

امت کے عظیم صوفیا اور علماء نے بھی ان کے لیے شیخ اور شیخین کا لفظ استعمال کیا ہے:

☆ ...... حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شیخ الاسلام واز بعد انبیاء خیر الانام" "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے بزرگ اور پیشوا ہیں اور انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے بہترین ہیں۔ (کشف المحجوب: ۶۷)

☆ ...... حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں: شیخین (یعنی دونوں بزرگوں) کی افضلیت باقی تمام امت پر قطعی ہے، اس نظریے کا انکار صرف جاہل کر سکتا ہے یا متعصب کر سکتا ہے۔ (مکتوبات: ۲/ ۳۶)

☆ ...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیخین (دونوں بزرگوں) کی افضلیت کا معاملہ شریعت سے ماخوذ ہے اور شریعت سے ان کا فضل کلی ثابت ہے لہذا اس پر

بحث کے دوران کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کی روشنی میں مباحثہ ہونا چاہیے، نہ کہ (بعض) صوفیاء کے مکاشفات کی دلیل پکڑنی چاہیے، ان کے مکاشفات سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ (قرۃ العینین: ۳۱۷)

☆...... حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے سنا کہ کوئی آدمی مجھے شیخین (یعنی دونوں بزرگوں) سے افضل سمجھتا ہے تو میں اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ (تحفہ اثنا عشریہ: ۵)

سب سے بڑھ کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت و جماعت کی نشانی کیا ہے تو فرمایا: "تفضل الشیخین و تحب الختنین" ابو بکر و عمر کو افضل مانو اور عثمان و علی سے محبت کرو (رضی اللہ عنہم) گویا انہوں نے بھی ان دونوں بزرگوں کے لیے شیخین کا لفظ استعمال کیا ہے، آج کل کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو اپنے ارشادات اور خطبات میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شخصیت و فضیلت کا ذکر فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سارا کچھ عجز و انکسار کی وجہ سے فرماتے رہے، ورنہ حقیقت یہی ہے کہ وہ ان بزرگوں سے افضل تھے، یہ کتنی عجیب بات ہے جو پورے اجماع اہل ہدایت کو ٹھکرا رہی ہے، کیا اپنے عجز و انکسار کے لیے کسی کو اسی کوڑے بھی مارے جاسکتے ہیں، ان کے نزدیک یہ مسئلہ ایک عقیدے اور نظریے کا درجہ رکھتا تھا اسی لیے تو اس کے منکر کو حد قذف لگانے کا حکم صادر فرمایا تھا، حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول مبارک: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا یہ قول مبارک متواتر ہے، اس قول کے منکروں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے، یہ کتنے جاہل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۴) اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا شیخ، بزرگ اور مقتدر نہ تسلیم کرتے تو اپنی "خلافت بلافصل" کی کوشش نہ کرتے اور اس کا اعلان نہ کرتے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت لکھتے ہیں:

☆ ......حضرت کعب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کی عیادت کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک کیا ہے، انہوں نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اچھا ہے، پھر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: خدا کی قسم! تم تین روز کے بعد لاٹھی کے غلام بن جاؤ گے، خدا کی قسم! مجھے نظر آرہا ہے کہ اس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے گا کیونکہ میں نے موت کے وقت بنو عبدالمطلب کے چہرے دیکھے ہیں، تم ہماری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور خلافت کا ہم (بنو ہاشم) کے لیے سوال کرو، اگر خلیفہ ہم میں سے ہوگا تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر دوسروں میں سے ہوگا تو بھی ہمیں اس کا علم ہو جائے گا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہمارے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت فرمادیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں تو خلافت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز سوال نہیں کروں گا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے نفی کر دی اور ہمیں عطا نہ فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ کبھی ہمیں خلافت نہیں دیں گے اور اسی لیے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سوال نہیں کروں گا۔ (صحیح بخاری: ۲/ ۶۹۹)

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی "خلافت بلافصل" کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان نہیں تھا اور نہ ہی وہ اپنے متعلق بیان ہونے والی احادیث کو "خلافت بلافصل" کی دلیل سمجھتے تھے، ورنہ فرمادیتے کہ میرے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی مولا ہے، ویسے مولا کا معنیٰ "خلیفہ بلافصل" کرنا بھی یار لوگوں کی عجیب منطق ہے

حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ معنیٰ نہیں کیا، ائمہ اہل بیت نے یہ معنیٰ نہیں کیا، امت کے معتبر علما نے یہ معنیٰ نہیں کیا اور نہ کسی نے اس لفظ "مولا" سے "خلیفہ بلا فصل" مراد لیا ہے، یا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما دیتے کہ میری "خلافت بلا فصل" تو بالکل پکی ہے، میرے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کی تھی، ہاں تم نبی نہیں ہو، انہوں نے اس حدیث سے بھی اپنی "خلافت بلا فصل" کا استدلال نہیں کیا، پھر جب لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقامات اور کمالات دیکھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے بھی بیعت کر لی اور اپنے باطنی جذبات کے تقدس کے ساتھ کر لی، پورے وثوق اور اخلاص کے ساتھ کر لی اور پوری جمعیت خاطر کے ساتھ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں تو پھر سمجھ جانا چاہیے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا شیخ، بزرگ اور مقتدر تسلیم کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے صرف مصلحت کے تحت بس اوپر اوپر سے یا کسی خوف کی وجہ سے یہ کام کیے تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ ان کی گستاخی اور توہین متصور ہی نہیں، حضرت اقبال تو عام مرد قلندر کے متعلق لکھتے ہیں ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اللہ تعالیٰ کا مرد کامل یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی زبان پر کچھ ہو اور دل میں کچھ ہو، ہم تو شیر خدا، تاجدار ہل اتیٰ اور امت کے حاجت روا کے متعلق ایسا گمان رکھنا حرام سمجھتے ہیں، علی علی ہے، اس نے اگر کسی کی امامت کو قبول کیا ہے تو پورے یقین سے قبول کیا ہے، پھر یاد رہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کے عقلی دلائل بھی موجود ہیں، تمام امت کا اتفاق ہے کہ خلافت کے حقدار تین شخص تھے، حضرت ابو بکر، حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

باقی دونوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف نہیں کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی، پس تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کی بیعت پر اتفاق ہو گیا، پھر اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کرتے جسطرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال سے شام کے حاکم تھے، ان کو فوج اور اسلحہ کی بھاری طاقت حاصل تھی، اس کے برخلاف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا آسان تھا کیونکہ ان کو ایسی عسکری طاقت حاصل نہیں تھی، تمام بنو ہاشم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پر موجود تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا آسان تھا، پھر اگر وہ خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت نہ کرتے جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔ (ملخصاً شرح مسلم سعیدی: ۵/ ۴۵۰) معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا بزرگ اور راہنما تسلیم کرتے تھے۔

99 شَہِیدٌ رضی اللہ عنہ

''شہید'' کا معنیٰ ہے: گواہ اور حاضر و موجود اور محافظ و نگہبان جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ ...... اور اس طرح ہم نے تمہیں متوسط (بہترین) امت بنایا تا کہ تم تمام لوگوں پر (شہداء) گواہ بن جاؤ اور یہ رسول تم تمام کے حق میں (شہید) گواہ بن جائے۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۴۳)

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو گواہ قرار دیا گیا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز انبیاء آئیں گے اور ان سے گواہ کے متعلق پوچھا جائے گا تو وہ امت محمدی کا ذکر کریں گے، پھر امت محمدی سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گی

کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ان انبیاء کی تبلیغ کی خبر سنائی تھی، یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ (ملخصا سنن الکبریٰ:٦/ ٢٩٢) صحیح بخاری میں انہی سے روایت ہے اور اس میں صرف حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے، معلوم ہوا کہ امت محمدی بالخصوص امت محمدی کا اعلیٰ اور افضل طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق گواہی دے گا اور ان کی گواہی مقبول ہوگی، پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدوق اور عدول ہیں ورنہ گواہی کا مقصد پورا نہیں ہوتا، ان کے طفیل یہ مقام باقی امت محمدی کو بھی نصیب ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدی کی غالب ترین اکثریت بھی کبھی گمراہ نہیں ہوگی ورنہ اس کی گواہی بھی معتبر نہیں ہوگی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اعظم ﷺ کے متعلق "شہید" کا لفظ استعمال کیا تو اس کا معنیٰ ہے کہ وہ اپنی امت پر اور تمام امتوں پر گواہ ہیں اور نگہبان ہیں، عربی قواعد کے مطابق "علیٰ" جب شہادت کا صلہ ہو تو اس کا معنیٰ ہے کسی کے خلاف گواہی دینا اور یہاں مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ امت مسلمہ کے حق میں گواہی دیں گے اور ان کے عادل اور نیک ہونے کو بیان کریں گے، علامہ بیضاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہاں شہید رقیب اور مہیمن (نگہبان) کے معنیٰ کو متضمن ہے اور "علیٰ" رقیب کا صلہ ہے، اس کا معنیٰ ہے: نبی اکرم ﷺ اپنی امت پر نگہبان اور ان کے احوال پر مطلع ہیں، اسی لیے ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ (انوار التنزیل:٢٩) بہ کثرت احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر پچھلی امتیں پیش کی گئیں اور اس امت کے افعال اور اعمال پیش کیے گئے اور چونکہ آپ ﷺ سب کے احوال اور افعال پر مطلع ہیں اس لیے سب کے متعلق گواہی دیں گے، قرآن مجید میں ہے:

"فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھولاء شھیدا" "اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان (سب) پر گواہ بنائیں گے۔ (سورۃ

النساء:۴۱) علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ ہر نبی اپنی امت کے فاسد عقائد اور برے اعمال کے خلاف گواہی دے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی گواہی کے صدق پر گواہی دیں گے، معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہوں گے کیونکہ بغیر علم کے گواہی جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امتوں کی دنیا اور آخرت کا علم عطا فرمایا ہے اور خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال قبر انور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت کے تمام امور مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، تمام اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا، لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئے دراں حالانکہ وہ لوگ منہ تک پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔(مسند احمد:۱/۴) اس حدیث کو امام ابو عوانہ نے بھی روایت کیا ہے۔(مسند ابو عوانہ:۱/۱۷۷)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امت کے اچھے اور برے (تمام) اعمال پیش کیے جاتے ہیں، میں نے نیک اعمال میں دیکھا کہ نجاست کو راستے سے ایک طرف کر دیا گیا اور برے اعمال میں دیکھا کہ ناک کی رینٹ کو مسجد میں ڈال دیا گیا اور اس کو دفن نہیں کیا گیا۔(صحیح مسلم:۱/۲۰۷) اس حدیث کو امام احمد، امام ابو عوانہ اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔(تبیان القرآن:۱/۵۷۲) قرآن مجید میں ہے:

☆......"ان فی ذلك لذكرىٰ لمن كان له قلب اوالقى السمع وهو شهيد" "بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے یا کان لگاتا ہے اور وہ (شہید) متوجہ ہونے والا ہے۔(سورۃ ق:۳۷)

اگر شہید کا معنیٰ گواہ، حاضر، نگہبان اور متوجہ ہونے والا کیا جائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام امتوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ شہید، گواہ، نگہبان اور موعظت حق کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں کیونکہ ان کو افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

''شہید'' کا مشہور معنیٰ ہے یہ کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جائے تو اس کو بھی شہید کہتے ہیں اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے، اس کو رزق دیا جاتا ہے اور اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خوش و خرم رہتا ہے، لوگ اس کی حیات کا شعور نہیں رکھتے، ان کو مردہ کہنا اور مردہ گمان کرنا منع ہے، شہادت کی دو قسمیں ہیں، ایک ہے شہادت حقیقی یا جہری جس کا ذکر ہوا اور ایک ہے شہادت سری یا حکمی یعنی خفیہ شہادت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرجائے وہ شہید ہے، جو شخص طاعون سے مرجائے، جو شخص پیٹ کی بیماری سے مرجائے، جو شخص ڈوب جائے تو وہ بھی شہید ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الامارہ) حضرت امام شامی نے امام سیوطی کے حوالے سے حکمی شہادت کی بہت سی اقسام نقل کی ہیں، ان اقسام میں ہے کہ جو شخص سانپ یا بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے وفات پا جائے، جو شخص نماز چاشت پڑھے، جو شخص ہر ماہ تین روزے رکھے، جو شخص سفر و حضر میں کبھی وتر ترک نہ کرے، جو شخص فساد امت کے دوران سنت نبوی پر مضبوطی سے قائم رہے۔ (ردالمحتار: ۱/ ۷۵۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الملدوغ شهيد'' سانپ سے ڈنگ کھانے والا شہید ہے۔ (کنز العمال: ۴/ ۴۲۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بخار کی وجہ سے وفات پانے والا بھی شہید ہے۔ (ایضا: ۴/ ۴۱۶) بلکہ قرآن مجید نے تو ہر مومن کامل کو شہید قرار دیا ہے، ان تمام امور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امت کے بہت بڑے شہید قرار پاتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات کے تین اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔

☆...... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہے، اس صدمے سے آپ رضی اللہ عنہ کا جسم گھلنے لگا اور اسی سبب سے آخر کار آپ رضی اللہ عنہ نے وفات

پائی۔ (تاریخ الخلفاء:۸۷) آپ رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں بھی بیان کرتے ہیں: (ترجمہ)
جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی تو مجھ پر مکان تنگ ہو گئے، میرا دل کانپ گیا اور میری ہڈی ٹوٹتی محسوس ہوئی، کاش میں اپنے محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے چٹانوں پر قبر میں مدفون ہو جاتا۔ (المواهب الدنیہ: ۳/ ۳۹۴)
یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ پر اس قدر غالب تھا کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، انہوں نے یاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ بہت بیقرار ہو گئے، خواب میں بہت زیادہ روئے کہ اہل خانہ کو بھی خبر ہو گئی، پھر انہوں نے اطلاع دی کہ آپ خواب میں رو رہے تھے۔ (شواہد النبوۃ:۱۹۹)

☆ ..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی نے قیمہ پڑا دلیہ بھیجا جس کو آپ رضی اللہ عنہ حضرت حارث بن کلاہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر کھانے لگے، انہوں نے کہا: خلیفۃ الرسول! ہاتھ کھینچ لیجیے، خدا کی قسم! اس میں زہر معلوم ہوتا ہے اور یہ وہ زہر ہے جو ایک سال میں اثر کرتا ہے، میری اور آپ کی موت اسی زہر کی وجہ سے ایک دن واقع ہو گی، چنانچہ انہوں نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا، اس دن کے بعد وہ دونوں مسلسل بیمار رہنے لگے، یہاں تک کہ سال کے آخر میں ایک ہی روز دونوں نے رحلت کی، امام شعبی نے بیان کیا ہے کہ اس کمینی دنیا سے ہم کیا امید رکھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کو زہر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء:۸۷) پھر غار ثور میں سانپ نے ڈنگ مارا تھا اس کے زہر کا عود کرنا بھی مروی ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ:۸/ ۲۹۵)

☆ ..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ والد بزرگوار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات (۷) جمادی الآخر بروز پیر غسل کیا، اس دن سردی زیادہ تھی،

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا، اس کی شدت سے آپ رضی اللہ عنہ پندرہ دن تک نماز پڑھانے بھی نہ جا سکے، آخر کار اس بخار کے سبب سے بعمر ۶۳ سال منگل کی رات ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو وفات پائی (ایک روایت میں ہے کہ پیر کی رات وفات پائی اور صبح ہونے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا) حضرت ابو سفر کی زبانی منقول ہے کہ لوگوں نے کہا: اے خلیفۃ الرسول! اجازت ہو تو کسی طبیب کو بلا کر آپ کو دکھا دیں، جواباً فرمایا: مجھے طبیب نے دیکھا ہے، لوگوں نے پوچھا: پھر اس طبیب نے کیا کہا؟ فرمایا: اس طبیب پاک اللہ نے فرمایا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۸۷)

ان تمام اسباب سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت حکمی کا درجہ بھی عطا فرمایا ہے، جس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمایا تھا، اس طرح سبب وفات میں بھی آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر کامل بن گئے، حضرت عبادہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرے ان دونوں کپڑوں کو دھو کر کفن دے دینا، تمہارا باپ کچھ بھی نہیں ہے، عمدہ یا خراب کفن دینے سے عزت و ذلت نہیں ہوتی، ایک روایت میں ہے، فرمایا: نئے کپڑے زندہ کے لیے زیادہ ضروری ہیں، پھر فرمایا: اسماء بنت عمیس (زوجہ مکرمہ) مجھے غسل دیں، عبد الرحمٰن اس کا ہاتھ بٹائیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق وصیت نامہ بھی انہی آخری ایام میں لکھوایا جس کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بطیب خاطر قبول کیا، پھر روضہ رسالت پناہ کے اندر دفن ہونے کی وصیت بھی فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنا، مل گئی تو اندر دفن کر دینا، پھر آپ رضی اللہ عنہ ''ربنا توفنی مسلماً و الحقنی بالصالحین'' (اے ہمارے رب تو مجھے مسلم کی وفات دے اور نیکوں میں ملا دے) پڑھتے

ہوئے وصال فرما گئے، آپ رضی اللہ عنہ کو اسی چارپائی پر لٹایا گیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوتے تھے کیونکہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھی، آپ رضی اللہ عنہ کا کفن سفید اور رنگدار چادر کا تھا، سفر آخرت میں آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت نصیب ہوئی، نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، روضہ مطہرہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا آخری گھر تیار کیا گیا تھا، حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم نے آپ کا جسد خاکی قبر انور میں اتارا، متعدد طریقوں سے ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین رات کو ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور اس انداز سے کھودی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے برابر آپ رضی اللہ عنہ کا سر اقدس رکھا گیا، آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور اور روضہ اطہر کی لمبائی برابر رکھی گئی، حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت مدینہ منورہ کانپ اٹھا اور کہرام مچ گیا، مدینہ منورہ کی کپکپاہٹ اور لوگوں کا کہرام دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے، لوگوں نے کہا: آپ کے فرزند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے، جواباً انہوں نے کہا: کیا ہی زبردست حادثہ اور مصیبت کا وقت ہے، پھر پوچھا: ان کے بعد کس کو خلیفہ بنایا گیا ہے، لوگوں نے کہا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو، انہوں نے کہا: وہ ان کے دوست ہیں، حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو اپنے فرزند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے جو حصہ میراث میں ملا وہ انہوں نے اپنے پوتوں کو دے دیا، وہ ان کے چھ ماہ بعد بعمر ۹۷ سال ۱۴ محرم الحرام ۱۴ھ کو وفات پا گئے، علما کا بیان ہے کہ اپنے والد کی زندگی میں صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی اور ابو قحافہ رضی اللہ عنہ ہی وہ باپ ہیں جنہیں اپنے فرزند کے مال سے ورثہ اور ترکہ ملا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دو سال اور سات ماہ تک خلافت کی۔ (تاریخ الخلفاء:۹۱)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثار کے سب سے بڑے

گواہ ہیں، ان سے تقریباً ۱۴۲ احادیث مروی ہیں، اتنی کم احادیث کی روایت کرنے کی کچھ وجوہات ہیں، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کی احتیاط اور تقویٰ بہت زیادہ تھا، اس امر کی خشیت تھی کہ کوئی لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تھوڑا عرصہ دنیا میں رہے، پھر اور بھی زیادہ مصروف رہے، احادیث دریافت کرنے کا اتنا چرچا بھی نہیں تھا، بلکہ احادیث کی تلاش و جستجو اور سماعت و تحفظ میں تابعین نے محنت کی اور ان کو جمع کیا۔ (ایضاً: ۹۲) امام سیوطی فرماتے ہیں کہ بیعت کے وقت جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس سے یہ واضح ثبوت ملتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سیرت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بخوبی واقف و آگاہ تھے، ان کو وہ سب کچھ معلوم تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا، نیز وہ احکام الٰہی کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتے تھے۔ (ایضاً: ۹۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی احادیث رسول روایت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جن میں خود حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ثابت، حضرت براء بن عازب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ شامل ہیں، اصلاح احوال کے لیے چند روایات درج ذیل ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

☆ ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دریا کا پانی پاک ہے اور اس کا حلال جانور مرنے کے بعد بھی حلال ہے۔ (دارقطنی)

☆ ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کو پاک و صاف کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔ (مسند احمد)

☆ ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شانہ کا گوشت کھانے کے بعد (تازہ)

وضو نہیں کیا، ویسے ہی نماز ادا فرمائی۔ (مسند بزار و ابو یعلیٰ)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال روزی کھانے کے بعد کسی کو دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ (مسند بزار)

☆......رسول اللہ ﷺ نے سب سے اخیر میں جب میرے پیچھے نماز پڑھی تو ان کے جسم اقدس پر ایک ہی کپڑا تھا۔ (مسند ابو یعلیٰ)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز فجر پڑھنے والے کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس معاہدے میں دست اندازی نہ کرو، جو ایسے نمازی کو قتل کرے گا تو اللہ اس کے قاتل کو اوندھے منہ دوزخ میں جھونک دے گا۔ (ابن ماجہ)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی اپنے کسی فرد امت کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد ہی انتقال کرتا ہے۔ (مسند بزار)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبی جہاں دفن ہونا چاہتے ہیں اسی مقام پر اللہ تعالیٰ ان کو موت عطا کرتا ہے۔ (ترمذی)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے کہ انہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا تھا۔ (مسند ابو یعلیٰ)

☆......میرے محبوب اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کروں۔ (مسند احمد)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ حج افضل ہے جس میں زیادہ تر لبیک کہی جائے اور زیادہ تر قربانیاں دی جائیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے مکان اور منبر کا درمیانی حصہ

جنت کا ایک باغ ہے اور میرا منبر بھی جنت کا ایک حصہ ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو تکلیف دینے والا اور اس کے ساتھ مکاری کرنے والا ملعون ہے۔ (ترمذی)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخیل، بدخواہ، خیانت کرنے والا اور ظالم حاکم قوم ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے اور سب سے پہلے جنت میں وہ غلام داخل ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کی فرمانبرداری کی ہوگی۔ (احمد)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم صدقہ کے وارث نہیں۔ (بخاری)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبی کے متروکہ کا وہ شخص جائز قابض ہے جو اس کی قوم میں سے اس کی ملت کا خلیفہ بنایا جائے۔ (ابو داؤد)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے نسب میں معمولی سی تبدیلی کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے۔ (بزار)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے غیر مسلموں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (شیخین)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہترین بندہ، خاندانی بھائی خالد بن ولید ہے جو اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے جس کو اس نے کافروں اور منافقوں پر براں بنا دیا ہے۔ (احمد)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورہ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ (دارقطنی)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا یا میرے حکم کی تردید کی وہ دوزخی ہے۔ (ابو یعلیٰ)

☆......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اپنی عافیت کی دعا کیا

کرو۔ (احمد، نسائی، ابن ماجہ)

☆ ......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسم کا ہر حصہ اس کی تیز زبانی کی شکایت کرے گا۔ (ابو یعلیٰ)

☆ ......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس جسم کی حرام سے پرورش ہوئی وہ دوزخی ہے۔ (ابو یعلیٰ)

☆ ......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک جمعہ دوسرے جمعہ کا کفارہ ہے اور غسل بھی کفارہ ہے۔ (عقیلی)

☆ ......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو تقویت دے۔ (طبرانی اوسط)

بہت بڑی سعادت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بہت بڑی سعادت عطا فرمائی کہ ان کو اپنے محبوب اکرم ﷺ کے مزار کا قرب خاص عطا فرمایا لیکن افسوس! حسد و عناد کے مارے ہوئے لوگ اس سعادت کو بھی تسلیم نہیں کر رہے، اگر ان کی جگہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر انور بنتی تو کیا پھر بھی یہی رویہ اختیار کرتے، یہی وہ بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں، قرآن مجید میں ہے: "ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھا دی اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہے، بدلہ ان کے جھوٹ کا"۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۰) رسول اللہ ﷺ کے مزار اقدس پر جو رحمتوں کی بارش صبح و شام نازل ہوتی ہے اس کا حصہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی مل رہا ہے اور قیامت تک ملتا رہے گا، فرشتے، جن اور انسان وہاں حاضری دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے دو صاحبوں کو بھی سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان دو صاحبوں کے قبروں کو رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے ساتھ برقرار رکھا

ہے، اس حجرہ مبارکہ کو برقرار رکھا ہے بلکہ مختلف ادوار میں اس کی تشکیل وتعمیر اور تزئین کا سارا کام ہوتا رہا، جس میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین شامل رہے، کسی ایک شخص نے بھی اس مبارک حجرے کو مسمار کرنے کا فتویٰ صادر نہیں کیا، معلوم ہوا کہ جن روایات سے مزارات کو مسمار کرنے کا فتویٰ تراشا گیا ہے ان کا اصل مفہوم کچھ اور ہے اور وہ مفہوم امت کا وہ جلیل القدر طبقہ زیادہ بہتر سمجھتا تھا، اس سلسلے میں محقق العصر مولانا غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ملاحظہ کیجئے:

قرآن مجید میں ہے: ''جب لوگ (اصحاب کہف) کے معاملات میں بحث کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ ان کے غار کے قریب ایک عمارت بنا دو، ان کا رب ہی ان کے حالات کو زیادہ جاننے والا ہے، لوگ ان کے معاملات پر زیادہ حاوی تھے انہوں نے کہا ہم ضرور بہ ضرور ان کے قریب مسجد بنائیں گے''۔ (سورۃ الکھف: ۲۱) اکثر علماء ومفسرین اور محدثین کے نزدیک اس آیت کی روشنی میں اولیاء اللہ کے مزار پر ان کی یادگار قائم کرنا اور ان کے قرب اور جوار میں مسجد تعمیر کرنا اور وہاں نماز پڑھنا اور ان سے برکت اور فیض حاصل کرنا جائز ہے اور چند علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اس کو ناجائز اور حرام لکھا ہے، علامہ آلوسی نے یہاں پر بہت لمبی بحث کی ہے اور قبر پر گنبد بنانے کو ناجائز لکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ جن قبروں پر گنبد بنے ہوئے ہیں ان کو منہدم کرنا واجب ہے حتیٰ کہ امام شافعی کی قبر پر جو بادشاہوں نے گنبد بنایا ہے اس کو توڑنا واجب ہے اور ہر شخص کے لیے واجب ہے کہ وہ گنبدوں کو منہدم کر دے بہ شرطیکہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ (روح المعانی: ۱۵/ ۳۴۴) لیکن اس بحث کے آخر میں علامہ آلوسی نے اپنے مطلوب کے اثبات میں ایک ایسی دلیل لکھی ہے جس سے ان کا مطلوب باطل ہو گیا ہے اور اس کے ثبوت میں دیئے ہوئے تمام دلائل ضائع ہو گئے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

تمہارے حق کی معرفت میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی اتباع کرنا کافی ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے ساتھ کیا، کیونکہ وہ روئے زمین کی سب سے

افضل قبر ہے بلکہ وہ عرش سے بھی افضل ہے، آپ ﷺ کے اصحاب اس کی زیارت کرتے تھے اور اس پر سلام پڑھتے تھے، سوتم بھی اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے افعال کی اتباع کرو۔ (ایضاً)

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بنائی گئی تھی اور وہ حجرہ بہر حال ایک مسقف عمارت ہے اور اس قبر مبارک کے جوار میں مسجد نبوی ہے جہاں ہر دور میں مسلمان نماز پڑھتے رہے ہیں، سو علامہ آلوسی کی اپنی عبارت سے قبر پر گنبد بنانا اور قبر کے جوار میں مسجد بنانا، دونوں امر ثابت ہو گئے، ابتداء اسلام سے لے کر اب تک امت کے صالحین اور علماء بزرگان دین کے مزارات پر گنبد بناتے چلے آئے ہیں، اس لیے امت کے اجماعی عمل سے گنبد بنانے کا جواز ثابت ہے اور احادیث میں جو قبر کے اوپر عمارت بنانے کی ممانعت ہے وہ بلا ضرورت تعمیر پر محمول ہے، جسطرح شیخ عثمانی نے قبر پر لکھنے کی ممانعت کو بلا ضرورت لکھنے پر محمول کیا ہے اور جواز کو امت کے اجماعی عمل کی بنا پر ثابت کیا ہے، علاوہ ازیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعینہ اسی دلیل سے مزارات پر گنبد بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔ (المرقات: ۴/ ۶۹، تبیان القرآن: ۷/ ۷۸) رسول اللہ ﷺ کا مقدس گنبد خضریٰ امت کے اجماعی عمل کے تسلسل سے تعمیر ہوا ہے جس میں چودہ سو سال کی محبت کارفرما ہے، اس میں ایک نبی مکرم، ایک صدیق اور ایک شہید آرام فرما ہیں، یہ کیا قرب خاص ہے، یہ کیسی آرام گاہ ہے جس کے تصورات سے عشاق کے سینے جذبوں سے لبریز ہو جاتے ہیں، مولا کریم بار بار حاضری کا موقع عنایت فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین فصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

.........★★★.........

حضرت ثانی اثنین رضی اللہ عنہ

ذکر ہے لب پر نبی کے یار کا
ثانی اثنین اِذ ھما فِی الغار کا

کوئی پا سکتا نہیں رازِ دروں
مصطفیٰ کے محرم اسرار کا

جس کو ''الاتقیٰ'' کہا قرآن نے
کون ہے ثانی پھر اس کردار کا

عظمت صدیق کو دل کا سلام
جس کا دل مرکز بنا انوار کا

جس نے ہر شے وار دی اسلام پر
کیوں نہ ہو محبوب پھر سرکار کا

عشق، عرفاں، زہد، تقویٰ، آگہی
سب میں جلوہ ہے جمال یار کا

قطب، غوث، ابدال، عارف، مجتہد
ہر کوئی منگتا ہے اس دربار کا

دل کے جذبے آنسوؤں میں ڈھل گئے
پیار یاد آیا جب اس دِلدار کا

جس کو مولا نے کہا صدیق حق
نام حق ہے صدق کے شہکار کا

کس طرح ہو گی بیاں شان عتیق
فکر چھوٹا ہے غلامِ زار کا

★★★

ذکر یارِ غار رضی اللہ عنہ

نظر چمکتی ہے دل پہ نکھار آتا ہے
مرے خیال میں جب یار غار آتا ہے

خدا نے کیسے ابو بکر میں رکھے جذبے
یہ نام سنتے ہی دل کو قرار آتا ہے

رہوں میں آنکھیں بچھاتے نہ کیوں نظر والے
دیارِ عشق کا اِک تاجدار آتا ہے

عتیق روز امیدوں سے گھر سجاتے رہے
خدا کا یار وہاں بار بار آتا ہے

مرے وجود کو خدشہ نہیں عذابوں کا
مری لحد میں مرا غم گسار آتا ہے

نہایت دیدنی ہوتی ہے گل کی رنگینی
چمن میں جیسے وہ جانِ بہار آتا ہے

اندھیرے کفر کے اور ارتداد کے بھاگے
وہ شہسوار سرِ رہ گزار آتا ہے

خدا نے دشمنِ صدیق پہ کہی لعنت
غلامِ شاہِ صداقت پہ پیار آتا ہے

............☆☆☆............

شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جس پہ راضی سرورِ کونین ہے
وہ عتیقِ حق ہے ، دل کا چین ہے

دین میں ، بدر و لحد میں ، غار میں
ہر جگہ وہ ثانی اثنین ہے

کر ابو بکر و عمر پہ جاں فدا
اک نبی کا گوش ہے ، ایک عین ہے

مرتضیٰ نے جس کو مانا ہے امام
ہاں وہی تو مرشدِ حسنین ہے

وہ رفیقِ ہجرتِ طیبہ بنا
وہ وزیرِ مرسلِ دارین ہے

جس کو بخشا ہے مصلیٰ شاہ نے
مسندِ دینِ خدا کا زین ہے

مصطفیٰ ہے پاک مثل و عین سے
وہ ہے ظلِ المثل ، نور العین ہے

☆☆☆

شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جہاں میں جس کا بہت احترام ہوتا ہے
نبی کے بعد وہ صدیق نام ہوتا ہے
ہم ان کو رکھتے نہیں صرف اپنے لہجوں میں
اگر وہ آئیں تو دل میں قیام ہوتا ہے
حضور ناز میں یہ کیا مقام ہوتا ہے
نبی کے ساتھ ہی جن کو سلام ہوتا ہے
وہ بھی چمکتے ہیں یادوں میں صورت انجم
نبی کے ذکر کا جب انتظام ہوتا ہے
ہو جس کے سینے میں کینہ رفیق ہجرت کا
سکون دل تو اسی پر حرام ہوتا ہے
نبی نے دے کے مصلیٰ دکھا دیا سب کو
ہمارے بعد تو ایسا امام ہوتا ہے
یہ نقشبندی فقیروں کا فخر ہے یارو
لبوں پہ ان کی محبت کا جام ہوتا ہے
مرے رسول کے یاروں سے دوستی کر لو
انہی کا فیض دو عالم میں عام ہوتا ہے
غلامؔ زار نے بتلا دیا زمانے میں
غلام ہو تو پھر ایسا غلام ہوتا ہے

.... ★★★ ....

شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ابو بکر سلطان فلک ہدایت
ابو بکر ارمان چشم عنایت

ابو بکر محبوب حق کے لیے ہے
سراپا محبت ، سراسر حمایت

ابو بکر یعسوب قوم محمد
ابو بکر ناموس رسم و روایت

ابو بکر عرفان کی انتہا ہے
ابو بکر عرفان کی ہے ہدایت

ابو بکر سابق ، ابو بکر اسبق
ابو بکر جان جہان ولایت

دیا پہلا نمبر جسے مصطفےٰ نے
کرو تم بھی اس مرد حق کی رعایت

ابو بکر کو کیوں نہ مانیں مسلماں
وہ اسلام میں کر گیا ہے سرایت

صحابہ نے جس کو کہا اکمل دین
یہی مرتضیٰ کی ہوئی غرض و غایت

امام الھدیٰ بھی ، وفاء الوفا بھی
ابو بکر سامان علم و درایت

ابو بکر سرکار کا نقش کامل
ابو بکر ہے رب یکتا کی آیت

کف دست میداں کی رونق تو دیکھو
برس کر گیا ہے وہ ابر عنایت

ابو بکر ہادی ، ابو بکر مہدی
ابو بکر ہے دافع ہر غوایت

ابو بکر نے عشق کی ابتدا کی
ابو بکر عشق و خودی کی نہایت

کرے گا یہی ذکر روز جزا میں
غلام در مصطفےٰ کو کفایت

…………☆☆☆…………

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

واہ کیا رتبہ ہے یار غار کا — کنز رحمت کے دُرِ ضو بار کا

دہر سے لے کر قیام حشر تک — جس پہ سایہ ہے سدا سرکار کا

جس کے ایماں کو نبی کامل کہے — کون پھر ثانی ہے اُس دلدار کا

دولت کونین ، خاک پا بنی — ہاتھ جب تھاما شہ ابرار کا

غار میں محبوب پر قرباں ہوئے — ہو گیا اونچا پھریرا پیار کا

جان ، مال ، اولاد دے کر عرض کی — تو ہی مالک ہے مرے گھر بار کا

حضرت صدیق کا ذوق نظر — نور ہے ہر دیدۂ بیدار کا

جن رہوں سے وہ گئے صاحب نبی — مینہ برستا ہے وہاں انوار کا

کیوں نہ اہل درد کا غمخوار ہو — جب ہے نائب دہر کے غمخوار کا

میرے ہاتھوں میں ہے دامان کرم — مجھ کو کیوں ڈر ہو عذاب نار کا

گلشن ارماں چمک اٹھا یونہی — ذکر چھیڑا ہے نبی کے یار کا

فیض مرشد سے غلامؔ مصطفےٰ
لو دریچہ کھل گیا افکار کا

یارِ غار رضی اللہ عنہ

کنز ایماں کے درشہوار صدیق عتیق　　جانِ عرفاں ، پیکرِ انوار صدیق عتیق

سرور کونین کے دلدار صدیق عتیق　　ثانی اثنین اذھما فی الغار صدیق عتیق

جنکو خیر الناس بعد الانبیاء کہدے نبی　　کیوں نہ ہو پھر محورِ اخیارِ صدیق عتیق

اول من یدخل الجنہ، شہ صدق وصفا　　اور عتیق من عذاب النار صدیق عتیق

کیوں نہ ہو ان کی صداقت کی دہائی دہر میں　　جن کو کہتے تھے شہ ابرار صدیق عتیق

جن کو کہتا ہے اولوا الفضل اپنے قرآں میں خدا　　وہ کمالِ فضل کا شہکار، صدیق عتیق

کس محبت سے کہا محبوب نے ہجرت کی رات　　کیا تجھے کھٹکا ہے میرے یار صدیق عتیق

پوچھ عمار و بلال و حیدر و سلمان سے　　کس قدر ہیں مونس و غمخوار صدیق عتیق

دو جہاں میں اس پہ راضی ہیں خدا و مصطفےٰ　　جس پہ راضی ہو گئے سرکار صدیق عتیق

ہوں تمہارے سلسلہء پاک کا ادنیٰ غلام
بخش دو اب دیدۂ بیدار صدیق عتیق

شان تاجدار صداقت رضی اللہ عنہ

صدیق، تاجدارِ صداقت ہے بالیقین
نقش ضیائے حسنِ وجاہت ہے بالیقین

شاہِ رُسل نے اپنا مصلیٰ دیا جسے
بے فصل اس کا دور خلافت ہے بالیقین

میرے نبی کو دولت دنیا سے کیا غرض
علم وسخا ہی ان کی وراثت ہے بالیقین

اُس کی رضا میں سرور کونین کی رضا
اس کی عطا، عطائے رسالت ہے بالیقین

فاروق جس کے دامن شفقت کی لے پناہ
کیسا وہ مہربانِ سیادت ہے بالیقین

عثماں بھی جس کے ذکرِ محبت میں گم رہا
دنیا میں غم گسارِ محبت ہے بالیقین

مولا علی بھی جس کو امام الھدیٰ کہے
کتنی عظیم تر یہ امامت ہے بالیقین

جو ہے بہار ختم نبوت کا پاسبان
مسرور اُس سے ختم نبوت ہے بالیقین

راضی ہیں جس سے حسن وحسین وبتول پاک
سر تا بہ پا کمالِ ہدایت ہے بالیقین

میرا تو سلسلہ ہے اسی تاجور کا فیض
میرے تو دل میں اس کی ارادت ہے بالیقین

گستاخ بک رہے ہیں جو گستاخیوں کے بول
لعنت ہے ان کی ذات پر لعنت ہے بالیقین

جس نے کیا ہے اس کی عداوت کا التزام
واللہ! یہ نبی کی عداوت ہے بالیقین

میں کیا ہوں اور کہاں ہے ثنائے عتیق حق
یہ تو غلامِ دَر پہ عنایت ہے بالیقین

مناقب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ابو بکر صدیق توں جان صدقے دھماں پیاں نیں جہدے کردار دیاں
گھر بار لٹا کے دس دتا کیویں پالدے یاریاں یار دیاں
ساری آل اولاد نے شب ہجرت کیتیاں خدمتاں انج سرکار دیاں
غلامؔ مصطفےٰ اونہاں تے حشر تائیں ہوون رحمتاں پروردگار دیاں

سوہنا نام عتیق صدیق جگ وچ پاک نبی حبیب فرما چھڈیا
جذبہ حب رسول دا دلاں اندر سب کج وار کے جہنے پہنچا چھڈیا
اپنے سوہنے محبوب دے پیار اُتوں سارا کنبے دا کنبہ کہا چھڈیا
غلامؔ مصطفےٰ ڈنگ تے ڈنگ کھا کے، وچ غار دے عشق بچا چھڈیا

چہرہ پھیر کے یار دے رخ ولے ابوبکر نے وچ نماز دسیا
اوہدا عشق ہے جان عبادتاں دی اوہدے عشق نے سوز تے ساز دسیا
اوگنہاراں نوں رستے تے چاہڑ کے تے بندہ کیویں ہوندا سرافراز دسیا
غلامؔ مصطفےٰ اساں دیوانیاں نوں یار غار نے عشق دا راز دسیا

مناقب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سارے نبیاں دے بعد جہان اندر قسم رب دی رتبہ صدیق دا اے
نار دوزخ دی نیڑے نئیں آسکدی ایہو مطلب تے معنیٰ عتیق دا اے
سوہنے نبی نے لا کے نال سینے سینہ ٹھاریا اوس رفیق دا اے
غلام مصطفیٰ اونہاں دے باجھ جنت، ایہہ عقیدہ تے کسے زندیق دا اے

بلا فصل خلافت دی سیج اُتے یار غار نہ بیٹھے تے کون بیٹھے
نبی پاک دے منبر پاک اُتے اوہ سردار نہ بیٹھے تے کون بیٹھے
علی، حسن، حسین نے بیعت کیتی، حقدار نہ بیٹھے تے کون بیٹھے
غلام مصطفیٰ دین دے تخت اُتے غم خوار نہ بیٹھے تے کون بیٹھے

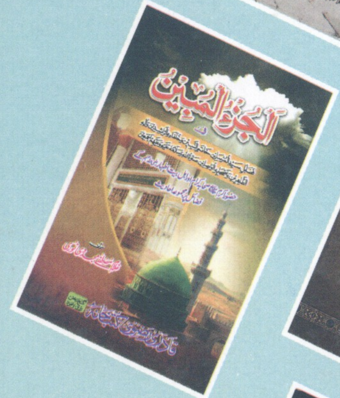
سوہنے نبی دی سوہنی زبان اُتے سب توں پہلاں اِسلام قبول کیتا
سب کجھ وار دیا نور ایمان اُتوں حکم جدوں وی رب رسول کیتا
ابو بکر دی شان دا جھیڑا دشمن اونہوں پکڑ تقدیر نے دھول کیتا
غلام مصطفیٰ اوس توں جند واراں، جہدے پیار نے مینوں وصول کیتا

مناقب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صدیق دیاں حبداراں نوں جنت دا دوارا ملنا اے
اللہ دی رحمت ملنی اے آقا دا نظارا ملنا اے
انج سارے صحابہ سوہنے نیں ، دوجگ اندر من موہنے نیں
اونہاں دی غلامی دے صدقے بخشش دا کنارا ملنا اے
ابوبکر دی کوئی مثال نئیں ، کوئی اونہاں جیا لجپال نئیں
خوش بخت نیں جنہاں نوں اوہدی الفت دا سہارا ملنا اے
اوہ غار مزار دا ساتھی سی ، ہر موڑ تے یار دا ساتھی سی
اوہ ملیا تے رب دی سئوں تینوں ، محبوب دلارا ملنا اے
پت جھڑ دا موسم مار گیا ، میرے دل دا باغ اجاڑ گیا
جے نظر ہووے سرکاراں دی ، تاں درد دا چارا ملنا اے
اوہدے کرم توں وکھ نئیں منزل جد چاوے او پھیرا پا جاوے
اک بار جے ملیا خواباں وچ ، ہن فیر دوبارا ملنا اے
میرا پیر اے نورالدین پیا ، صدیق دے در دا متوالا
اس ادنیٰ غلام زار نوں وی اوہدے فیض دا دھارا ملنا اے













قادری رضوی کتب خانہ

Ph:042-37213575
Cell:0333-4383766

گنج بخش روڈ، لاہور